کلیات آغا حشر کاشمیری

5

(بلوا منگل، مدھر مُرلی، بھارت رمنی، بھگیرتھ گنگا)

مرتبین

آغا جمیل کاشمیری

یعقوب یاور

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)

ویسٹ بلاک 1، آر کے پورم، نئی دہلی 110066

Kulliyat-e-Agha Hashr Kashmiri-5
Edited by : Agh Jameel Kashmiri
&
Yaqoob Yawar

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت : اپریل، جون 2005 شک 1927
پہلا اڈیشن : 1100
قیمت : -/170
سلسلۂ مطبوعات : 1212

ISBN: 81-7587-081-8

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066
طابع: فہمی کمپیوٹرز، جامع مسجد دہلی- 110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اس کی کارگزاریوں کا دائرہ کئی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے جن میں اردو کی ان علمی و ادبی کتابوں کی مکرّر اشاعت بھی شامل ہے جو اردو زبان و ادب کے ارتقاء میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں اور اب دھیرے دھیرے نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارا یہ ادبی سرمایہ محض ماضی کا قیمتی ورثہ نہیں، بلکہ یہ حال کی تعمیر اور مستقبل کی منصوبہ بندی میں ہماری رہنمائی بھی کرتا ہے اور اس لیے اس سے کما حقہ واقفیت بھی نئی نسلوں کے لیے ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل ایک منضبط منصوبے کے تحت عہدِ قدیم کے شاعروں اور نثر نگاروں سے لے کر عہد جدید کے شاعروں اور نثر نگاروں تک تمام اہم اہلِ فکر و فن کی تصنیفات شائع کرنے کی خواہاں ہے تا کہ نہ صرف اردو کے اس قیمتی علمی و ادبی سرمائے کو آنے والی نسلوں تک پہنچایا جا سکے بلکہ زمانے کی دستبرد سے بھی اسے محفوظ رکھا جا سکے۔

عہدِ حاضر میں اردو کے مستند کلاسیکی متون کی حصولیابی، نیز ان کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، لیکن قومی اردو کونسل نے حتی الوسع اس مسئلے پر قابو پانے کی کوشش کی ہے۔ کلیات آغا حشر کاشمیری اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے کونسل قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو تحریر فرمائیں تا کہ اگلی اشاعت میں دور کی جا سکے۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ)
ڈائرکٹر

فہرست

دیباچہ	7
1۔ بلوا منگل	21
2۔ مدھر مرلی	117
3۔ بھارت رمنی	211
4۔ بھگیرتھ گنگا	323

دیباچہ

ڈرامے کا تعلق تمثیل اور نقالی سے ہے یہی سبب ہے کہ اس کے ابتدائی نمونے ان علاقوں میں ملتے ہیں جہاں بت پرستی عام تھی ہندوستان اور یونان ایسے ہی خطے ہیں لیکن ان دونوں علاقوں میں ڈرامے کی روایت انفرادی طور پر پروان چڑھی۔ آگے چل کر جب دونوں میں تہذیبی روابط استوار ہوئے تو دونوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا۔ ہندوستان میں کالی داس کے ڈراموں کی فکری و فنی بلندی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی ابتدا ایک صدی قبل مسیح سے کافی پہلے ہوئی ہوگی۔ بدھ اقتدار میں آئے تو انھوں نے بھی اسے اپنے عقائد کی ترویج کے لیے مفید پایا۔ رفتہ رفتہ مختلف ناٹک منڈلیاں وجود میں آئیں جنھوں نے اس کی شکل ایسی بدلی کہ اس کا تعلق سماج کے نچلے طبقے سے رہ گیا۔

مسلمان ہندوستان آے تو ان کا سابقہ ڈرامے کی اسی شکل سے پڑا۔ اول تو ان کا عقیدہ ایسی چیزوں کی سرپرستی کی اجازت نہیں دیتا تھا دوسرے اس عہد میں ڈرامے شرفا کے معیار پسند سے نیچے کی چیز ہو گئے تھے۔ اس لیے اس فن کی خاطر خواہ ترقی نہ ہوسکی۔ البتہ شاہان اودھ کے آخری دور میں اس جانب توجہ دی گئی اور یہی اردو ڈرامے کے آغاز کا زمانہ ہے، جب سید آغا حسن امانت لکھنوی نے اندرسبھا کی تخلیق کی جسے اسٹیج پر بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس عہد میں امانت کی نقل میں متعدد اندر سبھائیں لکھی گئی۔ حتی کہ یہ لفظ ڈرامے کے متبادل کے طور پر استعمال

ہونے لگا۔ یہ اندر سبھائیں ملک کے مختلف حصوں میں اسٹیج کی گئیں۔

اسی زمانے میں عروس البلاد بمبئی میں بھی اردو ڈراموں کی جانب لوگوں کا رجحان بڑھ رہا تھا۔ یہاں کی روایت کا سلسلہ اودھ کے بجائے انگریزی اور مراٹھی اسٹیج سے جڑا ہوا تھا۔ لوگوں کی غیر معمولی دلچسپی نے اسے ایک منافع بخش کارو بار کی شکل دے دی تھی۔ کارو باری مسابقت نے اسے پھلنے ، پھولنے اور نکھرنے کے وافر مواقع فراہم کئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اردو ڈراموں کے افق پر آغا حشر کاشمیری نمودار ہوئے۔

آغا حشر کی پیدائش بنارس میں 4/3راپریل 1879 کی درمیانی شب میں ہوئی۔ ان کے اجداد کاتعلق ان کے والد آغا غنی شاہ تک کشمیر سے قائم رہا لیکن خود آغا حشر کا راست تعلق کشمیر سے نہیں تھا۔ والدین نے ان کا نام آغا محمد شاہ رکھا لیکن بعد میں انھیں شہرت آغا حشر کاشمیری کے نام سے ملی۔

جیسا کہ ان دنوں شرفا کے گھروں میں رواج تھا ،آغا حشر کو عربی، فارسی اور دینیات کی تعلیم مولوی حافظ عبد الصمد نے دی جو اس زمانے کے مشہور معلم تھے۔ آغا صاحب کے والد انھیں عالم دین بنانا چاہتے تھے لیکن خود آغا حشر کو انگریزی تعلیم سے دلچسپی تھی۔ چنانچہ خاندان کے بعض افراد کے اصرار پر ان کا داخلہ جے نرائن اسکول میں کرا دیا گیا، جہاں انھوں نے درجہ چھ تک تعلیم حاصل کی۔جب تک وہ اس اسکول میں زیر تعلیم رہے، اپنی ذہانت سے اپنے اساتذہ کا دل جیتتے رہے۔ اسی زمانے میں انھیں شاعری کا شوق ہوا اور وہ فارسی اور اردو میں شعر کہنے لگے۔

زمانہ طالب علمی میں ہی آغا حشر کو ڈرامے سے دلچسپی ہوگئی تھی۔ فرصت کے اوقات میں وہ اپنے ہم جماعتوں کو ساتھ لے کر اسکول سے متصل قبرستان میں چادریں تان کر اندر سبھا اسٹیج کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں جبلی تھیٹریکل کمپنی بنارس آئی۔ طلب علموں کو رعایتی داموں پر ٹکٹ فراہم کرنے سے انکار پر آغا حشر نے رفیع الاخبار میں اس کمپنی کے ڈراموں پر شدید نکتہ چینی کی۔

کمپنی کی طرف سے اس کا جواب شائع ہوا تو آغا حشر نے اور شدت سے حملہ کیا۔ اس اخبار بازی سے بچنے کے لیے کمپنی کے مالکوں نے حشر کو مفت ڈراما دیکھنے کی دعوت دے کر مصالحت کرلی اس طرح نہ صرف آغا حشر کو ڈراما دیکھنے کا موقع ملنے لگا بلکہ کمپنی کے ڈائریکٹر امرت لال اور ڈراما نویس مہدی حسن احسن لکھنوی سے بھی اکثر ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ایک دن کسی بات پر احسن صاحب سے بحث ہو گئی جس کے دوران حشر نے ان سے کہہ دیا کہ جیسا ڈراما آپ لکھتے ہیں، میں ایک ہفتے میں لکھ سکتا ہوں۔ احسن صاحب جیسے پختہ کار کے سامنے ایک نوجوان کا یہ دعویٰ تعلّی کے مترادف تھا تاہم اسے نبھانے کے لیے آغا حشر نے نہ صرف ڈراما ''آفتاب محبت'' لکھا بلکہ دوستوں کا ایک کلب بنا کر اسے اسٹیج بھی کر دکھایا۔ یہی آغا حشر کا پہلا ڈرامہ ہے جو 1897ء میں جواہر اکسیر پریس، بنارس میں چھپ کر شائع ہوا۔

ایک طرف آغا حشر کی دلچسپیوں کا یہ حال تھا ، دوسری طرف ان کے والد آبائی کاروبار میں ان کی دلچسپی نہ دیکھ کر ان کے مستقبل کی طرف سے فکر مند تھے۔ چنانچہ کافی غور و فکر کے بعد انھوں نے اپنے رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے بنارس میں میونسپل بورڈ میں ان کے لیے ایک معقول ملازمت کا انتظام کردیا۔ اس ملازمت کے لیے کچھ زرِ ضمانت مطلوب تھا۔ آغا غنی شاہ بیٹے کو ساتھ لے کر میونسپلٹی گئے لیکن کسی ضروری کام کی وجہ سے مطلوبہ رقم آغا حشر کے حوالے کر کے گھر چلے آئے۔ اتفاقاً کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ یہ رقم اس دن میونسپلٹی کے خزانے میں جمع نہ ہوسکی۔ جب آغا حشر گھر لوٹ رہے تھے تو راستے میں انھیں کچھ دوست مل گئے جن کی خاطر مدارات میں اچھی خاصی رقم خرچ ہو گئی اس کے بعد والد کی جواب طلبی کے خوف سے ان کا رخ گھر کے بجائے اسٹیشن کی جانب مڑ گیا اور وہ بمبئی جا پہنچے۔

بمبئی آغا حشر کے لیے نئی جگہ تھی۔ ان کے علم میں تھا کہ ان کے ایک دوست عبداللہ بمبئی میں رہتے ہیں۔ وہ انھی کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ رہنے

لگے۔ عبداللہ شاعری کے دلدادہ تھے۔ اتفاق سے اسی دن بمبئی میں کوئی مشاعرہ تھا۔ وہ آغا حشر کو لے کر اس میں شریک ہوئے۔ یہاں کسی بات پر بمبئی پنچ کے ایڈیٹر مولوی فرخ سے ان کی جھڑپ ہوگئی۔ اور یہ جھگڑا بمبئی پنچ کے صفحات تک آگیا۔ اس طرح آغا حشر شہر کے ادبی حلقوں میں متعارف ہوگئے۔ کچھ دنوں بعد اپنے ایک دوست کے اصرار پر وہ الفریڈ کمپنی کے مالک کاوس جی پالن جی کھٹاؤ سے ملے۔ کاوس جی اس وقت چائے پی رہے تھے۔ حشر نے ان کے حسب فرمائش چائے پر ایک فی البدیہہ نظم کہہ کر سنائی۔ اس کے بعد انھوں نے حشر کو دوسرے دن ملنے کے لیے کہا۔ حشر یہ سمجھے کہ کاوس جی نے انھیں بڑے سلیقے کے ساتھ ٹال دیا ہے۔ یہ غلط فہمی دور ہونے کے بعد جب وہ کاوس جی سے ملے تو انھیں الفریڈ کمپنی میں ڈراما نویس کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا گیا اور ۳۵ روپیہ ماہانہ مشاہرہ طے ہوا۔ اس کمپنی کے لیے انھوں نے سب سے پہلے مرید شک (1899) لکھا جو بے حد مقبول ہوا۔ اس کے چند ماہ بعد مار آستین (1899) تصنیف کیا۔ اس ڈرامے کو بھی اسٹیج پر غیرمعمولی کامیابی حاصل ہوئی۔

حشر کی مقبولیت بڑھی تو مختلف ڈراما کمپنیوں کی طرف سے انھیں ملازمت کی پیش کش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ انھوں نے ڈیڑھ سو روپے ماہوار پر نو روز لی پری کی کمپنی کی ملازمت قبول کر لی۔ یہاں انھوں نے اسیر حرص 1901 لکھا۔ یہ ڈراما بھی بے حد پسند کیا گیا۔ حشر کی اس روز افزوں مقبولیت کو دیکھ کر کاوس جی کھٹاؤ نے انھیں دو بارہ ساڑھے تین سو روپے ماہانہ پر اپنے یہاں بلا لیا۔ اس بار اُن کی کمپنی کے لیے انھوں نے شہید ناز 1902 لکھا جو حسب روایت کافی مقبول ہوا۔اس کے بعد انھوں نے اڈیسر بھائی ٹھوٹھی کی کمپنی کے لیے 1906 میں سفید خون اور 1907 میں صید ہوس اور سہراب جی اگرا کی کمپنی کے لیے 1908 میں خواب ہستی اور 1909 میں خوبصورت بلا ڈرامے لکھے جنھیں خاطر خواہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

ڈراما نویس کے طور پر بے حد مقبول ہونے کے باوجود آغا حشر اپنی موجودہ

حیثیت سے ذہنی طور پر مطمئن نہیں تھے۔ انھیں یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی کہ مالکان کمپنی ان کی تحریروں میں اپنی صوابدید کے مطابق تحریف اور کاٹ چھانٹ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حیدر آباد کے ایک تعلقہ دار کے اشتراک سے 1909 میں انھوں نے دی گریٹ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف حیدرآباد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے سہراب جی اگرا کی کمپنی کے لیے لکھا گیا ڈرامہ خوبصورت بلا اسٹیج کیا۔ اس کے بعد اگلے سال 1910 میں اپنا پہلا مجلسی ڈرامہ سلور کنگ عرف نیک پروین لکھ کر پیش کیا۔ اسی سال یہودی کی لڑکی عرف مشرقی حور بھی اس کمپنی کے اسٹیج پر دکھایا گیا۔ حیدرآباد میں مقبولیت کے ڈنکے بجانے کے بعد یہ کمپنی سورت ہوتی ہوئی بمبئی پہنچی اور یہیں ختم ہو گئی۔ اس کے بعد آغا حشر نے 1912 میں جالندھر کے بھائی گیان سنگھ کی نو تشکیل کمپنی میں پانچ سو روپے ماہ وار پر ڈرامہ نویس کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ لیکن جلد ہی امرتسر میں یہ کمپنی بھی بند ہوگئی۔

1913 میں آغا حشر نے اپنے ڈراموں کی اداکارہ حور بانو سے لاہور میں شادی کرلی۔ اسی زمانے میں انھیں دہلی میں ایک عوامی استقبالیہ دیا گیا جس میں انھیں انڈین شیکسپیر کے خطاب سے نوازا گیا۔ لاہور پہنچ کر انھوں نے اپنی دوسری کمپنی انڈین شیکسپیر تھیٹریکل کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ یہ کمپنی مختلف شہروں کا دورہ کرتی ہوئی کلکتہ پہنچی۔ یہاں آغا حشر ریلوے پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے جس کے نتیجے میں ان کے دائیں پیر کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ چنانچہ انھیں کافی عرصے اسپتال میں رہنا پڑا۔ اسی علالت کے دوران انھوں نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنا پہلا ہندی ڈرامہ بھگت سور داس عرف بلوا منگل لکھوایا جو ان کے چھوٹے بھائی آغا محمود شاہ کی ہدایت میں پہلی بار 1914 اسٹیج ہوا۔ اس کے بعد کمپنی کھڑگ پور، مظفر پور اور پٹنہ ہوتی ہوئی بنارس آئی۔ قیام بنارس کے دوران آغا حشر کے یہاں بیٹے کی ولادت ہوئی جو صرف تین ماہ زندہ رہ کر لکھنؤ میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔ کمپنی یوپی اور پنجاب کے مختلف اضلاع کا دورہ کرتی ہوئی لاہور ہوتے ہوئے سیالکوٹ پہنچی۔ یہاں آغا حشر اپنی زندگی کے ایک اور بڑے حادثے سے ہم کنار ہوئے۔ ان کی اہلیہ جن کی عمر کچھ زیادہ نہ تھی ایک طویل علالت کے بعد

1918میں لاہور میں انتقال کر گئیں۔ شریک حیات کی اس مفارقت نے آغا صاحب پر کچھ ایسے نفسیاتی اثرات مرتب کئے کہ وہ کمپنی کا سارا سامان سیالکوٹ میں چھوڑ کر بنارس چلے آئے۔ اور بہت دنوں تک یہیں آرام کرتے رہے۔ بعد ازاں وہ رستم جی کی دعوت پر کلکتہ گئے اور جے ایف مڈنس کمپنی میں ایک ہزار روپے ماہانہ پر ملازم ہوگئے۔ اس کمپنی کے لیے انھوں نے مشرقی ستارہ عرف شیر کی گرج لکھا (1918) چونکہ کلکتے کے مارواڑی عوام ہندی ڈراموں کے شوقین تھے، اس لیے آغا حشر نے اس زمانے میں بطور خاص ہندی میں لکھنا شروع کیا اور مدھر مرلی (1919) بھارت رمنی (1920) بھگیرتھ گنگا (1920) ایوم پراچین اور نوین بھارت (1921) جیسے ڈرامے لکھے اس کے بعد اردو میں ترکی حور (1922) اور ہندی میں سنسار چکر عرف پہلا پیار (1922) لکھا۔ اسی زمانے میں کلکتہ کی اسٹار تھیٹریکل کمپنی کے لیے انھوں نے بنگلہ زبان میں اپرادھی کے (1922) اور مصر کماری (1922) بھی لکھے۔ اسی کے ساتھ (1919اور 1923 کے درمیان انھوں نے مڈنس کمپنی کی خاموش فلموں میں اپنی اداکاری کے فن کا بھی مظاہرہ کیا۔ مڈنس کے لیے انھوں نے ترکی حور اور سنسار چکر عرف پہلا پیار کے بعد بھیشم پرتگیا (1923) اور آنکھ کا نشہ (1924) لکھے جنھیں زبردست عوامی مقبولیت ملی۔

شہرت اور مقبولیت کی اس بلندی پر پہنچنے کے بعد آغا حشر کے دل میں ایک بار پھر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنی کمپنی قائم کریں۔ چنانچہ 1925 میں بنارس میں دی گریٹ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کی بنیاد پڑی۔ اسے لے کر آغا حشر دورے پر نکلے۔ یہ کمپنی جب بہار اور یوپی کے مختلف اضلاع کا دورہ کرتی ہوئی الٰہ آباد پہنچی تو مہا راجہ چرکھاری نے جو ان دنوں الٰہ آباد آئے ہوئے تھے۔ آغا حشر سے سیتا بن واس کے موضوع پر ہندی میں ڈراما لکھنے کی فرمائش کی۔ آغا حشر نے وعدہ کر لیا اور بنارس آکر اس ڈرامے کی تکمیل کی (1928) یہ ڈراما مہا راجہ کو بے حد پسند آیا چنانچہ انھوں نے اسے آٹھ ہزار روپے خرید لیااور آغا صاحب کو مع اپنی کمپنی کے چرکھاری آنے کی دعوت دی۔ وہاں انھوں نے نہ صرف آغا حشر کی

شاگردی اختیار کی بلکہ پچاس ہزار روپے کی گراں قدر رقم کے عوض ان کی کمپنی بھی خرید لی اور آغا صاحب کو ہی اس کا نگراں مقرر کر دیا۔ یہاں سیتا بن واس کا پہلا دیوناگری ایڈیشن جس کی تعداد اشاعت صرف دو جلد تھی (ایک آغا حشر کے لیے اور ایک مہاراجہ چرکھاری کے لیے) ولسن پریس چرکھاری سے مئی 1929 میں شائع ہوا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد کسی بات پر خوش ہو کر مہا راجہ نے کمپنی آغا حشر کو واپس لوٹا دی اور وہیں سے یہ معمول کے دورے پر کانپور کے لیے روانہ ہو گئی۔

اسی درمیان مڈنس تھیٹرز لینڈ نے آغا صاحب کو کلکتے بلایا۔ چنانچہ وہ کمپنی کو آغا محمود شاہ کے حوالے کر کے کانپور ہی سے کلکتے چلے گئے۔ وہاں رہ کر انھوں نے مڈنس کی بمبئی شاخ دی امپیریل تھیٹریکل کمپنی آف بامبے کے لیے اردو میں رستم سہراب (1929) لکھا جو اسی سال اسٹیج کیا گیا۔ اس کے علاوہ کلکتے میں قیام کے اس زمانے میں انھوں نے مڈنس کے لیے ہندی کے تین ڈرامے دھرمی بالک عرف غریب کی دنیا (1929) بھارتی بالک عرف سماج کا شکار (1930) اور دل کی پیاس (1931) لکھے جو ہندی ڈرامے کی روایت میں ایک گراں قدر بلکہ انقلاب آفریں اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آغا حشر نے 1931 میں مڈنس کی ملازمت چھوڑ دی اور بنارس آ گئے۔ یہاں ان کے پیر میں چوٹ آ گئی۔ دیسی دواؤں سے کوئی افاقہ نہ ہوا تو وہ علاج کے غرض سے کلکتے پہنچے۔ اس درمیان وہ اور بھی کئی امراض میں مبتلا ہو گئے تھے چنانچہ ماہر امراض قلب ڈاکٹر سنیل بوس کا علاج شروع ہوا۔ یہ دور سخت پرہیز کا تھا۔ ان دنوں کلکتے میں بولتی فلموں کا رواج بڑھ رہا تھا۔ مڈنس تھیٹرز کے مینیجنگ ڈائرکٹر فرام جی نے جو پانیر فلم کمپنی کے مالک بھی تھے، آغا حشر سے فلمی ڈرامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ آغا صاحب نے ان کے لیے شیریں فرہاد لکھا جس میں ماسٹر نثار اور مس کجن نے بنیادی کردار ادا کیے۔ اس فلم کی مقبولیت نے دوسری فلم کمپنیوں کو آغا حشر کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ چاروں طرف سے فرمائشوں کی یلغار ہونے لگی جن کی تعمیل میں انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے فلمی ڈراما عورت کا پیار لکھا جو کافی مقبول

ہوا۔ اسی زمانہ میں انھوں نے فرام جی کے لیے مزید دو ڈرامے دل کی آگ (1931) اور شہید فرض (1931) لکھے جو مختلف وجوہ سے فلمائے نہیں جا سکے۔ ان کے علاوہ نیو تھیٹرز کے لیے یہودی کی لڑکی اور چنڈی داس ڈرامے لکھے ان کا تیار شدہ فلمیں کافی مقبول ہوئیں۔ اسی دوران مدنس نے بھگت سورداس (1914) شرون کمار (1931) اور آنکھ کا نشہ (1924) پر ہندی میں اور ترکی حور (1922) اور قسمت کا شکار پر اردو میں فلمیں بنائیں جنھیں عوام میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔

آغا حشر کی بیماری کا سلسلہ دھیرے دھیرے طول پکڑتا جا رہا تھا لیکن وہ حوصلہ ہارنے والے شخص نہ تھے۔ اسی عالم میں انھوں نے 1934 میں اپنی فلم کمپنی بنائی اور رستم سہراب کو فلمانے کا ارادہ کیا۔ کرداروں کا انتخاب ہونے کے بعد ریہرسل ہو رہی تھی کہ ایک مقدمے کے سلسلے میں انھیں لاہور جانا پڑا۔ یہاں انھوں نے اپنے دوست حکیم فقیر محمد چشتی کا علاج شروع کیا اور یہیں چند دوستوں کے مشورے پر حشر کلچرز کی بنیاد ڈال کر بھیشم پتامہ کی شوٹنگ شروع کر دی۔ اس سلسلے میں انھیں کئی بار جموں اور سری نگر کا سفر بھی کرنا پڑا۔ اس مسلسل تگ ودو نے ان کی صحت پر مزید برا اثر ڈالا اور مصروفیات کے سبب حکیم صاحب کا علاج بھی باقاعدگی سے جاری نہ رہ سکا۔ چنانچہ اسی بیماری میں 28/اپریل 1935 کو شام کے چھ بجے ان کا انتقال ہوگیا۔ حکیم فقیر محمد چشتی نے آغا محمود شاہ کو کلکتے فون کرکے ان سے لاہور ہی میں تدفین کی اجازت لے لی اور آغا صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق اگلے دن یعنی ۲۹/اپریل کو دن میں میانی صاحب کے قبرستان چار برجی میں انھیں ان کی اہلیہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس کلیات میں شامل ڈراموں کے مطالعے سے پہلے مندرجہ ذیل بنیادی باتوں کا جان لینا ضروری ہے تاکہ دوران مطالعہ پیدا ہونے والے سوالات کا تشفی بخش جواب مل سکے۔

۱۔ 'مار آستین' (1899) آغا حشر کا واحد ڈراما ہے جسے بہ ظاہر انھوں نے

اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنا کوئی ڈراما اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا۔ ان کا معمول یہ تھا کہ وہ برجستہ مکالمات بولتے جاتے تھے اور بہ یک وقت کئی منشی انھیں قلم بند کرتے رہتے تھے۔ منشیوں کے لکھے ہوئے ان مسودوں کو وہ شاید ہمیشہ دیکھتے بھی نہیں تھے۔ اور ان منشیوں کی اردو بس واجبی سی تھی اور املا ناقص۔ چنانچہ ان مسودوں میں جگہ جگہ املا کی غلطیاں موجود ہیں، جنھیں مرتبین نے درست کیا ہے۔ آغا حشر کی نظر میں ان مسودوں کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ حکومت کی طرف سے سنسر کے لیے مقرر حاکم مجاز کہانی کو سمجھ لے کہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اور کردار ادا کرنے والے ایکٹر ان کی مدد سے اپنے مکالمے یاد کرلیں۔ انھوں نے ان مسودوں کی تیاری کے دوران کبھی یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ ان کا استعمال انھیں شائع کرنے کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ آغا حشر چونکہ اپنے بیش تر ڈراموں کے ہدایت کار بھی خود ہی ہوتے تھے اس لیے اکثر حالات میں انھیں مسودوں میں ہدایات اور مناظر کی تفصیل تحریر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ جن ڈراموں میں ہدایات موجود نہ تھیں، ان میں مرتبین نے ان کا اضافہ کیاہے۔ جہاں ایسا کیا گیا ہے، اس کی نشان دہی کردی گئی ہے۔

۳۔ ایک ہی ڈارمے کے ایک سے زائد مسودے موجود ہونے کا سبب یہ ہے کہ کسی بھی شہر یا ریاست میں ڈراما اسٹیج کرنے سے پہلے اس شہر یا ریاست کے حاکم مجاز سے اسے سنسر کرانا ضروری ہوتا تھا۔ اس غرض سے ہر بار ڈرامے کی نئی نقل تیار کر کے حکام کے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ جہاں سے مسودے پر checked and found nothing objectionable کا نوٹ لکھوا لینے کے بعد ہی اسے اسٹیج کیا جا سکتا تھا۔ بیش تر مسودوں پر یہ نوٹ موجود ہے۔

۴۔ عوامی مقبولیت حاصل کر لینے والے کسی ڈرامے کے چند شو مکمل ہوجانے کے

بعد اس میں نیاپن پیدا کرنے اور ناظرین کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کی غرض سے اس میں کبھی بعض نئے مناظر جوڑ دیے جاتے تھے اور کبھی بعض مناظر نکال دیے جاتے تھے۔ ان مناظر کو ڈرامے سے نکال دینے کا سبب ان کی خامیاں یا کمزوریاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ ایسا محض تبدیلی یا نیا پن پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔ آغا حشر کبھی یہ کام ڈراما کمپنیوں کے مالکان کی فرمائش پر کرتے تھے اور کبھی اپنے طور پر۔ اپنے طور پر عموماً اس وقت جب وہ خود ہی کمپنی کے مالک بھی ہوتے تھے۔

۵۔ آغا حشر کا مرکز نگاہ (Target) وہ عام لوگ تھے جو اپنا پیسہ خرچ کر کے ان کے ڈرامے دیکھنے آتے تھے، وہ نہیں جو ادب کو فن لطیف کی حیثیت سے قبول کر کے اپنے اپنے گھروں میں اس کا لطف لینے کے عادی تھے۔ ڈراموں کی تخلیق کے دوران ادب ان کے لیے ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے ان کی پوری توجہ ڈرامے کو دیکھے جانے اور ان ناخواندہ اور کم سواد ناظرین کے نقطہ نظر سے پسندیدہ اور دلچسپ بنانے پر صرف ہوتی تھی، جن کے لیے یہ ایک سہل الحصول اور سستا وسیلہ تفریح تھا۔ شعر و سخن کے شائقین اور ادب کے سنجیدہ قارئین کی خاطر اس کی نوک پلک سنوارنے سے انھیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ وجہ ظاہر ہے کہ تھیٹر دیکھنے آنے والوں کی اکثریت پہلے طبقے سے تعلق رکھتی تھی اور انھی کی پسند پر مالی اعتبار سے کسی ڈرامے کی کامیابی کا دار و مدار ہوتا تھا۔ ناقدین کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ وہ ڈراموں میں اپنی بھرپور ادبی صلاحیت کا استعمال نہیں کر سکے۔

۶۔ اکثر ایک ہی ڈرامے کے دو مسودوں میں کرداروں کے نام بدلے ہوئے ہیں۔ بعض اوقات کرداروں کے ناموں کے ساتھ ساتھ مقامات کے نام بھی تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر 'آنکھ کا نشہ' (1924) کے ایک مسودے میں کردار کالی داس، گوری ناتھ، سوہن اور کامنی ہیں۔ اس کا پس منظر بنارس ہے۔ جب کہ اسی ڈرامے کے ایک دوسرے مسودے میں

کرداروں کے نام جگل کشور، بنی پرساد، مادھو اور کام لتا ہیں اور اس کا پس منظر کولکتہ ہے۔ ان صورتوں میں مرتبین نے بعد میں لکھے جانے والے مسودوں کو بنیاد بنایا ہے۔

۷۔ کلیات کی ترتیب میں مسودوں میں مستعمل قدیم املا کو جدید املا میں بدل دیا گیاہے۔

۸۔ ایک ڈرامے کے ایک سے زائد ناموں سے موسوم ہونے کا سبب یہ ہے کہ آغا حشر ڈرامے میں معمولی تبدیلیاں پیدا کر کے عوام کو باور کرانے کی کوشش کرتے تھے کہ یہ ڈراما اس ڈرامے سے مختلف ہے جو وہ پہلے کسی اور نام سے دیکھ چکے ہیں۔ تاکہ وہ لوگ بھی اسے دوبارہ دیکھنے آئیں جو پہلے دیکھ چکے ہیں۔ اس طرح کی تبدیلی صرف آغا حشر نے نہیں کی ہے بلکہ اس عہد کی تمام ڈراما کمپنیاں یہی کرتی تھیں۔

۹۔ آغا حشر کی ہندی اپنے معاصر اردو فن کاروں کے مقابلے میں کافی بہتر تھی۔ لیکن اردو ان کی فطری اور مادری زبان تھی۔ چنانچہ ان کے ہندی ڈراموں کو پڑھتے وقت بار بار یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہندی میں مکالمے لکھواتے لکھواتے یک بہ یک اردو بولنے لگتے تھے۔ پھر جیسے ہی انھیں خیال آتا تھا کہ جو ڈراما لکھوایا جا رہا ہے وہ اردو میں نہیں ہندی میں ہے تو وہ پھر ہندی کی طرف آجاتے تھے۔ لیکن یا تو اپنی عدیم الفرصتی کے باعث یا محض تساہل کی بنا پر اتنی اردو رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ وہ مکمل ڈراما پہلے اردو میں لکھاتے رہے ہوں گے اور بعد میں اس کا ہندی میں ترجمہ کرتے ہوں گے۔ اس کا امکان کم ہے کیوں کہ ایسا ہوتا تو بے خیالی میں جہاں وہ فارسی آمیز اردو لکھوا گئے ہیں اسے درست ہوجانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے غالب امکان اسی بات کا ہی ہے کہ وہ فی البدیہہ اور براہ راست ہندی میں ہی ڈراما لکھواتے تھے۔ یہ بات تو اب سب ہی جانتے ہیں کہ وہ ڈرامے ٹہل ٹہل کر منشیوں کو لکھوایا

کرتے تھے۔

۱۰۔ آغا حشر کے ڈرامے بلا اجازت چھاپنے والے پبلشروں نے ان ڈراموں کے ساتھ بڑی بدسلوکی کی ہے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ جو مکالمے یا حصے ان کی سمجھ میں نہیں آئے، ان کو اپنی طرف سے لکھ دیا ہے بلکہ اکثر ان کے ہندی ڈراموں کو کسی اچھے ہندی جاننے والے سے مشکل اور سنسکرت آمیز ہندی میں منتقل کروا کر چھاپا ہے۔ اس تعلق سے بنارس کے ٹھاکر پرساد اینڈ سنز کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جو آغا حشر کی ناک کے نیچے یہ کام دھڑلے سے کر رہے تھے۔ آغا حشر نے ذاتی طور پر کبھی اس جانب توجہ نہیں دی۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آغاحشر کے جعلی ایڈیشن چھاپنے والے پبلشرز اپنے منشیوں کو آغا حشر کے لکھے ڈرامے دیکھنے کے لیے بھیجا کرتے تھے، جہاں سے وہ اس کے مکالمات نوٹ کر لاتے تھے۔ یہ کام ایک ساتھ ایک سے زائد منشیوں سے کروایا جاتا تھا۔ بعد میں ان کی تحریروں کو ترتیب دے کر اور جو حصے ان کی سمجھ میں نہیں آتے تھے ان میں حسب ضرورت اصلاح کر کے یا انھیں اپنی طرف سے ازسرنو لکھ کر ڈراما شائع کردیا جاتا تھا۔ اصلاح و ترمیم کا یہ کام عموماً وہی منشی انجام دیتے تھے جنھیں نمائش کے دوران ان ڈراموں کی نقل کے کام پر مامور کیا جاتا تھا۔

۱۱۔ آغا حشر نے اپنے ہندی ڈراموں کے لیے جو گانے لکھے ہیں ان میں بیش تر فارسی وزن اور بحروں کا استعمال کیا ہے۔ البتہ جہاں جہاں انھوں نے لوک گیتوں، دوہوں یا موسیقی کی لوک دھنوں کو اپنایا ہے وہاں فطری طور پر عروضی ڈھانچہ بھی ہندوستانی ہوگیاہے۔ انھوں نے بعض ہندی الفاظ کو ان کے رائج عوامی تلفظ کے مطابق استعمال کیا ہے۔

۱۲۔ یہ معاصر ماحول میں رچی بسی انگریزی زبان کے اثرات کا نتیجہ ہے یا پھر شعوری طور پر ایسا کیا گیا ہے کہ عمومی بات چیت کے مکالموں میں آغا حشر

نے حال استمراری (Present Imperfect) کی بجائے حال قریب (Present Indefinite) کا استعمال کیا ہے۔ حالانکہ اردو میں انگریزی کے اس صیغے (Tense) کا استعمال کم ہی ہوتا ہے۔ اردو میں عام طور پر 'وہ جاتا ہے' کے بدلے 'وہ جا رہا ہے' کا پیرایہ بیان زیادہ مقبول ہے۔ اور جب 'وہ جاتا ہے' کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے عادت کے اظہار کا کام لیا جاتا ہے۔ یعنی ایسی جگہوں پر اس کا مفہوم 'وہ جایا کرتا ہے' ہو جاتا ہے۔ اس کا امکان ہے کہ آغا حشر نے ڈرامے میں ایک مصنوعی فضا قائم کرنے کے لیے یہ انداز بیان اختیار کیا ہو۔

اس کلیات کی ترتیب کے دوران ہمیں مسلسل اردو کے معتبر محقق پروفیسر حنیف نقوی صاحب، سابق صدر، شعبہ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی کی رہنمائی حاصل رہی ہے۔ ہم ان کے احسان مند ہیں۔ اگر ان کی خاص توجہ نہ ہوتی تو شاید یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ ہی نہ پاتا۔ مسودوں کی تلاش، چھان بین اور انھیں ایک دوسرے سے مربوط کرنے میں خانوادہ حشر کی تیسری نسل سے تعلق رکھنے والے جناب آغا نہال احمد شاہ کاشمیری نے جس طرح ہماری مدد کی ہے، اس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

آغا حشر نے اردو ڈرامے کو کیا دیا اس کا تجزیہ خاطر خواہ طریقے سے نہیں ہوسکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنے ڈراموں کی اشاعت یا مسودوں کے تحفظ میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ وہ اسٹیج کے عاشق تھے اور ہر ڈرامے کو اسٹیج تک پہنچا کر مطمئن ہوجاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بازاری و کاروباری نوعیت کی بعض غیرمصدقہ اشاعتوں سے قطع نظر یہ ڈرامے اپنی اصل شکل میں کبھی منظر عام پر نہیں آسکے۔ اب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان۔ نئی دہلی انھیں باضابطہ طور پر شائع کر رہی ہے تو یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اکیسویں صدی میں اردو ڈرامے کو آغا حشر

کی دین پر خاطر خواہ گفتگو ہو سکے گی۔ اس کام کے لیے کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ صاحب اور دیگر اراکین بالخصوص ڈاکٹر روپ کرشن بھٹ اور ڈاکٹر رحیل صدیقی کا مشکور ہوں کہ انھوں نے ہر طرح سے تعاون کیا۔

بنارس | مرتبین
31/اکتوبر 2003

بلوا منگل

بلوا منگل

(بھَکت سور داس)

1914

بلوا منگل (1914)

اس ڈرامے کے زمانہ تصنیف کے بارے میں محققین میں خاصا اختلاف ہے۔ کوئی اسے 1915 کی تصنیف قرار دیتا ہے تو کوئی 1916 کی۔ لیکن آغا حشر نے یہ ڈراما اپنی دوسری کمپنی شیکسپیر تھیٹریکل کمپنی کے لیے 1914 میں اس وقت لکھوایا تھا جب کلکتہ کے ریلوے پلیٹ فارم پر پھسل کر گر پڑنے کے بعد ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور وہ بستر علالت پر تھے۔ یہ واقعہ 1914 کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا سال تصنیف بھی یہی ہے۔ اسے لکھتے وقت آغا حشر کی نظر میں غالباً کلکتہ کے وہ مارواڑی ہندو نوجوان تھے جو ان کے ڈرامے بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے۔ ہندی زبان اور ہندو دھرم کو موضوع بنا کر لکھا گیا یہ ان کا پہلا ڈراما ہے، جسے پہلی بار ان کے چھوٹے بھائی آغا محمود شاہ کاشمیری کی ہدایت میں اسٹیج کیا گیا تھا۔ ہندی میں آغا حشر کی اس پہلی کوشش کو لوگوں نے کافی سراہا جس کے نتیجے میں ان کے لیے ہندی زبان میں مزید ڈرامے لکھنے کی راہیں استوار ہوئیں۔ مختلف اوقات میں اسے 'بھکت سورداس' اور 'بلوا منگل' یا 'بلومنگل عرف بھکت سورداس' کے نام سے بھی کھیلا گیا۔

آغا حشر کے ذخیرے سے اس ڈرامے کے دو قلمی نسخے اور ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا ہے اور یہ تینوں اردو رسم خط میں ہیں۔ دونوں قلمی نسخے مجلد کاپی میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ڈرامے کے پہلے صفحے پر 'ڈرامہ بلوا منگل عرف بھکت سورداس' اور اسے کھیلنے والی کمپنی کا نام 'دی گریٹ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ' درج ہے۔ اس مسودے میں صفحات کے نمبر بھی پڑے ہوئے ہیں جو سرورق چھوڑ کر ایک سے 112 تک ہیں۔ آخری صفحے پر 18 مئی 1953 کی تاریخ درج ہے۔ ظاہر ہے کہ مسودے میں مذکور کمپنی

میں یہ ڈراما اس تاریخ کے آس پاس کھیلا جارہا ہوگا۔ مسودے میں کاتب کا نام کہیں موجود نہیں لیکن اس کے پہلے صفحے پر اس ڈرامے کے پہلے ہدایت کار آغامحمود شاہ کے دستخط ہیں، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسودہ ان کی نگرانی میں تیار ہوا ہوگا یا اسے انھوں نے خود دیکھا ہوگا۔ یہ اس ڈرامے کا معتبر ترین نسخہ ہے اور کلیات میں مشمولہ متن اسی نسخے کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے۔

دوسرا قلمی نسخہ آغا جانی کا لکھا ہوا ہے جنھوں نے کئی دوسرے ہندی ڈراموں کے مسودے بھی تیار کیے ہیں۔ یہ مسودہ خوشخط لکھا ہوا ہے، لیکن اس میں صفحات کے نمبر درج نہیں ہیں۔ آغا جانی کی ہندی کمزور معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جا بہ جا الفاظ کا املا غلط ہے اور جہاں جو لفظ ان کی سمجھ میں نہیں آیا ہے وہاں انھوں نے اپنی طرف سے کوئی مناسب لفظ لکھ دیا ہے، اس لیے مشمولہ متن کی تیاری میں اس سے کوئی مدد نہیں لی گئی ہے۔ اس مسودے کے آخر میں اختتام کتابت کی تاریخ 30 جنوری 1984 درج ہے۔

اس ڈرامے کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی موجود ہے جسے جے ایس سنت سنگھ اینڈ پبلشرز، تاجران کتب، لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ بھی اردو رسم خط میں ہے۔ اس کے سرورق پر ڈرامے کا نام 'پہلا پیار عرف بلوا منگل سورداس' درج ہے۔ ظاہر ہے اس کا پہلا ٹکڑا 'پہلا پیار' غلط ہے۔ متن کی تیاری کے دوران جہاں جہاں اصل مسودے کی تحریر کو سمجھنے میں دقت آئی ہے وہاں اس مطبوعہ نسخے سے بھی مدد لی گئی ہے۔

کردار

پُرش پاتر:

1۔	بلوا منگل	رام داس کا لڑکا۔ چنتامنی کا عاشق۔ کرشن بھکت
2۔	رام داس	ایک مالدار برہمن
3۔	نگر سیٹھ	ایک مالدار ہندو
4۔	سوبھاگیہ چند	ساہوکار۔ چنتا منی کا عاشق
5۔	کرشن	ساکشات بھگوان
6۔	شنکر	کرشن کا بھکت
7۔	شونگری	سادھو
8۔	تماش بین۔ طبلچی۔ سارنگی نواز۔ سیوک آدمی	

استری پاتر:

1۔	چنتامنی	بلوا منگل کی پریمکا۔ کرشن کی بھکت
2۔	رمبھا	بلوامنگل کی پتنی
3۔	بھاگیرتھی	نگر سیٹھ کی پتنی
4۔	نائکہ	چنتا منی کی ماں
5۔	چمیلی۔ چمپا۔ سروجنی۔ سیوکائیں	

باب پہلا — سین پہلا

پہاڑی جنگل

(شنکر کا استوتی گان)

شنکر: کوٹی مارتنڈ، منزوی منڈت۔ مکٹ کریٹ کنڈل کلت الکاولی بھجے گئی۔ پنچن پرتیکش ملکتامل تربھنگ انگ رنگ جری کے پیٹ پٹن پالن اولھے گئی۔ جھلک جھلاملی۔ سوبھا جھانکی۔ سو جھپا کے چت تے نکل میرے درگن ہے گئی۔ درگن تے دور من۔ من تے تمام تن۔ تن نے تنکش روم روم چھی بچھے گئی۔

(پرتھوی کے گولے کا پھٹنا۔ شری کرشن کا بانسری بجاتے ہوئے رادھا کے ساتھ درشن دینا۔ گوپیوں کا سر پر گھڑا رکھے ہوئے آنا۔)

گوپیاں: (گانا)

گگری بھرن چلو بانکی رسیلی
نوکیلی۔ چلو بانکی ادا البیلی ری۔
پیاری سہیلیاں مل کر ہم تم۔
نیناں تیر چلاوے۔ چھیلا من آنند پاوے۔
گوری گوری بانہہ۔ مورے گر ڈالے رے۔ گر ڈالے رے۔
موہے چھتیاں لگاوے رے۔ لبھاوے چت چراوے۔
بچن نبھاوے۔ پریم رس پلاوے۔

گگری بھرن چلو بانکی رسیلی...

(گوپیوں کا گاتے ہوئے جانا)

شنکر: (کھڑے ہوکر) تربھون ناتھ۔ ؎

وید، گیتا، اپنشد دکھلا رہے ہیں ستیہ مارگ
دھرم نیتی کہہ رہی ہے پاپ سے بچ دُکھ سے بھاگ
آنکھ اور بدھی بھی سمجھاتے ہیں یہ جل ہے یہ آگ
کہتا ہے انتہ کرن بھی اس کو لے اور اس کو تیاگ
بار بار اوتار دھارن کررہے ہیں آپ بھی
پھر بھی کیا کارن کہ جگ میں دُکھ بھی ہے اور پاپ بھی

کرشن: برہم پُتر۔ اس مایا روپی سنسار میں دکھ کا کارن منشیہ کی منوکامنائیں ارتھات اس کے کرم ہیں۔ جیسے مکڑی اپنے اندر سے نکالے ہوئے جالے میں آپ ہی پھنس جاتی ہے اور جب تک اس کے جالوں اور تنے ہوئے جال کو توڑا نہ جائے، چھٹکارا نہیں پاتی ہے۔ ویسے ہی یہ سنسار جب تک موہ، لوبھ، تیرا میرا کے بندھنوں کو توڑ کر برہم نشٹھ ہونے کا یتن نہیں کرے گا۔ وہاں تک نرنتر کشٹ اٹھاتا رہے گا۔ جب تک چھوٹی بڑی لہروں سے ہزاروں پرکار کی کرم دھارا نشکام ہوکر چت روپی سمدر میں شانت نہ ہوجاوے گی وہاں تک جیون کا جہاز انت کال تک دُکھ کے بھنور میں ڈگمگاتا رہے گا۔ ؎

من کے چکر میں ہیں جب تک آفتیں مٹتی نہیں
کرم آدھین آتما کی بیڑیاں کٹتی نہیں
شانتی، آنند، سکھ سنتوش کا پرکاش ہو
کام، کرودھ اور موہ، لوبھ ان چار کا جب ناش ہو

شنکر: کرونا سندھو۔ جگت کی ایسی کنگال دشا دیکھ میرے من میں ایسا بھاو اُتپن ہوتا ہے کہ پرتھوی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگاؤں اور گیان

اُپدیش دے کر بھولی بھٹکی آتماؤں کو موکش کا راستہ دکھاؤں۔ ۔

ہائے ہائے دکھ سے کریں کیچ میں بھیک
سُکھ کے سادھن سینکڑوں گرہن کریں نہ ایک
امرت دھارا بہہ رہی پاس نہ وا کے جائیں
یمنا تیر کھڑے ہوئے پیاس پیاس چلائیں

کرشن: شنکر۔ یہ جگت کیول کرم بھومی نہیں، بھوگ بھومی بھی ہے۔ یہ سنسار ایک کھیتی ہے جس میں منشیہ پچھلے جنم کا بویا ہوا اس جنم میں کاٹتا اور آنے والے جنم کے لیے نئے بیج بوتا ہے۔ یہاں ہر کاریہ کا ایک کارن ہوتا ہے۔ کیا جب تک آگ، تیل، روئی یہ سب وستوئیں ایکترت نہ ہوں، تمھارے لیے اتنا کہہ دینے سے کہ پردیپ ہوجا، دیپک پرجولت ہوسکتا ہے۔ کیا جب تک بھومی، بیج، اجالا، پانی یہ سارے پدارتھ اکٹھے نہ ہوجائیں تمھارے ان دو شبدوں سے کہ ''اُگو اور پھلو'' برکش اُگ سکتا ہے؟ پھول پھل دے سکتا ہے۔ تم بگڑے، ہوئے کو بنانے کے لیے ایک نہیں ایک لاکھ اپدیش دو، پرنتو جب تک اس کے بننے اور سدھرنے کے کاریہ ایکتر نہ ہوجائیں، وہاں تک اس کا بھول سے نکل کر سیدھے مارگ پر آنا اسمبھو ہے۔ کارن کہ یہاں ہر بات کرم انوسار ہے۔ ۔

ایک آہ کرے، اک واہ کرے، اک ہنستا ہے، اک روتا ہے
جو کرم میں ہے وہ ملتا ہے، جو کرم کرے سو ہوتا ہے

شنکر: پربھو یہ ستیہ ہے۔ پرنتو جب بھٹی میں تپا ہوا لوہا بھی جس دستو کے ساتھ سپرش ہوتا ہے تو اس میں ایک نیا بھاو اتپن کر دیتا ہے۔ تو پھر آپ کے ست سنگ، سیوا اور بھکتی کے پرتاپ سے میرا بویا ہوا بیج بھی اوشیہ پھل دے گا۔ مجھے نشچے ہے کہ میرا ایک ہی اُپدیش دُراچاریوں کا دچار بدل دے گا۔ ۔

ہے بڑی شکتی بڑا بل، ست بچن، ست سنگ میں
رنگنے والا ہو تو سب کو رنگ دے اک رنگ میں

کرشن: اچھا اگر تمھارا ایسا ہی وچار ہے تو میرے ساتھ آؤ۔ بلوامنگل نامی ایک برہمن پتر، جو چنتامنی نام کی ویشیا کے اپوتر پریم میں پھنس کر اپنا کرم دھرم سب کچھ نسٹ کر رہا ہے، اُس سے تم کو ملاتا ہوں۔ تمھارے گیان بل اور اپدیش کی شکتی کو آزماتا ہوں۔

شنکر: لے چلیے بھگوان لے چلیے۔ آپ کے پرتاپ سے دوسروں کے کشٹ ہرنا کوئی کٹھن کام نہیں۔ یدی آپ کے بھکت نے اس بگڑے ہوئے برہمن کو ایک ہی اُپدیش میں نہ سدھار دیا تو شنکر نام نہیں۔

آنکھ بند مُتی مند ہے، اندھا سب سنسار
وِش کا پیالہ ہاتھ میں امرت کرے وچار
جن نیناں سوجھے نہیں برے بھلے کا بھید
مستک کے دو گھاو میں بھو نیچے دو چھید

باب پہلا — سین دوسرا

رام داس کا کھون

(شنکر اور کرشن کا آنا)

شنکر: دیاندھے۔ یہ بھون تو کسی بڑے بھاگیہ شالی پُرش کا جان پڑتا ہے۔

کرشن: ہاں پٹکے کمرے میں باندھے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑنے والے کرم چاری، گھونگھٹ نکالے ہوئے داسیاں، چاندی کے پاتروں میں رکھے ہوئے بھوجن، پھولوں سے سجی ہوئی سیج، ریشمی وَستر، امولیہ آبھوشن، من مانک مکتا، یہ سب کچھ اُپستھت ہے۔ پرنتو وہ دستو جو نہ ترکے میں پراپت ہوتی ہے، نہ مول لی جاسکتی ہے۔ نہ اُدھار ملتی ہے، نہ پہاڑ کھودنے اور سمندر متھنے سے ہاتھ آتی ہے۔ وہ اس گھر میں کسی کے پاس نہیں ہے۔

شنکر: پربھو وہ کیا؟

کرشن: شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔ بوڑھا باپ مرن سیج پر تڑپ رہا ہے۔ استری بلک رہی ہے۔ گھر بھر رو رہا ہے اور کپوت بیٹا بیماری میں پتا کی سیوا کرنے کے بدلے ویشیا کے گھر جانے کو دیاکل ہورہا ہے۔

شنکر: ارے۔ رر۔رے۔ جب تو سب سے پہلے یہ برہمن پتر میرے اپدیش کا پریوجن ہے۔

کرشن: وہ دیکھو اپنی دھرم پتنی کو لیٹی ہوئی راکشسنی سمجھ کر اپنے سے دور کرتا ہوا وہی ادھم برہمن سامنے سے آرہا ہے۔

شنکر: شوک۔ شوک۔ مہاشوک۔ ایک اُتم برہمن کا لال۔ اس کی یہ دشا۔ یہ چال۔

کرشن: برہمن ہو یا شتری۔ ویشیہ ہو یا شودر۔ مگر جن بچوں کو بال اوستھا میں لاڈ پیار سے پال کر بگاڑ اورست سنگ سے دور رکھا جائے گا ان کا یہی پرینام ہے۔ اچھا آگے بڑھو۔ اس سے ملادینا میرا کام تھا۔ اب اس کو اُپدیش دے کر سدھارنا تمھارا کام ہے۔

شنکر: پربھو۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے اور برہمن کو برہمن ہی ٹھیک کرسکتا ہے۔ بس اب آپ نشچے کرلیں کہ وہ سدھر گیا۔ اِدھر میں نے اُپدیش منتر پڑھا، اُدھر اس کے سر پر چڑھا ہوا بھوت اُتر گیا۔

(کرشن اور شنکر کا جانا۔ رمبھا اور بلوا منگل کا آنا)

بلوامنگل: بھول جاؤ۔ بھول جاؤ۔ روتے اور کڑھتے ہوئے جینا نہیں چاہتی ہو تو مجھے بھول جاؤ۔

رمبھا: بھول جاؤں؟

بلوا منگل: ہاں۔

رمبھا: کیسے؟

بلوامنگل: مجھے۔

رمبھا: اپنے پران پیارے کو؟

بلوامنگل: ہاں۔ تیاگ دو۔

رمبھا: سنسار ساگر میں ترانے والے سہارے کو؟

بلوا منگل: چھوڑ دو۔

رمبھا: جیون یاترا کی اندھیری راتوں میں راستہ بتانے والے تارے کو۔

بلوا منگل: تمھیں ایسا کرنا ہوگا۔

رمبھا: ایک ہندو استری ایسا کبھی نہیں کرسکتی۔ پیاس سے مرتے ہوئے کو سونے کے کٹورے میں امرت رس نہ دو۔ کیول اس کے سوکھے ہوئے گلے میں پانی

کی دو بوندیں ہی ٹپکا دو۔ وہ اسی سے جی جائے گی۔ بہت زیادہ نہیں مجھے محبت کی اچٹتی ہوئی نظر سے دیکھ لیا کرو۔ میں اُسی سے خوش ہوجاؤں گی۔

بلوامنگل: رمبھا تم سندر ہو۔ اتی سندر ہو۔ سنگیت، کویتا اور چتر کاری ان تینوں کے سمبندھ سے جو سندر سے سندر وستو اتپن ہوسکتی ہے، اس سے بھی ادھک سندر ہو۔ پرنتو میں تمھیں پیار نہیں کرسکتا۔ سوریہ کی طرح تیجسوی چندرما کی طرح پرکاش مان، بھارت کی طرح مانیہ اور گنگا کے سمان پوتر ہو۔ پھر بھی میں تمھیں پیار نہیں کرسکتا۔

رمبھا: پرنتو کیوں؟

بلوا منگل: نہیں جانتا۔

رمبھا: کارن؟

بلوامنگل: نہیں جانتا۔

رمبھا: پھر بھی؟

بلوامنگل: اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ تم پیار کے لیے بنائی گئی ہو مگر تم سے پیار نہیں کیا جاتا۔ میں پیار کرنا چاہتا ہوں۔ مگر پیار نہیں کرسکتا۔ برہمن پُتری پیار نہیں کرسکتا۔

رمبھا: اس کا کارن؟ کیا میں نے اپنے کسی وچار یا ویوہار سے ہندو دھرم اور استری جاتی کو کلنک لگایا ہے۔ کیا تم نے مجھ میں کوئی عیب پایا ہے۔

بلوامنگل: سوریہ میں تیج کے ساتھ گرمی ہے۔ پرنتو چاند میں ٹھنڈک کے ساتھ دھبہ ہے۔ پھول میں سگندھ کے ساتھ کانٹا ہے۔ مگر تم میں اسی کلنک کے سوا کہ نش کلنک ہو اور کوئی کلنک نہیں ہے۔ پھر بھی میں تمھیں پیار نہیں کرسکتا۔ برہمن پُتری تمھیں پیار نہیں کرسکتا۔

رمبھا: یدی تم میری پرواہ کرتے ہو تو پھر یہ بتاؤ کہ اس سنسار میں میرے لیے اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔

بلوا منگل: میرے سوا اور سب کچھ۔

رمبھا: مگر میرا سب کچھ تو صرف تم ہو۔ دیکھو ادھر دیکھو۔ جس پرکار یہ پرتھوی اپنے سارے نگروں، پروتوں اور سمندروں کو ساتھ لیے ہوئے سوریہ دیوتا کے گرد گھوم رہی ہے، اسی پرکار میری آتما بھی اپنی ساری اچھاؤں اور کامناؤں کے ساتھ تمھارے اِردگرد چکر لگا رہی ہے۔ جب تم ہنستے ہو تو اس میں سے دن نکل آتا ہے اور جب منہ پھیر لیتے ہو تو رات ہوجاتی ہے۔ ؎

سکھ بھی اور چین بھی تم ہو قرار بھی تم ہو
میرا آدھار بھی تم ہو سنگار بھی تم ہو
جو تم ہو میرے تو سارا جہاں میرا ہے
وگرنہ کچھ بھی نہیں ہر طرف اندھیرا ہے

بلوا منگل: رمبھا۔ استری دنیا کی شکتی ہے۔ اور استری کی شکتی وہ آنسو ہیں جو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے نکل کر رنج سے سفید پڑگئی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں کو دھوتے اور اشانت دکھ سے اچھلتے ہوئے سینے پر پڑے ہوئے آنچل کو بھگو دیتے ہیں۔ پرنتو ان آنسوؤں کا ایک اَبلا کے آنسوؤں کا کس پر اثر ہوتا ہے۔ اس پر جس کے پاس دل ہے۔ آنکھ ہے۔ دھرم ہے۔ دَیا ہے۔ پرنتو بلوامنگل کے پاس، چنتامنی کے ہاتھ اپنے آپ تک کو ہار گئے ہوئے برہمن کے پاس اب کیا ہے ؎

اُس سے مل کر کھوگیا میں، میری بدھی، میرا بَل
جیسے گُم دریا میں ہو برسات کا اک بوند جل
میرا کہنا ہے کہ بیٹھ اب، دل کا کہنا ہے نکل
میں یہ کہتا ہوں نہ چل اور پاؤں کہتے ہیں کہ چل
ریلتا ہے جب کوئی بڑھ کر پلٹ آتا ہوں میں
ایک شکتی ہے جدھر کھینچے اُدھر جاتا ہوں میں

رمبھا: نہیں ایسا نہ کہو۔ ایسا نہ کرو۔ میں تمھیں سنسار ملنے پر بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ تم میرے مالک ہو۔

بلوامنگل: مگر جسے ایک سندر ویشیا نے اپنا داس بنا لیا ہے۔

رمبھا: تم میرے زیور ہو۔
بلوامنگل: جو ایک رنڈی کے یہاں گروں پڑا ہوا ہے۔
رمبھا: میرے دھرم ہو۔
بلوامنگل: مگر بگڑا ہوا۔
رمبھا: میرے نصیب ہو۔
بلوا منگل: مگر پھوٹا ہوا۔
رمبھا: میری آشا ہو۔
بلوا منگل: مگر ٹوٹی ہوئی۔
رمبھا: میری دنیا ہو۔
بلوا منگل: مگر اُجڑی ہوئی۔
رمبھا: دَیا۔ دَیا۔ اِن آنسوؤں پر، ان جڑے ہوئے ہاتھوں پر دیا ۔

جھڑک دو جب بڑھوں آگے چھڑالو مجھ سے ہاتھ اپنے
اسی دن کے لیے کیا بیاہ کرلائے تھے ساتھ اپنے

بلوامنگل: ـ

نہ اب ہیں یاد وہ وعدے، نہ وہ قسمیں، نہ وہ رسمیں
نہ میں وہ ہوں، نہ وہ دل ہے نہ من بس میں نہ دل بس میں
کہیں قابو نہیں چلتا رہوں بن میں کہ میلے میں
وہ تنکا ہوں بہا جاتا ہے جو پانی کے ریلے میں

(بلوامنگل کا ہاتھ جھٹک کر جانا۔ سہیلیوں کا آکر رمبھا کو اٹھانا اور گانا)

موری پیاری۔ جی نہ کڑھا، دل کو سنبھال تو۔
پیاری ناحق شوک نہ پال تو۔

باب پہلا— سین تیسرا

(چنتامنی کا گھر)

میراثی 1: کہو یار۔ بڑی بائی جی کیا کر رہی ہیں؟

میراثی 2: پیارے۔ چھوٹی بائی جی کو سان پر چڑھا رہی ہیں۔

میراثی 1: یعنی چھری کو دھار دے کر تلوار بنا رہی ہیں۔

میراثی 2: ہاں۔ دھار نہ دی جائے گی تو سیٹھ ساہوکاروں کے گلے کیسے کٹیں گے۔ روٹھنا، جھینپنا، ٹھمکنا، ٹھنڈی سانسیں بھرنا، انگڑائی کے بہانے گدرائے ہوئے جوبن کا ابھار دکھانا، دانتوں کے تلے انگلی دبا کر کسمسانا۔ جھک کر پان دیتے وقت چونکنا اور تیوری چڑھی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ بدن سمیٹ کر پیچھے ہٹ جانا۔ کبھی آنکھوں میں آنسو بھرلانا، کبھی منہ پھیر کر مسکرانا۔ غرض تماش بینوں کو پھانسنے کے لیے جتنے گھر گھاٹ اور جتنے چونکے ہیں سب بتا دیے اور سب بتا کر چھوڑیں گی۔ دیکھ لینا تھوڑے ہی دنوں میں چھوٹی بائی جی بھی پتھروں سے پانی نچوڑیں گی۔

میراثی 1: مگر یار یہ برہمن کا خوبصورت لونڈا بلوامنگل تو گوند کی طرح بے ڈھب چپک گیا ہے۔ اگر کبھی گھستا دے کر بائی جی کو لے اُڑا تو بڑا ہی گھاٹا رہے گا۔ مانگ کھانے کا ٹھیکرا ہی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

میراثی 2: اَجی ایسا ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ کوئی اور گھر ڈھونڈھ نکالیں گے۔ ایک پنچھی اُڑگیا تو دوسرا جانور پال لیں گے۔ (آواز دینا) ماتا دین۔ ابے او ماتا دین۔

نائکہ: (اندر سے) کیا ہے کیا ہے استاد جی۔ ماتادین تو گھر میں نہیں ہے۔

میراثی 1: اجی بائی جی الجون منگائی تھی۔
نائکہ: ٹھہرو میں لے آتی ہوں۔

(پہلے نائکہ پھر تماش بینوں کا آنا)

سوبھاگیہ چند: رام رام نائکہ ذی رام رام۔
نائکہ: پدھارے پدھارے۔ بہت دنوں میں کرپا کی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ لوگ ہمیں بھول ہی گئے۔
سوبھاگیہ چند: ارے تم تو شرگ کی لپٹرا ہو لپٹرا۔ تمھارے کو تو ہم نرک میں بھی نہیں بھول سکتے۔
تماش بین 1: پرنتو چندر بھاگا بائی جی۔ آج گھر میں اندھیرا کیوں ہو رہا ہے۔ چھوٹی بائی جی کہاں ہے چھوٹی بائی جی۔
سوبھاگیہ چند: (ارے ہاں۔ یہ تمھارے سانجھ کا بہی کھاتا تو کھل گیا۔ پرنتو ابھی تک اشلی رقم کا پتہ نہیں ہے۔
نائکہ: وہ بھی آتی ہے۔ پرنتو آگیا کیجیے مول چند تو آپ کی سیوا میں موجود ہے۔
سوبھاگیہ چند: ارے مول تو ہے۔ ہم تو بیاج کے لالچ میں یہاں آئے ہیں۔
نائکہ: ابھی بلاتی ہوں۔ (پکارنا) چنتا منی۔ او بیٹا چنتا منی۔
سوبھاگیہ چند: ارے او چنتامنی۔
نائکہ: (آواز دینا) چنتامنی او بیٹا چنتامنی۔
چنتامنی: (اندر سے) آئی ماتا جی۔
نائکہ: (چنتا منی کو آتے دیکھ کر) آرہی ہے۔
چنتا منی: بابو صاحب سلام۔ بندگی۔ رام رام۔
سب تماش بین: رام۔ رام۔ رام۔ رام۔
چنتا منی: سیٹھ جی بندگی۔
سوبھاگیہ چند: بندگا۔

تماش بین 1: سیٹھ جی یہ بندگا کیا ہے۔
سوبھاگیہ چند: ارے رانڈ کا۔ یہ بندگی کے گھر والا ہے جو بندگی کے بگل میں رہتا ہے۔
چنتامنی: اے ہے۔ سوبھاگیہ چند سیٹھ۔ میں جانتی تو ہیرے کے کڑے کی فرمائش ہی نہ کرتی۔ آپ نے تو اس دن سے درشن ہی دینے چھوڑ دیے۔
سوبھاگیہ چند: ارے ہیرے کا کڑا کیا تمھارے لیے توزان تک حاضر ہے۔ پرنتو میں نگین داس کی شاش کے ساتھ کاشی یاترا کو چلا گیا تھا۔
چنتامنی: کاشی یاترا کو گئے تھے۔ جب تو گنگا جی میں سارے ہی پاپ دھل گئے ہوں گے۔
سوبھاگیہ چند: ہاں۔ وہ سارے پاپ تو دھل گئے اور اب تمھارے یہاں نیا پُن زماں کرنے آئے ہیں۔
تماش بین۱: اچھا اب کچھ چہکاریے۔
تماش بین ۲: ہاں گروجی۔ طبلے پر تھاپ ماریے۔
سوبھاگیہ چند: گِد۔ کَن۔ دھا۔ گِد۔ گن۔ دھا۔

(بلوا منگل کا آنا)

بلوامنگل: پریم پریم پریم۔ سب اس سے پریم کرتے ہیں۔ سب بلوا منگل ہیں۔ دنیا اس کی جیوتی سے درپن کی طرح چمک رہی ہے اور اس میں، میں ہی میں ہر طرف ہی میں..... میں نے کہا۔ سیٹھ جی بندگی۔
سوبھاگیہ چند: (آہستہ سے) ہائے ہائے یہ رانڈ کا کیدھر شے آگیا۔ اب اس چٹپٹے کچالو کے شامنے اِس ابلے ہوئے بینگن کو کون پوچھے گا..... ہاں بائی جی.....

(چنتا منی کا گانا)

سجنو۔ بیری ہوگئے ہمار
چٹھیا ہو تو سب سوں بانچے۔ کرموں کو کون بانچے ہمار۔

سارنگی والا:۔

دل کی بے تابی سے کہتا ہوں کہ پیارے آرے
عشق کھینچے ہیں مرے سینے پہ آرے، آرے

طبلچی:۔

کل ترے حسن پہ کس کس نے نظارے مارے
آج وہ جان سے جاتے ہیں بچارے سارے

سجنو بیری ہوگئے ہمار
نیا ہو تو سب کوئی کھیوے۔ عمر یا کون کھیوے ہمار۔

(شنکر کا پرویش)

سب تماش بین: واہ۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔

شنکر: بھائیو۔ کیا ایک کنارے بیٹھ کر آپ کے آنند میں یہ غریب برہمن بھی تھورا بھاگ لے سکتا ہے۔

سوبھاگیہ چند: ارے یہاں کہاں مرتا ہے۔

تماش بین 1: برہمن دیوتا۔ پوتھی۔ پران۔ کتھا۔ ویاکھیان۔ چھوڑ کر یہاں کہاں ٹپک پڑے۔

تماش بین 2: ارے باڑی بائی جی سے کچھ دان دکشنا مانگنے آیا ہوگا۔

تماش بین 1: مگر مدت ہوئی کہ بڑی بائی جی نے تو دان دکشنا دینا ہی بند کردیا ہے۔

شنکر: ادھر سے جاتے ہوئے مردنگ مجیرے کی آواز کے ساتھ کویل کنٹھ کی للکار اور واہ واہ کی پکار سن کر میں یہ سمجھا کہ بھکت منڈلی میں ہری بھجن ہورہا ہے۔ اس پتو من للچایا اور آپ جیسے ہری جنوں کے درشن کا لابھ اٹھانے کے لیے یہاں چلا آیا۔

تماش بین 2: برہمن دیوتا۔ بھکت منڈلی تو متھرا نگری میں جمنا جی کے کنارے بیٹھ کر ملھار گا رہی ہوگی۔ یہاں توچنتا منی کا گانا ہورہا ہے۔ چنتا منی کا۔

شنکر: کرشن چنتا منی کا نا۔ یہی تو میں بھی سمجھا تھا۔ واہ واہ۔ دھنیہ واد۔ دھنیہ واد۔

سوبھاگیہ چند: دھنیہ واد۔ دھنیہ واد... دھنیہ واد۔

تماش بین 1: برہمن مہاراج۔ کیوں بھنگ ونگ پی کر تو نہیں آئے ہو۔ بھلا ہم پریم نگر واسیوں میں برج واسی کرشن کا کیا کام ہے۔ چنتامنی تو اس نائکہ کے گھر میں جنم لینے والی اس مدھر موہنی کا نام ہے۔

شنکر: ہری ہر۔ ہری ہر۔ بھارت نواسی اور ان کے ہاتھوں ہندو دھرم کی ایسی ستیاناسی۔ ہندودھرم، ہندو ورن، ہندو نام دھارتے ہوئے، اور پھر جس اُپادھی سے برج بہاری گووردھن دھاری شری کرشن مراری کو یاد کیا جاتا ہے، اُس نام سے ایک نرلج ویشیا کو پکارتے ہو۔ (کبت)

یہ نین کے سین سے سو دکھ دے، وہ سو دکھ ایک نجر سے ٹاریں
پار کو یہ منجدھار ڈبا دے، وہ نرادھار کو پار اتاریں
متر کو یہ شترو سمجھیں۔ وہ شترو کو بھی متر بچاریں
کال کہاں۔ نند لال کہاں۔ یہ دھرم ہرے وہ جنم سدھاریں

سوبھاگیہ چند: پرنتو۔ بھٹ جی۔ چنتامنی کے نام سے نہ پکاریں تو پھر کس نام سے پکاریں۔ کیا نانی۔ کاکی۔ پھوپھی۔ ماسی کے نام سے پکاریں۔

شنکر: چنتامنی نہیں۔ چنتامنی کہو۔ چتامنی۔

سوبھاگیہ چند: یہ کیوں؟

شنکر: کیونکہ یہ تمھارے دھن اور بدھی کو سوارتھی پریم کی چتا میں ڈال کر اگنی روپی سوروپ سے بھسم کر رہی ہے۔

چنتامنی: اے واہ۔ یہ مرن جوگا تو بڑا منہ پھٹ ہے۔

سوبھاگیہ چند: ہاں بڑا منہ پھٹ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔

شنکر: یدی چتامنی بھی نہیں کہنا چاہتے ہو تو کیول چنتا کہو۔

سوبھاگیہ چند: پرنتو کیوں؟

شنکر: کیونکہ جس پُرکار۔ سوچ اور چنتا لکڑی میں لگی ہوئی دیمک کی طرح منشیہ کے جیون اور جوانی کا ستیاناس کر ڈالتی ہے۔ اسی طرح یہ ویشیا بھی جونک کی

طرح جس کو لپٹی، اس کے کرم دھرم دھن دھام سب کا تھوڑے ہی دنوں میں سواہا کر دیتی ہے۔ ؎

چنتا چتا سا کھیا تو بندو ماترم وششیتے
سجیوم دہتی چنتا نرجیوم دہتی چتا

کیوں کیا سمجھے۔ کیوں کیا سمجھے۔

تماش بین 1: اگر ہم ایک شبد بھی سمجھے ہوں تو ہم سے پرماتما سمجھے۔

سوبھاگیہ چند: ارے ہم شب سمجھ گیا۔

تماش بین 1: کیا۔

سوبھاگیہ چند: کچھ بھی نہیں۔

شنکر: چتا اور چنتا اِن دونوں میں ایک شونیہ کا بل ہے۔

سوبھاگیہ چند: یہ شونیہ کیا؟

شنکر: بندو۔

سوبھاگیہ چند: بندو۔ بندو؟

شنکر: چتا کے اوپر ایک بندو بڑھا دو تو چنتا بن جاتا ہے اور چنتا سے ایک شونیہ گھٹا دو تو چتا رہ جاتا ہے۔ ؎

جیو شریر ادھیر رکھیں نت سنکٹ اور کھٹنا
ہاڑ چام ہو ماس جلائے دکھ سنتاپ ملغا
چنتا اور چتا کو گیانی ایک سمان ہے گنتا
نرجیوں کو چتا جلاوے جیو والوں کو چنتا

بلوا منگل: بس بس مہراج منہ بند کرو۔ تمھیں لاج نہیں آتی۔ ایک تو بے بلائے پرائے گھر میں گھس آنا اور پھر گھر ہی والوں کو الٹی سیدھی سنانا۔

شنکر: یدی میرا کہنا ٹھیک نہیں ہے تو آو شاستر ارتھ کرلو۔

تماش بین 2: مہاراج پھر بہکنے لگے۔ کیا آج کچے گھڑے کی چڑھا آئے ہو۔

چنتامنی: اجی پہلے اس بن مانس سے یہ تو پوچھیے کہ کون سے چڑیا گھر تے چھوٹ کر

آیا ہے۔

سوبھاگیہ چند: یہ کلکتہ کے علی پور چڑیا خانے سے نکل بھاگا ہے... اچھا مہاراج اب اپدیش تو دے چکے۔ اب گاؤ نا سُنتا ہے تو چوپ شے کونے میں بیٹھ جاؤ... ہاں گروجی گڈی آگے بڑھاؤ۔

شنکر:

بدھی جن کی مند ہے سمجھیں نا سمجھائے
اوسر کھیت ماں بوے کے بیج اکارت جائے

(چنتا منی کا ناچنا اور گانا)

تورے کارے نینوا ہیں جادو بھرے۔
کیسے بانکے رسیلے۔ تورے کارے...
ظاہرا پیار کرنے اور پھر دار کرے۔ ظاہرا پیار کرے۔
ان اداؤں پر نثار۔ سب بناوٹ کا ہے پیار۔
یہ نہ فرمایئے گا۔ اجی بس جایئے گا۔
کیوں کر اب اس نگہہ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اُس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

تماش بین: (مل جل کر) واہ۔ واہ۔

تماش بین2: ادھر دیکھنا۔ برہمن دیوتا بھی مزے میں آنے لگے۔ اُپدیش اور نندا بھول کر سرہلانے لگے۔

تماش بین1: کیوں مہاراج۔ من ہی من میں کیا وچار کررہے ہو۔

شنکر: میں یہ وِچار کررہا ہوں کہ جس طرح یہ مدھر مورتی جھوٹے کو یوں کی کویتا گا کر اپنے کویل کنٹھ سے تمھارے کام دیو کو لبھا رہی ہے۔ اسی طرح اگر شدھ، پوتر، وچار اور بھاؤ کے ساتھ اس پرم برہم کو لبھاتی تو آج یہ گھر اندر لوک کے سکھوں پر ہنستا ہوتا۔ یہ گھر اور یہ مکان جو جھوٹی للکاروں اور واہ واہ

کی پکاروں سے گونج رہے ہیں۔ یدی ہری نام اور ہری کرشن کے جاپ اور
الاپ سے گونجتے ہوتے تو ہر طرف آنند ہی آنند برستا ہوتا۔

ستیہ دیکھ منہ پھیرلیں کریں اَست کو پیار
نرکھت ہیں پرکھت نہ مانیں، بدھی کے بلہار
کھرا چھوڑ کر کھوٹے میں جو ڈھونڈھیں سکھ چین
اندھے ان کے بھاگ ہیں، اندھے ان کے نین

بلوامنگل: برہمن مہاراج۔ پھر اُپدیش شروع کردیا۔
شنکر: ارے بھائی میں کیا یہ مردنگ، مجیرا اور سارنگی تک اپدیش دے رہے ہیں۔
تماش بین 3: جب تو یہ طبلہ اور سارنگی اگلے جنم میں ضرور کسی پنڈت کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں گے۔
شنکر: دیکھو یہ چرم اور کاٹھ سے بنا ہوا مردنگ تمھارے من اور بدھی کو اگیان بالکوں کی طرح اس چکیلے کھلونے کے پیچھے دوڑتا ہوا دیکھ کر کہتا ہے۔
تماش بین 2: کیا کہتا ہے۔
شنکر: دھک دھکت ورم۔ دھک دھک دھک۔ دھکت ورم۔ ارتھات دِھکار ہے۔ دھکا رہے۔ دھکار ہے۔
سوبھاگیہ چند: ارے پرکس کو۔
شنکر: تم کو۔
سوبھاگیہ چند: اکیلا ہم کو اور یہ شب رانڈ کے جو بیٹھے ہوئے ہیں ان میں شے کسی کو نہیں۔ بس ہم کو۔
شنکر: اس پر یہ سارنگی اور مجیرا پوچھتے ہیں۔ کن کن کن کن کن کن۔ ارتھات کون؟ کون دھکار کے یگیہ ہے۔ تو یہ تمھاری نرتکی آنکھیں مٹکا کر اور ہاتھ اٹھا کر بتاتی ہے۔ آ آ آ آ آ۔ یعنی یہ سب کے سب دِھکار کے پاتر ہیں۔
تماش بین 2: پاگل ہے تو کیا ہوا۔ مگر بات پتے کی کہتا ہے۔
سوبھاگیہ چند: ہاں پتے کی کہتا ہے۔ رانڈ کا۔

شنکر:

پری پورن پاپ کے کارن تے بھگونت کتھا نہ رچے جن کو
تے سنگ کو سنگ میں کھیل رہے نچواوت ہے پرنارن کو

مردنگ کہے دِھک ہے دِھک ہے تو مجیرا کہے کن کو کن کو
تب ہاتھ اُٹھا کے ناری کہے ان کو ان کو، ان کو ان کو

نائکہ: اے واہ۔ بہت اچھے۔ یہ بکتا جاتا ہے اور آپ لوگ سنتے جاتے ہیں۔ ارے کوئی ہے۔ مارو۔ نکالو۔ اس پاگل کو۔

سب تماش بین: اُٹھ بے نکل۔ باہر ہو۔

(سب کا مل کر شنکر کو مارنا)

شنکر: ارا۔ ررا۔ ررا۔ جاتا ہوں۔ بابا جاتا ہوں۔ باپ رے مر گیا۔ ان کو سدھارنے آیا تھا اور خود میں سدھر گیا۔

(شنکر کا چلے جانا)

تماش بین 3: چنتا بائی۔ بڑا آنند آیا۔ اچھا اب ہم لوگ جاتے ہیں۔

چنتامنی: پھر کب آیئے گا۔

تماش بین 2: جس وقت بلایئے گا۔

چنتا میں بھی سنیں آواز تو باہر نکل آئیں
کوئی پیروں سے چل کر آئے تو ہم سر کے بل آئیں

سوبھاگیہ چند: تم شر شے آئے گا تو ہم موٹر شے آئے گا۔

سب تماش بین: رام۔ رام۔ رام۔ رام۔ رام۔

(سوائے بلوامنگل کے سب کا جانا۔ چنتامنی کا سوبھاگیہ چند کے گلے سے ہار اُتار لینا)

بلوامنگل:	پیاری چِنتا۔ اگر میں جانتا کہ تمھاری ان مست اور نشیلی آنکھوں سے مجھے ایک دن پریم رَس کا پیالہ پینا پڑے گا تو میں برہمن کے گھر میں جنم لینے کے بدلے ضرور کسی شتری کے ونش میں پیدا ہوتا۔

چِنتامنی:	یہ کس لیے؟

بلوامنگل:	اس لیے کہ جس طرح برسات کے مہینے میں مستی سے جھومتے ہوئے پھول پر ہر وقت پانی کی ہلکی ہلکی پھوار پڑتی رہتی ہے۔ اسی طرح تمھارے اس خوبصورت چہرے پر دنیا کی للچائی ہوئی نگاہوں کا ہر وقت تار بندھا رہتا ہے۔ اگر یہی حال رہا تو مجھے نشچے دوسروں سے جھگڑنا پڑے گا۔ شتریوں کی طرح تلوار پکڑ کر ضرور کسی نہ کسی کے ساتھ ایک نہ ایک روز لڑنا پڑے گا۔

چِنتامنی:	اگر تم ایسے ہی وچار ظاہر کرو گے تو میں یہ سمجھوں گی کہ تم بالکل پاگل ہوگئے ہو پاگل۔

بلوا منگل:	تو کیا تمھیں میرے پاگل ہونے میں ابھی تک کچھ سندیہہ ہے۔ جب تم گہری نیند میں سوجاتی ہو تو میں سرہانے بیٹھ کر تمام رات تمھارا منہ دیکھا کرتا ہوں۔ جب تم نیند میں ٹھنڈی سانس لیتی ہو تو خوف سے تھرتھراتا ہوں۔ جب تم جاگتی ہو تو مسکراتا ہوں۔ جب تم بولتی ہو تو اپنی آتما کے اندر کسی کو میٹھے سروں میں گاتا ہوا پاتا ہوں۔ کیا یہ ساری باتیں مجھے پاگل ثابت نہیں کرتیں ۔

آنکھ میں صورت تری ہونٹوں پہ افسانہ ترا
دل بھی دیوانہ ترا اور میں بھی دیوانہ ترا

(دونوں کا مل کر گانا)

بلوامنگل:	جا چت میں چنتا بسے وا چت چین نہ آئے۔

چِنتامنی:	پیروا کلیجے اٹھے موہے پیر۔

ہاں۔ تم بن ناہیں پڑے موکو دھیر۔ پیروا...

بلوا منگل: توری نجریا۔

چنتامنی: بانکے سنوریا۔

بلوا منگل: جیسے دودھاری کٹار

مارے ہر آن۔ بھون کی کمان۔ تک تک تک تان۔

چنتامنی: جلمی کرت وار۔ پیروا...

باب پہلا — سین چوتھا

بلوامنگل کا مکان

(بلوامنگل کے باپ رام داس کا بستر مرگ پر پڑے نظر آتا)

رمبھا: ہے دیا ے۔ یہ سب کیا ہورہا ہے۔ پتی کے ویوگ میں پاؤں کے نیچے کی پرتھوی پھٹ کر گندھک اگل رہی ہے۔ آکاش کی چھت سے چاند، سورج اور ستاروں کی کرنیں تپتے ہوئے لوہے کی چنگاریاں بن کر میرے سر پر برس رہی ہیں۔ ہرو ے شمشان۔ شریر چتا اور دونوں آنکھیں چتا کو جلانے والے دو انگارے بن گئے ہیں۔دین بندھو۔ ویوگ کے طوفان میں پڑی ہوئی اس ڈوبتی کشتی کا کیول تو ہی سہارا ہے۔ اس اَبلا کی، اس بے زبان گائے کی پکار کو تیرے سوا اور کون سننے والا ہے۔ دہائی ہے۔ دہائی ہے۔ میرے رام تیرے نیائے کے دربار میں اس ابلا کی دہائی ہے۔

رام داس: دہائی۔ دہائی کس کی۔ شری رام کی۔ وہی رام جس نے لگن منڈپ میں کی ہوئی پرتگیا کو بھنگ کرڈالا۔ جس نے سیتا جیسی ستی دیوی کے پریم کو بچوں کا کھلونا سمجھ کر ٹھوکر مار کر توڑ ڈالا۔

کہاں ہے نیائے دنیا میں کہاں ہیں دھرم کی باتیں
یہاں تو لوٹنے کو دن ہیں چوری کے لیے راتیں
دیا اک پل نہ سکھ جس نے کبھی دکھ کی ستائی کو
بھلا وہ رام کب سننے لگا تیری دہائی کو

رمبھا: پتا جی۔ شانت ہوئیے۔ آپ بیمار ہیں۔ میرے آنسوؤں نے آپ کے دل کو شعلہ بنا دیا ہے۔ اسے دھیرج کے پانی سے شانت کیجیے۔ چلیے بستر پر وشرام کیجیے۔

رام داس: پتری جب ایک بے زبان جانور کے گلے پر چھری چلتے دیکھ کر منشیہ کا دل کانپ اٹھتا ہے تو میں تو تیرا سسر ہوں۔ تیرا دھرم کا پتا ہوں۔ پھر تیری یہ دَشا دیکھ کر کس طرح سہن کرسکتا ہوں۔

رمبھا: جب ساون بھادوں کے بادل بھی ہمیشہ سوریہ پر چھائے نہیں رہ سکتے تو پھر میرا سویا ہوا بھاگ ہمیشہ کیسے سوتا رہے گا۔ ایک نہ ایک دن اُن کو میرے آنسوؤں پر اوشیہ دیا آئے گی۔ آخر وہ آپ ہی کے تو اَنش ہیں۔ آپ ہی کے تو پتر ہیں۔

رام داس: پتر۔ پتر۔ یہ ایک دکھ بھری پکار ہے۔ جو دیواروں اور چھتوں سے ٹکرا کر ہزاروں گھروں میں گونج پیدا کررہی ہے۔ جس استری کو کوئی ماتا کہنے والا نہیں۔ جس پُرش کو کوئی پتا پکارنے والا نہیں۔ وہ سنتان اُتپتی کے لیے منتائیں مانتے۔ یاترائیں کرتے۔ سادھو سنتوں کے سامنے ماتھا ٹیکتے اور ایک ایک کے آگے شیش نواتے اور جب منو کامنا سپھل ہوتی تو بدصورت سے بدصورت بالک کو بھی دشرتھ کے لال اور برج کے بال گوپال سے بھی اَدِھک سندر اور پریم کے یوگیہ سمجھ کر اس کا پالن کرتے۔ رکشا میں سنسار۔ بیوہار۔ دھرم ادھرم سب کچھ بھول جاتے۔

رمبھا: (دوا دیتے ہوئے) پتا جی دوا پی لیجیے۔

رام داس: وَنش کا نام دِپائے گا۔ سنکٹ میں ساتھ دے گا۔ بڑھاپے کا سہارا ہوگا۔ غرض وہ جیوں جیوں عمر میں بڑھتا ہے، ماتا پتا کی آشائیں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ پرنتو کتنے ماں باپ ہیں جو اپنے لگائے ہوئے درخت سے اچھا پھل پاتے ہیں۔ کتنے بیٹے ہیں جو ماتا اور پتا کے کلیجے کو ٹھنڈا رکھتے ہیں... (نوکر کا آنا) کیوں ملا؟ کیا آیا؟

نوکر: آشا ہے کہ آ جائیں گے۔

رام داس: آشا ہے وشواس نہیں۔ استری بلک رہی ہے۔ پتا مر رہا ہے۔ اپنے پرائے دوڑے آ رہے ہیں اور کپوت بیٹا ایک ہفتے سے زیادہ ویشیا کے گھر میں گزارنے کے بعد بھی وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا۔ تم بلانے جاتے ہو، پھر بھی نہیں آتا۔

نوکر: مجھے شنکا ہے کہ اس ویشیا نے ان پر جادو کر دیا ہے۔

رام داس: یعنی وہ پاگل ہو گیا ہے۔ اچھا تو پاگل کا اس گھر میں کوئی کام نہیں ہے۔ جاؤ دروازے پر کھڑے رہو اور جب وہ گھر میں پرویش کرنا چاہے تو اسے روک دو۔

نوکر: روک دوں؟

رام داس: ہاں۔ اس سے کہو کہ تمھارے باپ کو تمھارے جیسے کپوت بیٹے کی ضرورت نہیں ہے واپس جاؤ اور اس گھر کو اپنی موجودگی سے اپوتر نہ بناؤ۔

نوکر: یہی شبد دہراؤں۔

رام داس: ہاں یہیں اور اس طرح گویا تمھاری جگہ میں کھڑا ہوا حکم دے رہا ہوں۔

نوکر: شریمان۔ وہ مانیں گے؟

رام داس: یہ گھر میری سلطنت ہے اور میری مرضی اس سلطنت کا قانون ہے۔ اس لیے اسے ماننا ہی پڑے گا۔

نوکر: جو آگیا۔ لیکن یہ برتاؤ بہت سخت ہے۔

رام داس: چپ رہو۔ میں نے تمھیں صلاح اور مشورے کے لیے نوکر نہیں رکھا ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ میں آگیا کروں اور تمھارا کام یہ ہے کہ اس کا پالن کرو۔

رمبھا: پتا جی۔ وہ لوگ جن کے سدھار کی کوئی آشا نہیں ہوتی۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹے سے، ایک سادھارن دکھاؤ نے انھیں بدل کر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اس لیے انھیں آنے دیجیے۔ شاید آپ کی اور گھر کی یہ دشا دیکھ کر اپنے سدھار پر تُل جائیں۔ بند آنکھیں ایک بار پھر کھل جائیں۔

رام داس: پتری۔ اس سے آشا رکھنا اب بالکل بیکار ہے۔
رمبھا: پرنتو پتا جی۔ یہ دنیا آشا ہی کے آدھار ہے۔
رام داس: اچھا آنے دو۔ہے پرماتما۔میں تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔ کیول مجھے دھیرج دو۔
رمبھا: ہے ایشور میں تجھ سے کچھ نہیں مانگتی۔ کیول انھیں سمجھ دے۔
بلوا منگل: (باہر سے آواز دینا) کون سے میں ہیں؟
نوکر: انھیں کی آواز ہے۔ لگتا ہے چھوٹے سرکار آگئے۔

(بلوا منگل کا داخل ہونا)

بلوامنگل: پتا جی پرنام۔ کیسی طبیعت ہے۔
رام داس: جی رہا ہوں۔
بلوامنگل: اوہو مجھے درشن کیے آٹھ ہی دس روز ہوئے۔ اتنے ہی دنوں میں آپ کی حالت ایسی بدل گئی۔
رام داس: ایشور کے سوا دنیا کی کون سی وستو ہے جو ایک حالت میں قائم رہ سکتی ہے۔ بلوا منگل۔ سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں۔
بلوامنگل: بارہ۔
رام داس: اور بارہ مہینے میں کتنے دن ہوتے ہیں۔
بلوا منگل: تین سو ساٹھ۔
رام داس: ان تین سو ساٹھ دنوں میں تم نے ایک بار بھی یہ وچار کیا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور جو کرتا ہوں اُس کا پرینام کیا ہوگا۔
بلوامنگل: کیا مطلب۔
رام داس: میرا یہ مطلب ہے کہ ابھی سے باقی ہے۔ موقعہ ہاتھ میں ہے۔ دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس لیے اندھیرے سے باہر آؤ۔ اردگرد کی حالت پر نظر ڈالو۔ برائی بھلائی کا وچار کرو اور مرن سیج پر پڑا ہوا بوڑھا باپ جو شکشا دے۔ میرے بیٹے اُسے سویکار کرو۔

بلوامنگل: سنیے پتا جی۔ جب تک بالک کمزور ہے۔ ٹانگیں کانپتی ہیں۔ چلنے دوڑنے میں بار بار گر پڑتا ہے تب تک اُسے اوشیہ ماں باپ کے سہارے کی ضرورت ہے مگر جب وہ بل اور بدھی میں بھرپور ہوکر چلنا۔ کودنا۔ دوڑنا سیکھ گیا تو پھر اس کو کسی کی سہایتا اور اُپکار کی ضرورت نہیں رہتی۔

رام داس: اس لیے؟

بلوامنگل: اس لیے آپ مجھے شکشا دینے کا کشٹ سہن نہ کریں۔

رام داس: تو تمھیں شکشا کی کوئی ضرورت نہیں۔

بلوا منگل: نہیں۔

رام داس: نہیں۔

بلوامنگل: ذرا نہیں۔

رام داس: کیوں۔

بلوامنگل: یوں کہ کیا کرنا اور کیا نہ کرنا، یہ میں خود سمجھ سکتا ہوں۔

رام داس: بلوا۔ آدمی درخت بوتا ہے پھل کھانے کے لیے۔ محنت کرتا ہے لابھ اٹھانے کے لیے سیوا کرتا ہے، انعام پانے کے لیے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ میں نے تمھیں جو چھاتی سے لگا کر پالا۔ دکھ بیماری میں سنبھالا۔ تم کو آدمی بنانے کے لیے اپنے آپ کو مٹا ڈالا۔ ان سب خدمتوں کا مجھے کیا عوض ملا۔ ان مہربانیوں کا تم نے کون سا بدلہ دیا۔

بلوا منگل: مجھے ان مہربانیوں سے کب انکار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرا بال بال آپ کا قرض دار ہے۔

رام داس: تو پھر یہ قرض۔

بلوامنگل: ضرور ادا کروں گا۔

رام داس: کس دن، کس طرح، کس چیز سے۔ دل تھا۔ وہ اُپوتر وچاروں کو ارپن کیا۔ دھرم تھا وہ ادھرم کو بھینٹ دیا۔ پیار تھا۔ وہ ایک بازاری ویشیا کو دے ڈالا۔ اب تمھارے پاس میرا قرض ادا کرنے کو رکھا ہی کیا ہے۔ اگر کچھ ہے تو

لاؤ۔ میں آج تم سے اپنی سیوا، اپنے پیار۔ اپنے اپکار۔ ہر ایک چیز کا بدلہ چاہتا ہوں۔

بلوا منگل: آپ بدلے میں کیا چاہتے ہیں۔

رام داس: دھن، دولت، خوشامد، سیوا، کچھ نہیں۔

بلوامنگل: تب۔

رام داس: اِدھر دیکھ۔ یہ بھارت کی ہندو لڑکی۔ جس کی ذات میں پرماتما نے شکنتلا کی خوبصورتی۔ سیتا کا پتی ورت دھرم اور رادھیکا کا پریم جمع کردیا ہے۔ اس کے لیے محبت کا برتاؤ اور اپنے واسطے ایک آگیا کاری سوبھاؤ۔

بلوا منگل: محبت کے سوا میں اس کے لیے اور سب کچھ کرسکتا ہوں۔

رام داس: مگر یہ محبت کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتی ہے۔

بلوا منگل: میرے پاس سب کچھ ہے۔ محبت ہی نہیں ہے۔

رام داس: تو جواب۔

بلوا منگل: لاچاری۔

رام داس: انکار کی وجہ۔

بلوا منگل: بے اختیاری۔

رام داس: کیا کہتا ہے۔

بلوامنگل: جو دل کہلاتا ہے۔

رام داس: کدھر جاتا ہے۔

بلوامنگل: جدھر یہ لے جاتا ہے۔

رام داس: تو اس کے لیے کوئی اُمید نہیں۔

بلوا منگل: کوئی نہیں۔

رام داس: کچھ بھی۔

بلوا منگل: کچھ نہیں۔

رام داس: اچھا۔ بہت اچھا۔ بہت بہتر۔ یوں ہے تو یوں ہی سہی۔ یہ تیری کوئی نہیں

ہے تو بس تو بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ اس کے لیے تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو تیرے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو اس کا حق لوٹ کر ایک بازاری ویشیا کو دیتا ہے تو میں تیرا حق چھین کر اس کو بخشا ہوں—— رمبھا ادھر آؤ۔ آگے بڑھو۔

رمبھا: پتا جی مجھ ابھاگن کے لیے انھیں ناراض نہ کیجیے۔ سُکھ دکھ سب کرم انوسار ہے۔ میں ان کی داسی ہوں اور داسی کو مالک سے کوئی چیز زبردستی لینے کا کیا ادھیکار ہے۔

رام داس: نہیں رمبھا نہیں۔ میں تجھے اس پاپی انیائی کی دیا پر چھوڑ کر اس دنیا سے جانا نہیں چاہتا۔ پاس آؤ۔ نہیں سنتی۔ میں کہتا ہوں آگے بڑھو۔ یہ لو۔

رمبھا: یہ کیا ہے۔

رام داس: میرا دان پتر۔ میرا انتم نرنے۔ جس کے دوارا میں نے تمھیں اپنے دھن دولت، باغ، باڑی، گھر، گاؤں سب کا اکیلا وارث کیا ہے۔

بلوامنگل: وارث۔ کس کو۔

رام داس: اس کو۔

بلوامنگل: بیٹے کے ہوتے ہوئے بہو کو۔

رام داس: ارے میرا بیٹا، میرا خون، میرا سہارا، میری آشا، جو کچھ ہے، یہ ہے۔ جا میں نے تیرا تیاگ کیا۔ اپنے شریر کا سڑا ہوا بھاگ سمجھ کر سدا کے لیے کاٹ کر پھینک دیا۔

بلوامنگل: تو کیا آپ اپنے بیٹے کو غیر کی بیٹی پر بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔

رام داس: بیٹا۔ کون بیٹا۔ کس کا بیٹا۔ کیسا بیٹا۔ ایسی بھولی بھالی ستی لڑکی پر تیرے جیسے دس ہزار لڑکوں کو نچھاور کردینا چاہیے۔ جا اُٹھ دور ہو۔ جو کرنا تھا کر چکے۔ آج سے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے مر چکے۔

بلوا منگل: سفید کاغذ پر کالی لکیریں کھینچ دینے سے ایک کی قسمت دوسرے کی قسمت سے نہیں بدل سکتی۔ آپ کس قاعدے سے حق دار کا حق غیرحق دار کو

دیتے ہیں۔

رام داس: دولت کس کی ہے۔ میری۔ کس نے پیدا کی۔ میں نے۔ بس تو میرا اور کون ہاتھ روک سکتا ہے۔ میں مالک ہوں۔ جسے چاہوں کچھ نہ دوں اور جسے چاہوں سب کچھ بخش دوں۔

رمبھا: نہیں پتا جی۔ نہیں۔ میں اپنے سر پر سونے کا چھتر نہیں صرف آپ کے ہاتھ اور آپ کے آشیرواد کی چھایا چاہتی ہوں۔ یہ دولت جس کا حق ہے اُس کو دیجیے۔

رام داس: پُتری دولت اُسے دینا چاہیے جو دولت کو سنبھالنا اور ٹھیک جگہ پر خرچ کرنا جانتا ہو۔ ایک بیوقوف بدچلن کو دولت دینا پاگل کے ہاتھ میں دو دھاری تلوار تھما دینا ہے جو جہاں جائے گا کسی نہ کسی کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔

رمبھا: تو آپ اپنا وچار نہیں بدل سکتے۔

رام داس: نہیں۔

رمبھا: دوسرے کو نہیں دے سکتے۔

رام داس: نہیں۔

رمبھا: میرے لیے ہے۔

رام داس: ہاں۔

رمبھا: مجھ ہی کو دینا چاہتے ہیں۔

رام داس: ہاں۔

رمبھا: بہت اچھا۔ تو میں اس دولت کو سویکار کرتی ہوں۔

(ہاتھ بڑھا کر کاغذ لے لینا)

بلوامنگل: سویکار کرتی ہوں۔ کس حق سے۔

رمبھا: اب یہ کہیے کہ یدی میں آپ کے دیے ہوئے دَھن کو اپنی اِچھا انوسار اُپیوگ میں لاؤں تو آپ روکیں گے تو نہیں۔

رام داس: ہرگز نہیں۔

رمبھا: اگر میں کسی دن آپ کی دی ہوئی دولت کو کسی کو بھی دے دوں تو آپ مجھ سے جواب تو نہ مانگیں گے۔

رام داس: کبھی نہیں۔

رمبھا: بہت اچھا۔ تو میں اب یہ تمام دولت آپ سے لے کر اُس آدمی کو جس سے بڑھ کر مجھے اس دنیا میں کوئی پیارا نہیں ہے، ارپن کرتی ہوں... پران ناتھ اسے سویکار کیجیے۔

رام داس: رمبھا۔ رمبھا۔ کیا پریم میں باوَلی ہوگئی ہے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتی ہے۔

رمبھا: پتا جی۔ میرا سکھ، میرا زیور، میری دولت یہ تھے۔ جب قسمت نے مجھ سے انھیں چھین لیا تو میں اس دولت کو لے کر کیا کروں گی۔ نہیں مجھے نہیں چاہیے۔ دور ہو اے کاغذ دور ہو۔ جس طرح میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اس طرح تو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجا۔

(وصیت نامہ پھاڑ دینا)

رام داس: دیکھ بلوا منگل اسے دیکھ۔ ہندوعورت اسے کہتے ہیں۔ شریف باپ اور شریف گھرانے کی لڑکی ایسی ہوتی ہے۔ اندھے اس کی قدر کر۔ دنیا میں سب سے زیادہ ابھاگے آدمی اسے اپنے دل میں جگہ دے۔

بلوا منگل: ایک کی چیز بغیر فریب کے دوسرے کے ہاتھ میں نہیں آسکتی۔ جب تک یہ چنتا بن کر ان آنکھوں کو دھوکا نہ دے، اُس وقت تک اس دل میں کبھی جگہ نہیں پاسکتی۔

رام داس: چنتا۔ کون چنتا۔ وہ بازار کی عورت۔ وہ دنیا کی قے۔ وہ سو منہ کو اُگلا ہوا نوالہ۔ وہ ہزار کتوں کی چھوڑی ہوئی ہڈی۔ ارے وہی چنتا جس کا ایشور روپیہ، جس کا دھرم دھوکا، جس کا پیشہ بدکاری۔ جس کی زندگی بے شرمی۔ جس

کا آدمی پاپ اور انت نرک ہے۔ اُس ویابھچارنی کے لیے ایسی منگل مئی ستی ناری کی طرف سے آنکھیں بند کرتا ہے۔ ارے ہیرے کو ٹھوکر مار کر پتھر کو پسند کرتا ہے۔

بلوا منگل: آنکھ کی پسند کا فیصلہ دل کرتا ہے۔ مگر دل کی پسند کا فیصلہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔

رام داس: دنیا اُداس ہے اگر اس میں استری نہ ہو۔ استری مٹی کا ڈھیر ہے۔ اگر اس میں اچھے گن نہ ہوں۔ گن بیکار ہیں۔ اگر اس کے ساتھ ستیا نہ ہو۔ ستیا بنا شوبھا ہے اگر اس کے اردگرد محبت اور وفاداری نہ ہو۔

بلوا منگل: اس میں یہ سب کچھ ہے۔

رام داس: اس میں ویشیا پن کے سوائے کچھ نہیں۔ یہ عورت کے نام کو عزت دیتی ہے اور وہ ذلیل کرتی ہے۔ اِس کا سب کچھ صرف ایک کے لیے ہے اور وہ ایک سب کے لیے ہے۔ اِس کی دنیا اس کا پتی ہے اور اُس کا پتی ساری دنیا ہے۔ یہ آدھی بھلائی اور آدھی ستیا ہے۔ وہ آدھی سوارتھ اور آدھی نرلجتا ہے۔

بلوا منگل: بس بس پتا جی۔ یدی آپ والمیکی اور کالیداس کے شبدوں میں ہی اس اندرلوک کی اَپسرا کو راکششی ثابت کریں تو بھی میں اُسے نہیں تیاگ سکتا۔

رام داس: اُٹھو۔ جاؤ۔ نکلو۔ تم نے ایک برہمنی کی کوکھ کو بدنام کیا ہے۔ پتنی کا دل توڑا ہے۔ پُتر دھرم کو بھنگ کیا ہے۔ یدی ایشور ایشور ہے۔ اُس کا نیائے، نیائے ہے۔ یدی دیولوک میں پکش پات اور برائی کا نام نہیں ہے۔ یدی دھرمی اور ادھرمی کا ایک ہی پرینام نہیں ہے تو تم سکھ اور پریم کو گلی گلی ڈھونڈھتے پھرو گے اور کہیں نہ پاؤ گے۔ جس طرح اس غریب برہمن کی لڑکی نے تم سے دھوکا کھایا ہے، اُسی طرح تم ایک دن اس ویشیا سے دھوکا کھاؤ گے۔ ہے پربھو، تو نے برہمن کو کیول دھرم، دان اور پُن کے پرچار کے لیے پیدا کیا تھا۔ مگر میں نے تیری اور تیری اِچھا کے وِرُدھ اس دنیا کو لیا۔ یہ کنگال اوستھا

اسی کی سزا ہے۔ جس سانپ کو پالا تھا اس سانپ نے مجھ کو ڈسا ہے۔ پھر بھی برہمن ہوں۔ اپرادھی ہوں مگر برا نہیں ہوں۔ پربھو اس جھوا میں جس سے کبھی تیرے وید اور شاستروں کا اُچار ہوتا رہا ہے۔ اگر ابھی تک کوئی شکتی باقی ہے تو میں اُس شکتی کے دوارا نراش اور دُکھی مرنے سے پہلے اس کو شراپ دیتا ہوں۔

رمبھا: بس پتاجی۔بس۔ پتا کا شراپ۔ برہمن پتا کا شراپ۔ شما۔ شما۔ اِن پر اور مجھ پر شما۔ میں اپنے پران ناتھ پر شراپ کا کلھاڑا گرتے نہیں دیکھ سکتی۔

رام داس: پاپ کا پرائشچت نہیں۔ پچھتاوا نہیں۔ بھوت، ورتمان اور بھوشیہ کے لیے ایک شبدنہیں، پھر بھی شما۔شما۔ یہ کیول میرا نہیں، تیرا، دھرم کا، نیتی کا، ایشور کا، سب کا اپرادھی ہے۔ اسے کہیں شما نہیں مل سکتی۔ اسے کوئی شما نہیں دے سکتا۔ اُف میرا دل۔ آہ آہ۔ اندر ہی اندر کیا ہورہا ہے۔ اندھیرا، اندھیرا۔ سنبھالو۔ پانی پانی۔

(رام داس کا زمین پر گر جانا)

رمبھا: پتا جی۔ پتا جی۔ ارے دیکھو دیکھو۔ کیا ہوگیا۔

رام داس: (جوش میں اُٹھ کر) رمبھا۔ سنسار سوپن ہے۔ دیوتا رکشا کریں۔ آہ۔ رام۔ رام۔ رام۔

(رام داس گر کر مر جاتا ہے)

رمبھا: پتا جی۔ پتا جی۔ ارے کیا ہمارا وِناش ہوگیا۔ دیوتا سمان پتا کا سورگ واس ہوگیا۔

بلوامنگل: کیا مرگئے۔ آہ میرے کُکرموں نے انھیں دکھ دے کر مار ڈالا۔ پتا جی اٹھیے۔ یہ نیچ کنگال نرک کے یوگیہ بلوا منگل آپ سے شما مانگتا ہے۔

رمبھا: سوامی۔ سوامی۔ اب ہمارا کیا ہوگا۔ ہمارا سورج ڈوب گیا۔ ہمارے لیے دنیا

میں اندھیرا ہی اندھیرا رہ گیا۔

(دیوار پر چنتامنی کا عکس دکھائی دیتا ہے)

بلوا منگل: وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ سندرتا۔ پریم موہنی۔ جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہے۔ کون کہتا ہے کہ تم سندر نہیں ہو اس پرتھوی نے تم سے زیادہ خوبصورت آج تک کوئی بیٹی جنی ہی نہیں۔ سورگ اپنی شوبھا بڑھانے کے لیے تمھاری مسکراہٹ سے خوبصورتی اُدھار لے رہا ہے۔ تارامنڈل چاند سورج کا دَف بجا بجا کر اس دھرتی کو تم جیسی سندری کی ماتا بننے پر بدھائیاں دے رہا ہے۔ سندر ہو۔ اَتی سندر ہو۔

نوکر: کس سے باتیں کررہے ہیں، کہیں پتا کے شوک نے پاگل تو نہیں کردیا۔

بلوامنگل: پتا نے شریر کا پالن پوشن کیا۔ ماتا نے گودیوں کھلایا۔ استری نے سیوا کی۔ پرنتو آتم اُجالا چت آنند تم نے دیا۔ بلوا منگل تمھارا اپکاری ہے۔ دیہہ ان کی ہے، پرنتو آتما تمھاری ہے۔

(بلوا منگل جانا چاہتا ہے)

رمبھا: پتا کا دیہانت ہوا اور تم جارہے ہو۔ کریا کرم کرنے سے پہلے ہی چلے جارہے ہو۔

بلوا منگل: ہٹ جاؤ۔ چھوڑ دو۔ میں اندھیرے اور دھوکے سے گھبرا رہا ہوں۔ اس بوڑھے شریر کی آتما پرلوک میں اپنا سکھ ڈھونڈھنے گئی ہے۔ تم اپنا سکھ ڈھونڈھ رہی ہو اور میں اپنا سکھ ڈھونڈھنے جارہا ہوں۔

(تیزی سے باہر نکل جاتا)

رمبھا: گیئے۔ وہ بھی گیئے۔ اور یہ بھی گئے۔ کیا ہمارا کوئی نہ تھا۔ کیا ہمارا کوئی نہیں ہے۔ کیا یہاں ہر ایک دھوکا دے رہا ہے۔ اور دھوکا ہی کھارہا ہے۔ آہ

(زمین پر گر پڑنا۔ پھر اُٹھ کر) آہ۔ ہا ہا ہا۔ ہاہاہا۔ بھکاری نے سوپن دیکھا کہ اُسے سنگھاسن پر بٹھا کر راج تلک لگایا جارہا ہے۔ کال اور کرم کی ٹکر سے غل ہوا۔ آنکھ کھل گئی۔ اور اب وہ اندھیرے میں چھپنے کے مان اور سکھ کو ڈھونڈھ رہا ہے۔ کیا اُسے مل جائے گا۔ مورکھ ہے۔ مورکھ ہے۔ آہ۔ ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا۔

نوکر: شوک کے سبب ہنسی۔ یہ پاگل تو نہیں ہوگئی۔

رمبھا: ہنسو ہنسو۔ چاند اور سورج ہنسو۔ جب شروَن کے اندھے پتا کے چرنوں میں دسرتھ جیسا بلوان راجا ہاتھ جوڑے ہوئے برہمن شراپ کے بھے سے کانپ رہا تھا، تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ جب راون کے سامنے اپنی لٹوں سے منہ چھپائے ہوئے ستیہ وتی سیتا رام کی یاد میں آنسو بہا رہی تھی، تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ آکاش نواسی تمھیں پرتھوی کے دکھ سکھ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہنسو۔ ہنسو۔ میں بھی ہنستی ہوں۔ تم بھی ہنسو۔ اور تم سب بھی ہنسو۔

نوکر: ادشیہ یہ پاگل ہوگئی ہے۔

رمبھا: نہیں ہنستے۔ کیا یہ سنسار رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ جیون نہیں رہے گا۔ دھن نہیں رہے گا۔ یہ جانتے ہوئے بھی پتا کی آنکھ بند ہوتے ہی پُتری اور پُتر اس کا کریا کرم کرنے سے پہلے صندوق اور تجوری کو تالا لگانے کے لیے دوڑتے ہیں۔ کیا یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ ایک استری اپنے گھر میں اور محلے میں سات سات اور دس دس برس کی کنیاؤں کو ودھوا دیکھتی اور خود آدھے سے زیادہ جوانی بھوگ ولاس میں گزارنے کے بعد بھی سوبھاگیہ وتی رہنا چاہتی ہے۔ کیا یہ ہنسی کی بات نہیں۔ ہنسو ہنسو۔ اگر رونا ہی ہے تو تم سب کے بدلے اکیلی میں رو لوں گی۔

نوکر: بہو۔ تمھیں کیا ہوگیا۔

رمبھا: میں بھی یہی پوچھتی ہوں کہ انھیں کیا ہوگیا۔ ابھی ہنس رہے تھے، بول رہے تھے۔ دھیرج دے رہے تھے، اب چپ ہیں۔ دیکھتے نہیں۔ سنتے نہیں، بولتے

نہیں..... یہ کیا۔ یہ کیا۔ آگ..... آگ۔ پاتال سے لے کر آکاش تک بھڑکتی آگ..... اس سنسار کا، میرا، تیرا، رشتہ، ناطہ، پیار، ویوہار۔ سب جلے جا رہے ہیں۔ بھاگو۔ بھاگو۔ یم راج کے دوت کال کے اگنی کنڈ میں تمھاری آہوتی دینے کے لیے، تمھیں پکڑنے آرہے ہیں۔ تم بھی بھاگو اور میں بھی بھاگتی ہوں..... مگر کدھر بھاگوں..... کدھر جاؤں۔ اندھیرا۔ اندھیرا۔ تراہی تراہی۔ تراہی۔

کرشن: آہ موت۔ بدچلن بیٹے کے کارن پتی اور پتا دونوں کی موت۔

(ڈراپ)

باب دوسرا— سین پہلا

ندی کا کنارا

(جوگیوں کا گانا اور دور سے بلوا منگل کا سننا)

جگ جھوٹا رے سارا سائیاں۔ دیکھ کیوں للچایا۔
سنگ سنگاتی سکھ کے ساتھی۔ جھوٹی ممتا مایا۔
مایا رے مایا۔
مایا رے مایا۔ جگ جھوٹا رے.....
بچ بچ کے چلنا پاپ سے۔
موہ نے جال بچھایا۔
ماٹی میں مل جائے گی اک دن تیری کنچن کایا۔
کایا رے کایا۔ جگ جھوٹا رے.....
کٹمب قبیلہ۔ بیٹی بٹیا۔ سپنے کی سی چھایا۔
چھایا رے چھایا۔ چھایا رے چھایا۔ جگ جھوٹا رے.....

ایک جوگی: انسان شیر سے لڑسکتا ہے۔ پہاڑ سے ٹکرا سکتا ہے، سمندر میں پھاند سکتا ہے۔ پرنتو پریم ہی ایسی شکتی ہے جس کا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ بس تو جہاں چتنا ہے وہیں پریم ہے اور جہاں پریم ہے وہیں چتنا۔

(سب جوگیوں کا جانا)

باب دوسرا— سین دوسرا

چنتامنی کا مکان

(بلوا منگل کا رات میں آنا)

بلوا منگل: اندھیری اور ڈراؤنی رات۔ موسلادھار برسات میں بھری ہوئی ندی کا زور۔ جل چر جیوں کا بھیانک شور۔ ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ پرتھوی اور آکاش آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔ اندھیرے میں رہ کر بجلی کا چمکنا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں راکشس دیوتاؤں سے یدھ کرنے کے لیے ہاتھوں میں اگن بان لیے ہوئے اندرلوک کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔ ؎

بجلی، کبھی آندھی، کبھی برسات نے روکا
ہر اور سے ہر رنگ سے اس رات نے روکا
پر رک نہ سکا شوق مرا رخنہ گروں سے
میں آہی گیا اُڑ کے محبت کے پروں سے

چنتا۔ چنتا پیاری۔ جواب دو کہاں گئی۔ سمجھا۔ مجھے حد سے زیادہ دیر ہوگئی تو نراش من کے ساتھ تھک کر سوگئیں......اب کیا کروں۔ کوٹھے پر کیسے پہنچوں۔ (لٹکے ہوئے سانپ کو دیکھ کر) یہ کیا ہے۔ ریشم کی ڈور۔ اس کے لٹکانے کا کارن۔ ہاں شاید میری پیاری کا یہ منشا ہے کہ جب میں آؤں اور دروازہ بند پاؤں تو اسی رسی کے سہارے اوپر پہنچ جاؤں۔ اچھا پیاری۔ بہت اچھا۔ ؎

ترے درشن کے امرت سے بجھانے پیاس آتا ہے
ترا سیوک ترا تجھ داس تیرے پاس آتا ہے

(سانپ کے سہارے اوپر چڑھنا)

چت ہرن کو کامنی سوئی نین اُدگار
ندرا میں بھی لوٹ کے کھلے ہوئے ہیں دوار

کیسی گہری اور میٹھی نیند سورہی ہے۔ کومل اور سندر ہاتھ سر کے نیچے تکیے کا کام دے رہے ہیں۔ آہ ہا۔ اس سندر سروپ کی جوت سے یہ کوٹھا آکاش ہورہا ہے۔ بل کھاتی ہوئی بانہوں کے اوپر یہ چمکتا ہوا مکھڑا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنول کی ڈنڈی سے پھول کے بدلے چندرما کا پرکاش ہورہا ہے۔

رس، یوون اور کانتی اُجول گولاکار
مکھ منڈل اور چندرما دونوں ہیں اک سار

چندر بدنی۔ مرگ نینی۔ گج گامنی۔ پیاری چنتامنی۔

چنتامنی: کون؟

بلوامنگل: تیرا سیوک، تیرا بھگت، تیرا پجاری، تیرے پریم کا بھکاری۔

چنتامنی: کون؟ بلوا منگل۔

بلوا منگل: ہاں وہی۔ تیرے سیوکوں کا سیوک۔ تیرے داسوں کا داس۔

چنتامنی: تم آگئے۔

بلوا منگل: ہاں۔

چنتامنی: اس ڈراؤنی اور اندھیری رات میں۔

بلوامنگل: ہاں۔

چنتامنی: ایسی موسلادھار برسات میں۔

بلوامنگل: ہاں۔ ہاں۔

چنتامنی: مگر ایسے آندھی پانی میں تمھیں گھر سے نکلنے اور یہاں تک آنے کی ہمت کس

نے دلائی؟

بلوامنگل: تمھارے دھیان اور وچار نے۔ تمھارے پیار نے۔

چنتامنی: مگر ایسے بھیانک سمے میں تم بھوتوں اور راکشسوں کی طرح راتوں میں بھٹکتے پھرو۔ اس بات کی تمھیں تمھاری اردھانگنی نے آگیا کس طرح دی۔

بلوا منگل: اردھانگنی۔ کون اردھانگنی۔

چنتامنی: تمھاری دھرم پتنی۔ تمھاری استری۔

بلوامنگل: چنتا۔ جس طرح ایک پالتو کتے کا کیول یہی کام ہے کہ اس کے آگے جو کچھ ڈال دیا جائے اس کھائے۔ پیر چوسے اور جب مالک گھر سے باہر جائے تو اس کی واپسی تک انتظار میں دروازے پر بیٹھا رہے۔ اسی طرح ہندواستری بھی اپنے پتی کو رائے اور مشورہ دینے کے لیے نہیں کیول اس کی آگیاانوسار چلنے اور چپ چاپ ان کی سیوا کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

چنتامنی: بلوامنگل۔ میں نرلج ہوں۔ نیچ ہوں۔ ویشیا ہوں۔ ایک بھنگی اور چمار کی استری بھی جس کو دھکار سے دیکھتی ہے، وہ ہوں۔ پرنتو میرا خاندان اور لہو نیچ نہیں۔ میرے غریب ماں باپ جن کے مرنے کے بعد کیول اپنا پیٹ پالنے کے لیے مجھے یہ اپوتر دھندھا سویکار کرنا پڑا۔ ان کی بچپن میں دی ہوئی دھرم شکشا کے پرتاپ سے اب بھی دنیا کی گتی پہچان سکتی ہوں۔ ایک گھر میں بیٹھنے والی استری کو اپنے نردئی پتی سے کیا دکھ ہوتا ہے اس کو اچھی طرح جان سکتی ہوں۔

بلوا منگل: کیا مطلب۔

چنتامنی: وچارو اور نیائے کرو۔ ایک ہندو ابلاجو اپنے پتا کو دیوتا کے سمان مانتی ہے۔ جو پتی کے گھر کو اپنا مندر، پتی کے پریم کو اپنا پوجن اور پتی کی سیوا کرتے کرتے مرجانا اپنی مکتی جانتی ہے۔ ایسی پریمی، ایسی ستی، ایسی پتی بھگت دیوی کو اندھیرے گھر میں روتا بلکتا چھوڑ کر اُس کتے کی طرح جو پوتر پکوان تیاگ کرنجس ہڈی کی طرف دوڑتا ہے، ہم ویشیاؤں کے پیچھے چوروں اور

بلوا منگل

ٹھگوں کی طرح اندھیری راتوں میں بھٹکتے پھرنا، کیا یہ مہاؤراچار نہیں ہے۔ کیا پتی کو استری پر سب حق ہے اور استری کو اپنے پتی پر کوئی ادھیکار نہیں ہے۔ ۔

سوامی کی جو سیوا کرنا اُتّم دھرم بکھانے
جس جل سے پگ دھوئے پتی اس جل کو امرت جانے
گھر کو سورگ بنایا جس کے ست پن دھرم دیا نے
دکھ کو کہے یہ کرم سے پایا سکھ سوامی سے جانے
ایسی ستی کو تجے تو واکو جومن دے وہ روئے
ناری کا جو نہیں ہوا، پرناری کا کب ہوئے

بلوامنگل: پیاری چنتا۔ جس طرح پریم بھنورا کنول کو چھوڑ کر کانٹے کو گلے کا ہار نہیں بنا سکتا۔ ویسے ہی جو دل تمہیں چاہتا ہے وہ دوسرے کو پیار نہیں کرسکتا۔ ۔

یہ رنگ روپ، یہ تیور، یہ آن بان کہاں
جو تم میں بات ہے وہ اس میں میری جان کہاں
دل اس کو چاہتا پر کوئی چیز بھی ہوتی
جو تم سی ہوتی تو تم سی عزیز بھی ہوتی

چنتامنی: شرم کرو۔ بلوامنگل۔ شرم کرو۔ دھن کے لیے دھرم گنوانے والی، سنسار میں دُراچار پھیلانے والی جس استری جاتی میں دروپدی، منورما اور سیتا جیسی دیویاں پیدا ہوئیں، اُس استری جاتی کو اپنے کرموں سے کلنک لگانے والی ایک ویشیا کو اپنی دھرم پتنی سے بڑھاتے ہو۔ چندن اور کستوری کو چھوڑ کر جوتی کی خاک کو ماتھے کا تلک بناتے ہو۔ ۔

آج اس کی ہے تو کل وہ دوسرے کی یار ہے
جب تلک پیسہ ہے تب تک بیسوا کا پیار ہے
سوارتھ کی تصویر میں وہ پریم کا اوتار ہے
وہ کہاں اور میں کہاں، اک دھرم اک دھکار ہے

یاد رکھ دکھ پائے گا، دنیا میں کھوٹے کرم سے
گھر کا سکھ دیوی سے ہے پرلوک کا سکھ دھرم سے

بلوا منگل: آشچریہ۔ ایک برہمن کے پتر کو آج ایک اگیان ویشیا نیتی شکشا دے رہی ہے۔

راگی کو عطائی بھی اب راگ سکھاتا ہے
کویل کو گلے بازی اک کاگ سکھاتا ہے

چنتامنی: اچھا تو یہ بتاؤ کہ جب تم کوٹھے پر آئے تو اس وقت دروازہ بند تھا یا کھلا۔

بلوا منگل: بند۔

چنتامنی: کس نے کھولا۔

بلوامنگل: کسی نے بھی نہیں۔

چنتامنی: پھر تم اوپر کیسے پہنچے۔

بلوامنگل: اُس ریشمی رسی کے سہارے جو تم نے مجھے اوپر بلانے کے لیے لٹکا رکھی تھی۔

چنتامنی: رسی۔

بلوامنگل: ہاں۔

چنتامنی: ریشم کی۔

بلوامنگل: ہاں۔

چنتامنی: میں نے لٹکا رکھا تھا۔

بلوامنگل: ہاں۔ ہاں۔

چنتامنی: تمھیں دھوکا تو نہیں ہوا۔

بلوامنگل: کبھی نہیں۔

چنتامنی: ضرور ہوا۔

بلوامنگل: ہرگز نہیں۔

چنتامنی: اچھا وہ رسی مجھے دکھا سکتے ہو۔

بلوامنگل: خوشی سے۔

چنتامنی: کہاں ہے؟

بلوامنگل: (لٹکتے ہوئے سانپ کو دکھلا کر) میری پیاری یہ رسّی۔

چنتامنی: یہ؟

بلوامنگل: ہاں۔

چنتامنی: (ڈر کر) ہے بھگوان!

بلوامنگل: کیوں کیوں پیاری۔ تم ڈر کر پیچھے کیوں ہٹیں۔

چنتامنی: ارے مورکھ۔ ارے آنکھوں والے اندھے۔ دھیان سے دیکھ۔ یہ رسّی ہے۔

بلوا منگل: پھر کیا ہے۔

چنتامنی: پھر دیکھ۔ اس کا جواب یہی آنکھیں دیں گی۔

بلوامنگل: (دیکھ کر) ہے پرماتما۔ یہ کیا۔ سرپ۔ رسّی کی جگہ سانپ۔

چنتامنی: دیکھا۔

بلوامنگل: دیکھا۔ مگر اپنی آنکھوں سے نہیں۔

چنتامنی: پھر۔

بلوامنگل: تمھاری آنکھوں سے۔

چنتامنی: اور اپنی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھ سکے۔

بلوامنگل: ؎

کسی کو دیکھتیں کیا، تک رہی تھیں بام و در آنکھیں
جدھر تم تھیں اُدھر دل تھا جدھر دل تھا ادھر آنکھیں

چنتامنی: دنیا کی گندی اور جھوٹی چیز کے پریم میں اتنی شکتی۔ سمدر کے اوپر بہتے ہوئے پانی کے جھاگ کی طرح نہ ٹھہرنے والی خوبصورتی میں اتنا بڑا چمتکار۔ تو سچے پریم اور سچی خوبصورتی میں کتنا بل ہوگا۔ اچھا یہ تو بتاؤ چوٹ کھائے ہوئے اژدھے کی طرح غصے میں پتھروں اور چٹانوں پر سر ٹکراتی ہوئی ندی سے پار اترنے کے لیے تمھیں کشتی کیسے ہاتھ آئی۔

بلوا منگل: وہ دیکھو درخت سے بندھا ہوا ایک لکڑی کا تختہ جو پانی کی لہروں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ بس اسی تختے کے سہارے یہاں تک آیا اور تمھارے درشنوں

سے اَتی آنند پایا۔

چنتامنی: تو ابھی تک اُسے درخت سے کیوں باندھ رکھا ہے۔

بلوامنگل: اس لیے کہ ندی جاتے ہوئے بھی کشتی نہ پاؤں تو جس طرح اس پار آگیا، اُسی طرح اس کے سہارے پھر اس پار چلا جاؤں۔

چنتامنی: مجھے تو تختے کے بدلے کوئی اور وستو معلوم ہوتی ہے۔

بلوامنگل: اور وستو؟

چنتامنی: ہاں۔

بلوامنگل: اندھیرا تمھاری آنکھوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

چنتامنی: ٹھہرو۔ مجھے پاس سے دیکھنے دو۔ اُف اُف یہ کیا۔ لکڑی کی جگہ مردہ۔ تختے کی جگہ ایک مرن پراپت استری کا شریر۔

بلوامنگل: پیاری چنتا۔ اب کیا دیکھا، جو دہشت سے کانپ رہی ہو۔

چنتامنی: دیا کرو۔ دیا کرو۔ ہے ایشور اس برہمن کے پُتر پر دیا کرو۔ پربھو۔ برہمن اس پرتھوی پر تیرا پردھان ہے۔ برہمن کا ہردے تیرا استھان ہے۔ برہمن ہی کے پرتاپ سے سنسار میں دھرم ہے، کرم ہے، دھیان ہے، گیان ہے۔ اگر برہمن ہی اندھا بن کر ایسے دُراچار کرے گا تو ہندو دھرم اور ہندوجاتی کا کون اُدّھار کرے گا۔

موہ، لوبھ اور کام نے ڈاری اَنکھین دھول
ہت اَن ہت سوجھت نہیں گئی سدھی سب بھول
جیسا ہیت حرام سے ویسا ہر سے ہوئے
چلا جائے بیکنٹھ کو بانہہ نہ پکڑے کوئے

بلوامنگل: چنتا۔ پیاری چنتا۔ تم یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔

چنتامنی: بلوامنگل تو برہمن ہے۔ پوتر ہے۔ اُتم ہے۔ آریہ جاتی کے سر کا تاج ہے۔ پرنتو ادھم کرموں کی بدولت برہمن کے نام کے سوا برہمن کا کوئی لکشن تجھ میں باقی نہیں ہے۔ دشٹ۔ لمپٹ، کامی، اندھے جا اور دیکھ۔ لکڑی کا تختہ تجھے لایا

ہے یا کسی اپنی ہی جیسی اشدھ وستو کے سہارے یہاں تک آیا ہے۔

بلوامنگل: اشدھ وستو؟

چنتامنی: ہاں۔

بلوامنگل: کیا کہا اشدھ وستو؟

چنتامنی: ہاں۔ ہاں۔ اشدھ وستو۔ جا اور دیکھ۔

بلوامنگل: (نزدیک جاکر دیکھتا ہے) یہ کیا۔ ارے یہ کیا لاش۔ عورت کی لاش۔

چنتامنی: کیوں۔

بلوامنگل: استری کا شریر۔

چنتامنی: جواب دو۔

بلوامنگل: گھوراشدھ وستو۔

چنتامنی: یہ کیا ہے؟

بلوامنگل: اس بات کی گواہی کہ میں اشدھ اور گندا ہوں۔ اس بات کا ثبوت کہ میں دنیا میں سب سے زیادہ اندھا ہوں۔

چنتامنی: ہاں اندھے بے شک اندھے۔ میرے پریم کے وَش میں ہوکر گھر سے نکلتے وقت آندھی پانی کا ڈر نہ تھا۔ طوفانی ندی میں ڈوبنے کی پرواہ نہ کی۔ لکڑی اور مردے میں تمیز نہ کرسکے۔ ہائے ہائے بلوامنگل ایسی پریت اگر تربھون پتی سے ہوتی تو تیرا اُدّھار ہوجاتا۔ جتنی میرے ساتھ لو لگی ہے اتنی شری کرشن بھگوان کے ساتھ لگی ہوتی تو تیرا بیڑا پار ہوجاتا۔

بلوامنگل: چنتا۔ چنتا۔

مرے دل اور آنکھوں پر کیا جادو محبت نے
مجھے اندھا بنایا کس نے تونے تیری صورت نے

چنتامنی: اگر عورت کی صورت اور اس کے حسن کا آخری انجام، اس دنیا کے خوبصورت پھول کی آخری بہار دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو۔ اس لاش کو دیکھو۔ ہاں یہ عورت بھی کبھی میری ہی طرح سندر ہوگی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں بھی وہی جادو

ہوگا، جو آج ان آنکھوں میں ہے۔ کبھی اس کے گالوں میں بھی وہی چمک دمک ہوگی جو آج ان گالوں میں ہے۔ جس طرح آج ہزاروں کامی پرش مجھے للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اُسی طرح اسے بھی دیکھ کر للچاتے ہوں گے۔ جس طرح لوگ جوبن اور جوانی کی جھوٹی تعریفیں کرکرکے مجھے دھوکا دے رہے ہیں اسی طرح اسے بھی بہکاتے ہوں گے۔ پرنتو آج وہ آنکھوں کا جادو، گالوں کی سرخی، ہونٹوں کی مسکراہٹ، سینے کا تناؤ، ہاتھ پاؤں کی گدراہٹ، جسم کی گولائی اور چمک دمک سے بھرپور خوبصورتی اور جوانی کہاں ہے۔ وہ تعریف کرنے والی زبانیں اور چاہنے والے دل کہاں ہیں۔ کیسی گھنونی، بدبودار اور ڈراؤنی صورت۔ کیا اسی کا نام خوبصورت ہے۔ کوّے، چیل، گدھ اور گیدڑ جو کنارے پر سے اپنی طرف آتی ہوئی لاش کو تک رہے ہیں۔ کیا یہی اس خوبصورت عورت کے عاشق ہیں۔ دھوکا۔ دھوکا۔ دھوکا۔ سب دھوکا۔

برے بھلے کی کسی کو یہاں تمیز نہیں
یہ جان دیتے ہیں اس پر جو کوئی چیز نہیں
پڑے ہیں ظاہری روپ اور رنگ کے پیچھے
ہیں جیسے دوڑتے بچے پتنگ کے پیچھے

بلوامنگل: یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہوگا۔ پرنتو کیا کروں۔ میں تم سے بھاگنا چاہتا ہوں مگر نہیں بھاگ سکتا۔ تمھیں بھولنا چاہتا ہوں مگر نہیں بھول سکتا۔ آنسو کا ہر قطرہ جو آنکھ سے ٹپکتا ہے اس میں تمھاری ہی صورت دکھائی دیتی ہے۔ جس میں ایک آواز ہے جو ساری دنیا میں سنائی دیتی ہے۔ چنتا۔ چنتا۔

چنتامنی: بلوامنگل۔ تمھارا دھرم کیا ہے؟

بلوامنگل: ہندو۔

چنتامنی: ہندوؤں میں اُتّم جاتی کون ہے؟

بلوامنگل: برہمن۔

چنتا منی: اگر برہمن کو جھوٹا کھانا یا کسی دوسرے کے منہ کا اُگلا ہوا نوالہ دیا جائے تو وہ کھائے گا۔

بلوامنگل: شیو۔ شیو۔ برہمن مرجائے گا پرنتو جھوٹے کھانے کی طرف آنکھ بھی نہیں اٹھائے گا۔

چنتا منی: تو اب وِچار کرو۔ جب برہمن جھوٹا کھانا نہیں کھاسکتا تو ایک بازاری ویشیا، جس کے آنکھ، گال، ہونٹ، انگ انگ کو دوسروں نے جھوٹا کر چھوڑا ہے، جو اس ہڈی کے سمان ہے جس کو سینکڑوں کالے کتوں نے چچوڑا ہے۔

ایسی گندی اور جھوٹی چیز پر جو دھیان دے
غیرممکن ہے کہ اس کو شودر تک بھی مان دے
جس کی ایسی نیچ اوستھا جس کا ایسا حال ہے
ذات کا وہ برہمن پرکرم کا چنڈال ہے

بلوامنگل: چنڈال۔ برہمن کا پُتر اور چانڈال۔ کیا سچ مچ میں بالکل گرگیا ہوں۔ کیا دھرم اور وِدّیا کے سوریہ میں دنیا کا پالن کرنے اور اسے اجالا دینے کے بدلے صرف جلنے اور جلانے کی ہی شکتی باقی رہ گئی ہے۔ ہاں (خود سے) برہمن۔ کل کے دھندلے چراغ تیری روشنی چھین لی گئی۔ تو اندھیرے میں پھینک دیا گیا ہے۔ چنڈالوں سے بھی زیادہ ذلیل زندگی بسر کرنے کے لیے دنیا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔ (ظاہری طور پر) ارے یہ کون بولا۔ یہ دھکار بھرے ہوئے شبد کس نے کہے۔ کیا چنتا نے۔ نہیں نہیں۔ چنتا تو چپ ہے۔ تو پھر کیا کسی اور نے اور تو یہاں کوئی نہیں ہے۔ (خود سے) باہر آ..... بولنے والے۔ باہر آ۔ مجھ پر لعنت بھیج۔ مجھ پر تھوک۔ مگر باہر آ...... ہا ہا ہا ہا...... (ظاہری طور پر) ہیں۔ جواب دینے کے بدلے تجھے ہنسی آتی ہے اور ہنسی بھی وہ جس میں آدھی نفرت اور آدھی حقارت پائی جاتی ہے۔ (خود سے) میں ہوں بلوا منگل۔ میں ہوں۔ (ظاہری طور پر) تو کون۔ تو کون۔ ہاں ہاں۔ سمجھا سمجھا۔ یہ کیا راز ہے۔ کوئی نہیں۔ یہ تو میرے انتہ کرن کی آواز ہے۔

نہ چھڑکے غیر دیتا ہے نہ اپنا وار کرتا ہے
یہ میرا دل ہے جو مجھ نیچ پر دِھکار کرتا ہے

چنتامنی: ہاں۔ بلوامنگل۔ جس طرح ماں اپنے بچے کو ہر گھڑی روکتی اور ٹوکتی رہتی ہے۔ اسی طرح ہر وقت ہمارا انتہ کرن بھی ہم کو روکتا اور سمجھاتا رہتا ہے۔ جو اس کی سنتا ہے وہ سکھ بھوگتا ہے اور جو نہیں سنتا وہ دکھ اٹھاتا ہے۔

یہ جگ ساگر، جیون نیا، پربھو ہی کھیون ہار
جس نے اُس پربھو کو چھوڑا ڈوب گیا منجدھار
اس اگیان اور اندھے پن پر سب کو ہوگا شوک
نین بنا یہ لوک اندھیرا۔ گیان بنا پرلوک

بلوامنگل: (ہاتھ جوڑ کر) سچ کہتی ہو۔ سچ کہتی ہو۔ ماتا چنتا سچ کہتی ہو۔ اگر میں انتہ کرن کے بتائے ہوئے راستے کی طرف جاتا۔ کون ہوں، کیا ہوں اور کیا کررہا ہوں۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ بھی اس وِچار میں لگاتا تو آج اپنے کو اس پاپ کی دلدل میں گلے گلے تک پھنسا ہوا نہ پاتا۔

پاپ کھینچے لیے جاتا ہے چھڑا لے مجھ کو
کون ہے اب جو اندھیرے سے نکالے مجھ کو

(دنڈوت کرتا ہے)

چنتامنی: اُٹھ بھائی اُٹھ۔ جہاں سے جاگے وہیں سے سویرا سمجھ۔ پربھو پر بھروسا کر۔ ہری سمرن کا سہارا لے۔ سادھو سنتوں کا سنگ کر۔ ست بچن۔ ست وِچار۔ ست ویوہار پر کمر باندھ۔

پریم سندیسہ بھیج دو آپ ملیں گے آئے
ہر اُس کے ہو جات ہیں جو ہر کا ہوجائے

بلوامنگل: ماتا چنتا تمھارا کلیان ہو۔ جس طرح گہری نیند میں سوئے ہوئے آدمی کے چہرے پر سورج کی کرنیں پڑنے سے اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اسی

طرح تمہارے بھکتی رس میں ڈوبے ہوئے نینوں کی جوت نے میرے سوئے ہوئے دھرم بھاؤ کو جگا دیا۔ مدت کے بھٹکے ہوئے کو اُس کی بھول سمجھا کر ست مارگ بتا دیا۔

کون تھا جو نیچ ادھما مجھ کو دکھلاتا مری
آج سے میں شش تمہارا تم گرو ماتا مری

باب دوسرا — سین تیسرا

نائیکہ کا کمرہ

(تماش بینوں کا داخلہ)

باب دوسرا — سین چوتھا

راستہ

(شنکر اور کرشن کا آنا

شنکر: مہاپری ورتن پربھو، مہاپری ورتن۔ پل ماتر کی دیر اور اس میں اتنا بڑا الٹ پھیر۔

کرشن: شنکر دنیا میں یوں ہی ہوتا آیا اور یوں ہی ہوتا رہے گا۔ سنسان رات، طوفانی ندی، دیوار سے لٹکتا ہوا سانپ، مری ہوئی استری کا اشدھ شریر۔ ان چیزوں کو الگ الگ انھوں نے بہت دفعہ دیکھا۔ مگر ان کے دیکھنے سے ایک مرتبہ بھی ان کے من میں کوئی بھاونا اُتپن نہیں ہوئی۔ پرنتو دیکھو جب یہی سادھارن وستوئیں ساتھ اکٹھے ہوگئے تو چنتا منی اور بلوامنگل کے سدھار کا کارن بن گئیں۔

یہاں کرتویہ کارن کرم سے ہر بات ہوتی ہے
جے سے دن نکلتا ہے جے سے رات ہوتی ہے

شنکر: سچ ہے پربھو سچ ہے۔ اب مجھے اچھی طرح نشچے ہوگیا کہ اپدیش کا بیج بغیر سادھن کے کبھی نہیں پھلتا۔ جب تک سدھار کے سارے کاریہ اکثرت نہ ہوجائیں، سمجھانے بجھانے کا کوئی پرینام نہیں نکلتا۔ ہاں پربھو سامنے سے بلوامنگل مہاراج آرہے ہیں۔

(بلوامنگل کا آنا)

بلوامنگل: جاگا مگر دیر سے آنکھ کھلی مگر گھر لٹ چکنے کے بعد۔

کھو دیا بیکار جیون آکے اس سنسار میں
بہہ رہی تھی پاپ دھارا بہہ گیا اس دھار میں

کرشن: بلوا منگل مہاراج۔ یہ کیا سوانگ بنا لیا۔ ویشیا کی بیماری سے بچے تو بھگتی اور تپسیا کا روگ جان کو لگا لیا۔

بلوا منگل: بھائی تم ایشور بھگتی کو روگ کہتے ہو۔

کرشن: ایشور تمھاری بھگتی کا بھوکا نہیں ہے۔ وید اور شاستروں کے نیم انوسار ایک گرہست آدمی کا مکھیہ دھرم کیول یہی ہے کہ پرماتما نے جن آتماؤں کو اس کے آدھین کیا ہے اس کا حق جانے۔ نیتی اور انیتی کو پہچانے۔ اپنے سے پہلے دوسروں کا کلیان کرے اور پھر جو سے بچے اس میں بھگتی اور دھیان کرے۔

سورگ کے ملنے کا یہ ڈھنگ اور یہ یکتی نہیں
جگت کی سیوا کرو سیوا بنا مکتی نہیں

بلوامنگل: بھائی تم سچ کہتے ہو۔ پرنتو میں لوک کا سکھ، سورگ، مکتی، آنند، پرمانند کچھ نہیں چاہتا۔ میں تو کیول پربھو کی خوشی چاہتا ہوں۔ خوشی۔ جو لوگ نرک سے ڈر کر سورگ کی کامنا کرتے ہیں اس کا بھجن مکتی اور وچار کرتے ہیں، وہ بھگتی نہیں۔ بلکہ ایک طرح کا ویوپار کرتے ہیں۔

میری نگاہ میں یہ اچھا نہ وہ برا ہے
گرسورگ ہے تو کیا ہے گر نرک ہے تو کیا ہے
خوش ہوں جہاں وہ رکھے مالک ہے، ایشور ہے
یہ بھی اسی کا گھر ہے، وہ بھی اسی کا گھر ہے

کرشن: دھن، دھانیہ، وستر، بھوجن، نوکر چاکر، ان سب کو چھوڑنے کا نام تیاگ ہے۔ سچا تیاگی وہ ہے جو ہر وقت اُدارتا اور آنند سے بھرپور ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا کی برائیوں سے دور رہے۔

نہ جگ تیاگو، نہ ہر کو بھول جاؤ زندگانی میں
رہو دنیا میں یوں جیسے کنول رہتا ہے پانی میں
نہ تو یہ جان کی پھانسی نہ وہ گردن کا پھندا ہو
ادھر ہو دھرم کا سودا، اُدھر دنیا کا دھندا ہو

بلوا منگل: مگر بھائی میں نے تمھارے کہنے سے پہلے ہی دھندا شروع کردیا ہے۔

شنکر: کب سے؟

بلوامنگل: اس سنسار میں کھرے اور کھوٹے کی پرکھ نہ ہونے کی وجہ سے بیوپار میں گھاٹا ہوا، تب سے۔

شنکر: تو کسی بیوپاری کے ساتھ لین دین شروع کیا ہے۔

بلوامنگل: اُس سچے اور کھرے بیوپاری کے ساتھ جو وقت کی ترازو میں، جس کے دن رات دو پلڑے ہیں، چاند سورج کے بٹوں سے تول تول کر کرم کی پونجی لیتا ہے اور نقدی کے عوض جیسا مال ہو ویسا پھل دیتا ہے۔ ؎

اُس سے جو بیوپار کرتے ہیں انھیں ٹوٹا نہیں
دام تم سمجھو کھرے ہیں مال گر کھوٹا نہیں
بے بسی، فاقہ، غریبی، درد، دُکھ سب کٹ گیا
کیا کمی ہے پھر جو اس کے ساتھ سودا پٹ گیا

کرشن: تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ ؎

ڈوبنے جاتے ہیں خود ہی کود کر منجدھار میں
سکھ سے رہنا ہی نہیں تم چاہتے سنسار میں

بلوامنگل: بھائی تم اس جھوٹے سنسار کی کس وستو میں سکھ مانتے ہو۔ کیا ریشم اور مخمل کے وستروں میں جو میلے ہونے، پھٹنے اور شریر سے اُتار کر پھینک دیے جانے کے بعد کوڑی کو بھی نہیں پوچھے جاتے ہیں۔ کیا سونے چاندی کے زیوروں میں جن کے لیے بیٹے ماتا پتا کے مرنے کے دن گنتے، چور چرالے جاتے، بھائی بھائی اور دوست دوست کے گلے پر چھری چلاتے ہیں۔ کیا ان چمکتے

دمکتے محلوں میں جو پانی کے ریلے، آندھی کے جھونکے اور کال چکر کی ایک ٹھوکر سے دھرتی پر اوندھے منہ گر کر مٹی کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔

چمک کیسی ہوس نے چار چاند ان کو لگائے ہیں
دل اک سورج ہے، یہ سب چلتے پھرتے جس کے سائے ہیں
وہ سکھ سکھ ہی نہیں ہے جس میں دُکھ ہے، ڈر ہے، رونا ہے
ملاوٹ سے جو ہو خالی اُسے سمجھو کہ سونا ہے

کرشن: مگر کھوٹ اور ملاوٹ سے خالی ایسا خیالی سکھ گرہست آدمی کو اس سنسار میں کبھی نہیں مل سکتا۔

بلوا منگل: نہیں بھائی مل سکتا ہے۔

شنکر: کہاں؟ پہاڑوں میں، جھونپڑوں میں یا بنوں میں؟

بلوا منگل: نہیں گوکل کی جان، یشودا کے پران، شری کرشن بھگوان کے چرنوں میں۔ بھائی وہ بندھن جس میں طن اور آتما نربل ہوکر بندھے ہوئے ہیں۔ جے گووند کہہ کر توڑ دو۔ دنیا تمھیں نہیں چھوڑتی ہے تو تم اس نیچ دنیا کو چھوڑ دو۔ ست کو جانو۔ اپنے کو پہچانو۔ آتما کا کلیان کرو اور جس طرح مور جنگل میں اکیلا ناچتا اور خوش ہوتا ہے اسی طرح ایکانت اور شانت استھان میں پریم لین ہوکر شری کرشن مراری کا دھیان کرو۔

دُکھ بھی سکھ دے گا سمجھ جاؤ گے اپنی بھول تم
پاؤ گے دنیا کے ہر کانٹے کو پھر اک پھول تم
آؤ ڈھونڈھیں مل کے سکھ لیں راہ گوکل گام کی
آؤ بن بن میں دہائی دیں کرشنا نام کی

(بلوا منگل کا جانا اور کرشن کا گانا)

پریم کی راہ میں آنا۔
پر کٹھن ہے یہ جانا۔

پاتا بھید کو ہے دُکھ بھاری ہے دشواری۔
چور ٹھگوں کی یہ بستی ساری بھول نہ جانا۔
پریت نبھانا۔
پریم کی راہ میں آنا...

کرشن: کیوں شنکر دیکھا۔

شنکر: ہاں پربھو۔

باب دوسرا— سین پانچواں

چنتامنی کا دیوان خانہ

(چنتامنی کا اُداسی کے ساتھ داخل ہونا)

چنتامنی: میرا کیا کھوگیا ہے۔ میں کس چیز کو ڈھونڈھ رہی ہوں۔ نوکر چاکر، دھن دھام، زیور کپڑا سب کچھ ہے۔ پھر بھی میرا دل کہتا ہے کہ وہ نہیں ہے۔ مگر وہ کیا ہے۔ وہ کہاں ہے۔ وہ کیسے ملے گا۔ اے دل ایک ہی دنیا نہیں ہے۔ اگر وہ یہاں نہیں ملتا ہے تو آ اور کسی جگہ تلاش کریں۔

انتریامی ہیں وہی خبر رکھیں سب حال سے
اُٹھ چل گوکل گام کو پوچھیں بال گوپال سے

(کرشن اور شنکر کا آنا)

شنکر: پربھو بلوا منگل کو تو کسوٹی پر کس چکے۔ اب کیا چنتامنی کی پریکشا کیجیے گا؟

کرشن: ہاں شنکر۔ ایک سنساری منشیہ کا روپ دھارن کرکے میرے یہاں آنے کا مکھیہ اُدیشیہ یہی ہے کہ تمھیں دکھاؤں کہ جس پتت من میں پاپ اور پیسے کی پریت تھی اب اس میں کتنا پنیہ۔ پریم اور پروپکار ہے۔ پہلے کیا وچار تھا اور اب کیا وچار ہے۔

شنکر: سچ ہے پربھو سچ ہے۔ اب مجھے نشچے ہوگیا کہ...

چنتامنی: دھن دھام، دیش سب چھوڑ کر چلا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے بھی چھوڑ گیا۔ پریم

اس کی زندگی کا سانس تھا۔ وہ پریم ہی سے دیکھتا سنتا اور پریم ہی میں جی رہا تھا۔ اچانک اندھیرے میں بجلی چمکی۔ تب اس نے دیکھا کہ سنسار میں نہ کہیں پریم ہے اور نہ کوئی وستو پریم کے یوگیہ ہے۔

اندھیرے اور دھوکے میں رہے گا عمر بھر تو بھی
جدھر کھنچ کر گیا ہے وہ ارے من چل ادھر تو بھی

(کرشن پر نظر پڑنے پر)

شریمان آ گیا؟ آپ کون ہیں؟

کرشن: ۔

کوئی مجھ کو کہتا ہے بانکے بہاری
کہیں پر کہاتا ہوں میں روپ دھاری
کہیں پر ہوں راجا کہیں پر بھکاری
کہیں دیوتا ہوں، کہیں ہوں پجاری
سمے کے انوکول ہر کام میرا
نہ اک روپ میرا نہ اک نام میرا

چنتامنی: ایسے سویرے سویرے۔ جب کہ گھروں اور مندروں سے نکلتی ہوئی گھنٹے اور شنکھ کی آواز اور ایشور اُپاسکوں کی جاپ اور الاپ سن کر ادھم سے ادھم آتما کے اندر بھی شبھ اور پوتر وچار جاگ اٹھتے ہیں۔ ایک نیچ ویشیا کے گھر میں آپ لوگوں کے آنے کا کارن کیا ہے۔

کرشن: ہم آنند لین لوگ۔ تمھارے گھر کو سکھ دھام سمجھ کر اپنا آنند بڑھانے کے لیے آئے تھے۔ پرنتو گھر میں پرویش کرتے ہی معلوم ہوا کہ اچانک کسی ٹھیس نے تمھارے دل کا شیشہ توڑ دیا ہے۔ آج آٹھ روز سے تم نے ہنسا بولنا، ملنا جلنا، ناچ رنگ، ساز سنگ سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔

نہ تن بدن کی خبر ہے نہ دھیان دھندھے میں
شکاری پھنس گیا کیا خود کسی کے پھندے میں

چنتامنی: ؎

کیا پوچھتے ہو کیوں ہوں میں دل ملول بیٹھی
میں یاد میں کسی کی دنیا کو بھول بیٹھی
آنکھوں کی نیند چنچل پر بین لے گیا ہے
اک سانورا سلونا دل چھین لے گیا ہے

کرشن: مگر تمھاری چاہت بھی چالاکی سے کب خالی ہوگی۔ ضرور کوئی مال دار اور اونچا گھر دیکھ کر نظر ڈالی ہوگی۔

چنتامنی: بھائی وہ بڑا ہی سندر۔ بڑا ہی خوبصورت ہے۔

کرشن: پرنتو ایک ویشیا کو خوبصورتی کی نہیں پیسے کی ضرورت ہے۔

چنتامنی: وہ بڑا ہی گنی، بڑا ہی بدھی مان ہے۔

کرشن: لیکن دھنوان نہیں تو کوڑی کا انسان ہے۔

چنتامنی: وہ اس دنیا میں دیوتاؤں کے جیسا ہے۔

کرشن: پرنتو ویشیاؤں کے دھرم انوسار تو ان کا دیوتا ان کا پیسہ ہے۔

چنتامنی: بھائی۔ اس کا بل اور اس کی شکتی اَپار ہے۔

کرشن: پرنتو دنیا کا تو یہ کہنا ہے کہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا شکتی وان مال دار ہے۔

چنتامنی: بھائی روپیہ پیسہ مال خزانہ کیا چیز ہے۔ دولت تو اس کے گھر کی ادنیٰ کنیز ہے۔

اُس کا حاجت مند نربل بھی ہے اکھیمانی بھی ہے
جتنا وہ دھنوان ہے اتنا ہی وہ وانی بھی ہے
وہ کسی کو اپنے دروازے سے پلٹاتا نہیں
ہاتھ خالی آدمی آتا ہے پر جاتا نہیں

شنکر: اوہو۔ ایسا دانی۔ اتنا بڑا خزانہ۔ پہلے اس دھنوان مہاپرش کا نام تو بتانا۔

چنتامنی: میں نے اتنا کٹھن کیا، مگر تم اس پر بھی نہ جان سکے۔ اس کے گنوں کا اتنا ورنن کیا پھر بھی اسے نہ پہچان سکے۔

شنکر: سنیں تو سہی۔ آخر وہ کون ہے جس پر تم نے اپنا تن من دھن وارا۔

چنتامنی: راجا وسودیو کے کل روپی آکاش کا تارہ۔ دوار کا نگری کا دلارا۔ یشودا کا پیارا۔ لوک پرلوک کا سہارا۔ جس نے ہم ادھموں کو تارنے، سنسار ساگر سے پار اتارنے کے لیے برہم روپ چھوڑ کر کرشن روپ دھارا۔

مورمکٹ سرساجے، کانن کنڈل شوبھے
سوہے ارون مال نرکھ وا لوچن لوبھے
دودھ دہی ماکھن چکھ جاویں تا پہ دکھائیں جور
کوئی ماکھن چور کہے اور کوئی انھیں چت چور

کرشن: تو یوں کیوں نہیں کہتی کہ گوکل کے گوپال پر بلہار ہوئی ہو۔ طبلہ سارنگی چھوڑ کر بانسری کی دھن پر ناچنے کو تیار ہوئی ہو۔ بائی جی یہ تمھارے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، تیل پھلیل، انجن منجن، مانگ پٹا، کھیلنے کودنے، ہنسنے بولنے کا سمے ہے یا سادھو بھکاریوں کی طرح بھکتی کرنے، مالا پھرانے اور کرشن کرشن کی رٹ لگانے کا۔ دھیان رہے کہ جوبن اور جوانی کا سمے بار بار نہیں آنے کا۔

وہاں دُکھ اور فاقہ ہے جہاں تیاگ اور بھگتی ہے
ٹھگا تھا تم نے دنیا کو پر اب یہ تم کو ٹھگتی ہے

شنکر:

گر یہ حالت ہے کٹے گا دکھ سے دن بھی رات بھی
چار دن کے بعد پوچھے گا نہ کوئی بات بھی

چنتامنی: بھائی۔ دنیا کو اب میں اس آنکھ سے نہیں دیکھتی جن نیتروں سے ابھی تک تم دیکھ رہے ہو۔ یہ ساری دنیا مجھے چھت سے اتار دے۔ سارا سنسار دھتکار دے۔ جوانی، بھوگ، ولاس، سکھ مجھے ایک ٹھوکر مار دے پرنتو میرے سنکٹ

ہاری۔ میرے شری کرشن مراری مجھے نہ بساریں تو بیڑا پار ہے۔ اب مجھے اس جگ کی نہیں اس جگت پتی کی کرپا درکار ہے۔

وہ کرشن پیارا، وہ بنسی والا، وہ دوارکا دیش کا دلارا
وہ بھگت بھرتا، وہ پاپ ہرتا، وہ جس نے ڈوبے ہوؤں کو تارا
وہ بھکت رنجن، وہ نند نندن، وہ جگت بندھن، وہ بھے نکندن
وہی ہے دھیرج، وہی سہارا، میں اس کی پیاری وہ میرا پیارا

کرشن: بدھی اور سمجھ رکھ کر پاگل نہ بنو۔ دھن دولت جوانی، جس میں رات دن کھیلتی رہی ہو، ان کو ٹھوکر مارنے سے پہلے پرتگیا کے پرینام پر دچار کرو۔ اس کے بعد کوئی راستہ اختیار کرو۔

گھر، دھن، سکھ سب کھو دوگی کیا رکھا ہے ان باتوں میں
آنسو ہوں گے آنکھوں میں اور بھیک کا پیالہ ہاتھوں میں

چنتامنی: ہاں میں بھیک مانگوں گی۔ ضرور بھیک مانگوں گی۔ مگر پیسہ کی نہیں۔ زیور کی نہیں، کپڑے ہیرے موتی کی نہیں اور کسی کامی لوبھی پرش سے نہیں۔ بلکہ اپنے تارن ہارے، اپنے شری کرشن پیارے سے ان کے پریم، بھکتی اور ساکشات درشن کی بھیک مانگوں گی۔

بھکارن کے کسی کی موہنی مورت پہ ڈورے ہیں
انھیں آنکھیں نہ سمجھو بھیک کے یہ دو کٹورے ہیں

(چنتامنی کا گانا)

موہے مدھوبن شیام بھلائے گیورے
میں سوئی تھی اپنے بھون میں
سوئی کے آن جگائے گیورے
برندابن کی کنج گلی میں مری کی کوک سنائے گیورے
موہے مدھوبن......

شیام لے گئے چت سے چینا
نجر ہوری ملا کر شیام گئے
اب ڈھونڈھت ان کو نینا
موہے مدھوبن......

(آگے آگے کرشن اور شنکر اور بعد میں چنتامنی کا جانا)

باب دوسرا — سین چھٹا

نگر سیٹھ کا مکان

چمیلی: نا نا بہن۔ سادھو سنتوں کو چھیڑنا ٹھیک نہیں۔

چمپا: پرنتو یہ ہے کون؟

سروجنی: نام گام تو ایشور جانے۔ لیکن گن اور بھاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت ہی بڑا سدھ پُرش ہے۔

چمپا: اجی رہنے بھی دو۔ سِدّھ یا مہاتما ہوتا تو کسی جنگل یا پہاڑ میں جاکر سمارھی لگاتا۔ ہم نگرواسیوں کو اپنے جپ تپ کی شکتی اور بھکتی دکھانے نہ آتا۔

بھاگیرتھی: نہیں چمپا۔ میں نے سنا ہے کہ اس نگر میں ایک بہت بڑا سادھو آیا ہے۔

چمیلی: ہاں سادھو بھی ایسا کہ دنیا سے نرالا۔ بات بات پر کرشن کرشن کی رٹ لگانے والا۔

بھاگیرتھی: اوہو۔ ایسا پرم بھگت۔

چمپا: اس کے نکٹ جاکر ایک مرتبہ شری کرشن بھگوان کا نام لے دو، پھر جس طرح برسات میں سوکھا ہوا نالا یکا یک زور شور سے بہنے لگتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی لگا تار کرشن کرشن کہنے لگتا ہے۔

بھاگیرتھی: جب تو ایسے مہاتما کے درشنوں سے ان نیتروں کو ضرور آنند پراپت کرانا چاہیے۔

چمیلی: یہ لو۔ وہ اسی طرف آرہا ہے۔

(بلوامنگل کا آنا)

بلوا منگل: (گاتا)

جگ کو دو رنگی پایا مورکھ ہے جو للچایا
کہیں سکھ کا امرت برسے کوئی بوند بوند کو ترسے
کہیں موہ کہیں ہے مایا مورکھ ہے جو للچایا
کوئی اوڑھے شال دشالے کوئی کاندھے کملیا ڈالے
کوئی رکھے فوج رسالے کوئی پیٹ مانگ کے پالے
جگ کو دو رنگی پایا مورکھ ہے جو للچایا

بھاگیرتھی: جوگی راج پالاگی۔

بلوامنگل: بابا۔ مجھ پتت پاپی کو پالاگی کیوں کہتی ہو ۔

پا لاگو ان کے جو سب کے اِشٹ ایش کہلائیں
پا لاگو ان کو جن آگے برہما شیش نوائیں
پا لاگو ان کے جن کرپا کلیش کشٹ سب کھوئے
پا لاگو ان کے جن کا نام لیت سکھ ہووے

چمپا: (سہیلی سے) اب دیکھو میں ستار کے تار کو چھیڑتی ہوں۔ (بلوامنگل سے) سادھو مہاراج تو کیا آپ کا یہ اُپدیش ہے کہ ہم سنساریوں کو کیول کرشن ہی بھگوان کو پالاگی کہنا چاہیے۔

بلوامنگل: ـ

کرشن نام گھٹ گھٹ میں بستا روم روم میں رمتا
کرشن نام کو گیانی جپتا کرشن نام کو نمتا
کرشن نام سے سوتا جاگے بھاگے پاپ ادھمتا
کرشن نام سچا، سب جھوٹا، توڑ چھوڑ جگ ممتا

سروجنی: کیوں بہن دیکھا۔

بھاگیرتھی: دیکھا اور اتی آنند پایا۔ ایسا پرم بھکت آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

سروجنی (سائڈ میں) دیکھو میں پھر تپتے ہوئے توے پر چھینٹے دیتی ہوں (مخاطب

کرکے) سادھو مہاراج۔ کرشن نام میں ایسا چمتکار۔

بلوامنگل: ۔

کرشن کرشن کر سانجھ سکارے، کرشن کرشن بھج پیارے
کرشن نام ہی کام سدھارے کرشن نام اُدھارے
کرشن نام بن تیر نہ پایا لاکھ جتن کرہارے
کرشن نام ہی پار اتارے کرشن نام ہی تارے

چمپا: پرنتو مہاراج۔ ہندوجاتی تو کرشن اور رام دونوں کی بھگت ہے۔ اس لیے کرشن کرشن کے ساتھ ہمیں رام رام کی بھی تو جاپ کرنی چاہیے۔

بلوامنگل: ۔

ایک کھان کے دونوں ہیرے ایک سیپ کے موتی
رام کرشن ہیں کرشن رام ہیں ایک سوریہ دو جیوتی
رام کہو یا کرشن کہو دنوں سے مکتی ہوتی

بھاگیرتھی: یوگیشور۔ آپ کا اس نگر میں پدھارنا ہم نگر واسیوں کا مہاسوبھاگیہ ہے۔ کوئی ہمارے یوگیہ سیوا ہو تو آگیا کیجیے۔

بلوامنگل: بابا۔ آکاش سایہ کرتا ہے۔ دھرتی بچھونا بچھاتی ہے۔ پون پنکھا جھلتی ہے۔ برکش پتے کے پاتروں میں پھل پھول کا بھوجن کھلاتے ہیں۔ ندی اور دریا اپنا میٹھا اور ٹھنڈا جل پلاتے ہیں ۔

جو کچھ ہم کو چاہے دیتے ہیں رگھوناتھ
پھر اب کیوں پھیلایئے اک اک آگے ہاتھ
اچھا ہے تو بس یہی انگلی لے کوئ تھام
پوچھت پوچھت لے چلے نند لال کے گام
نند لال کے گام

سندراتی سندر

چمپا: بہن بہت دیر ہوگئی۔ لو اب سادھو مہاراج کو پرنام کرو اور گھر چلو۔

چمیلی: بہن یہ ویراگی یا تو کسی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا یا اب برابر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمھاری طرف تک رہا ہے۔

بھاگیرتھی: کسی وچار میں ہوگا۔

سب: مہاراج پائے لاگی۔

(سب کا باری باری جانا)

بلوامنگل: اے دل میں نہ کہتا تھا کہ آنکھیں بند رکھ۔ آخر دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر چور گھس پڑے کرم کا لکھا ہوا کبھی نہیں مٹتا ہے۔ چل بلوا منگل کدھر کو چلتا ہے۔

(جھولی مالا پھینک کر نگر سیٹھ کے دروازے پر ٹکٹکی لگا بیٹھ جاتا ہے)

باب دوسرا — سین ساتواں

نگر سیٹھ کا دروازہ

(نگر سیٹھ اور منگلا کا آنا)

منگلا: (اشارہ کرکے) وہ دیکھیے۔ ابھی تک دروازے کے سامنے ٹکٹکی لگائے بیٹھا ہے۔

نگر سیٹھ: اور اسی حالت میں اسے پورے چوبیس گھنٹے گزر گئے۔

منگلا: ہاں۔ اور نہیں معلوم ابھی اور کتنے گھنٹے اسی حالت میں گزریں گے۔

نگر سیٹھ: بڑے لاج اور دکھ کی بات ہے کہ ایک بھوکا پیاسا سادھو ہمارے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ تم ہاتھ جوڑ کر نہ اس کی اِچّھا پوچھو، نہ سیوا کرو، نہ جل پان کراؤ۔ دیکھو اور اندر چلی جاؤ۔

منگلا: میں نے اور بہن شانتا نے ایک نہیں دس مرتبہ بنتی کی ہوگی۔ پرنتو نہ یہ کسی کو مڑکر دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے۔ نہ کچھ کہتا ہے۔ بس دروازے ہی کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔

نگر سیٹھ: مہا آشچریہ۔

منگلا: میرا انوبھو تو یہ کہتا ہے کہ اوشیہ یہ کوئی پاگل آدمی ہے۔

نگر سیٹھ: منگلا۔ کنچن ہمیشہ مٹی میں اور برہم گیانی ہمیشہ پاگلوں ہی کے بھیس میں ملتے ہیں۔ دسرتھ جیسے چکرورتی راجا کے لال چودہ برس تک غریب بن باسیوں کے بھیس میں اپنے کو چھپائے ہوئے تھے۔ شری کرشن بھگوان مدتوں برج کے گوالے کا روپ بنائے ہوئے تھے۔ یدھشٹر، بھیم، ارجن، اتیادی نے

وراٹ نگر میں سیوکوں کا روپ دھارا تھا۔ ہرش چندر جیسے پرتاپی راجا نے بھنگی کے روپ میں سے گزارا تھا۔ اس لیے ہمیں کسی ظاہری خراب اوستھا دیکھ کر اس کا مول نہ گھٹانا چاہیے۔ سب کو مان دینا اور سب کے آگے شیش نوانا چاہیے۔ اچھا تم اندر جاؤ (منگلا کا اندر جانا) مہاتما جی آپ کا داس آپ کے چرنوں میں پرنام کرتا ہے۔

بلوامنگل: کیا پرتیکشا کی راتری اندھیری ہی رہے گی۔

نگر سیٹھ: پربھو آپ کا داس ہاتھ باندھ کر آپ کی سیوا میں کچھ نویدن کرنا چاہتا ہے۔

بلوامنگل: کیا اس دروازے سے ستاروں کے جھرمٹ میں چندرما کا اُدے کبھی نہ ہوگا۔

نگر سیٹھ: بھگت راج۔ جب سامنے آپ کے سیوک کا گھر اور اس گھر میں داس اور داسیاں آپ کی سیوا کرنے کے لیے اُپستھت ہیں تو پھر آپ بیچ راستے میں بیٹھ کر کشٹ سہن کیوں کر رہے ہیں۔ کرپا کر کے اٹھیے آیئے اور اس گھر کو اپنے چرنوں سے پوتر بنایئے۔

بلوا منگل: دیالو، تم کون ہو؟

نگرسیٹھ: ہری سیوکوں کا سیوک۔ پربھو بھگتوں کے چرنوں کی رَج۔ آپ کے داسوں کا تچھ داس۔ اُٹھیے پدھاریے۔ آپ دُکھ بھنجن اور سنکٹ ناشی ہیں۔ میں، میری استری، میرا گھر، میرا دھن سب آپ کے داس اور آپ کی سیوا کے ابھیلاشی ہیں۔

بلوا منگل: اگر تمھارے نگر میں کہیں باہر سے کوئی بڑا طوفان، کوئی بہت بڑی مصیبت، کوئی مہادکھ دائی آفت آئے اور تمھارے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائے تو کیا تم دروازہ کھول کر اسے اپنی شرن میں لے لوگے۔ کیا تم ایک سانپ، ایک بھیڑیے، ایک خونی، ایک نیچ ڈاکو کو اپنے گھر میں جگہ دے دو گے؟

نگر سیٹھ: پربھو میں سمجھا نہیں۔

بلوا منگل: ہر وستو جو چمکتی ہے سونا نہیں ہوتی۔ ہر پہاڑ میں ہیرے کی کھان نہیں نکلتی۔ ہر بن میں چندن نہیں ملتا۔ ہر ہاتھی کے مستک میں گج مکتا نہیں ہوتا اور ہر منشیہ جو سادھو کا روپ دھارن کیے ہو سادھو نہیں ہوسکتا۔ جو تم دیکھتے ہو۔ جو

سمجھتے ہو۔ جو وچار کرتے ہو۔ ان میں سے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں کنگال، کمینہ، کامی، منشیہ روپی پشو ہوں جس کی نیچ بھاونا ان کا شائے وستروں کو کلنک لگاتی ہے۔ میں سگندھی پھیلانے والا چندن نہیں بلکہ وش میں ڈوبی گیلی لکڑی ہوں جو پرکاشت ہونے اور پرکاش دینے کے بدلے کیول دُرگندھ اور دھواں پھیلاتی ہے۔

نگرسیٹھ: آپ کچھ بھی ہوں تو بھی ہمارے پربھو ہیں۔ ہمارے دھرم رکشک ہیں۔ ہمارے لیے آپ کی مہما اور کیرتی اَپار ہے۔ آپ کی ہی چرن سیوا میں ہماری مکتی ہے۔

بلوامنگل: کیا تم میری ایک یاچنا پوری کرسکتے ہو؟

نگرسیٹھ: آگیا کیجیے۔

بلوامنگل: کیا اپنے وچار پر اَنت پرینت درڑھ رہ سکتے ہو۔

نگرسیٹھ: پریکشا کیجیے۔

بلوامنگل: اچھا تو سنو۔ میں کام دیو کے زبردست پنجے سے اپنے کو بڑی مشکل سے چھڑا کر سوتنترتا کی شودھ میں مکتی دھام کی طرف بھاگا جارہا تھا کہ اتنے میں شکاری کے تیر سے ہوا میں اڑتا ہوا پکشی زخمی ہوکر اپنے گھاتک کے چرنوں میں گرتا ہے۔ اسی طرح اس طرف سے جاتے ہوئے تمھاری سندر استری کے نیتروں کے بان سے گھایل ہوکر اس دروازے پر آپڑا ہوں۔ اب اگر تم کوئی سیوا کرسکتے ہو تو میری یہ کامنا ہے کہ ایک آنند دایک رات تمھاری منوہر رمنی کے ساتھ ایسی حالت میں بسر کروں جب کہ چاروں اور خاموشی چھا رہی ہو اور وہ اپنے کپڑے اور زیوروں سے سجی ہوئی، پھولوں کی سیج پر لیٹی ہوئی اندرلوک کی اپسراؤں کو شرما رہی ہو۔

نگرسیٹھ: ہے ایشور، یہ میں نے کیا سنا۔ یہ اس نے کیا کہا۔ اُجالے کے روپ میں اندھیرا۔ شرم کرو۔ شرم کرو۔ سادھو شرم کرو۔ میری نہیں تو سادھو کے نام کی شرم کرو۔ مارگ درشی کے بھیس میں لٹیرا۔ سادھو کے بھیس کی شرم کرو۔ سادھو

کے دھرم کی شرم کرو۔ ایک ہندو استری جو برہمن اور سادھو کو اپنے گرو اور پتا کے سمان سمجھتی ہے۔ پھر بھی تم کس مکھ سے ایسے بچن نکالتے ہو۔ کیا باپ ہوکر بیٹی پر بری نظر ڈالتے ہو۔

پھر تو بھارت مٹ گیا، برباد سنساری ہوئے
جب برہمن اور سادھو بھی دُراچاری ہوئے
ہم ہیں نوکا اور کھیویا اُس کے بھوسا گر میں تم
دونوں ڈوبیں گے رہے یوں ہی اسی چکر میں تم

بلوامنگل: بھائی میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جو تم سمجھتے ہو وہ میں نہیں ہوں۔ میں نے اپنے نیچ دل کی کامنا تمھارے سامنے ظاہر کردی۔ اب تمھیں اختیار ہے۔ مانو چاہے نہ مانو۔ چاہے دھتکارو چاہے سویکار کرو۔

دھن، بھومی اور استری تینوں دکھ کا گھر
اِن سے بچنا ہے کٹھن ان کا سب کو ڈر
بویا پھل کی آس رکھ من میں ہرکا ہیت
اوپر سے بجلی گری جل گیا سارا کھیت

نگر سیٹھ: پرنتو دھن، بھومی اور استری کے موہ لوبھ ہی کو تیاگنے کا نام تیاگ ہے اور چھوڑنے والے ہی کو سادھو کہتے ہیں۔ اگر سادھو بننے کے بعد بھی سنسار کی ان مایا روپی وستوؤں کا دل میں موہ لوبھ اور پیار ہے تو ایسے سادھو بننے پر دھکار ہے۔

بلوامنگل: بھگت جن۔ سادھو ہو یا برہم چاری، راجا ہو یا بھکاری، لوبھ سے کوئی خالی نہیں ہے۔ پربھو کرپا کے سوا یہ بھاری زنجیر کسی شکتی سے ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

نکھ بن کٹا دیکھے سیس بھاری جٹا دیکھے
جوگی کن پھٹا دیکھے چار لائے تن میں
موتی انمول دیکھے سیورا سر پھول دیکھے
کرت کلول دیکھے بن کھنڈی بن میں

دیر دیکھے شور دیکھے، گنی اور کرور دیکھے
مایا سے بھرپور دیکھے، پھول رہے دھن میں
آدمی انت سکھی دیکھے، جنم کے دکھی دیکھے
پر وہ نہ دیکھے جن کے لوبھ ہیں من میں

نگر سیٹھ: (اپنے آپ سے) مجھے کیا کرنا چاہیے۔آدمی دھن، زیور، کپڑا، گھر، گام، جان، پران سب کچھ دے سکتا ہے مگر اپنی رگوں میں شریف ماں باپ کا لہو رکھ کر، شریفوں میں جنم لے کر اپنی عزت اور اپنا دھرم دوسرے کے حوالے کرسکتا ہے۔ مگر نہیں سادھو۔ سیوا ایک سچے ہندو کا مکھیہ دھرم ہے۔ ایک ہری نام لینے والے کو نراش پھرا دینا، مانو گھر آئے ہوئے بھگوان کو اپنے دروازے سے لوٹا دینا ہے۔ ایشور ہی جانے کہ یہ کون ہے؟ اور کس روپ میں ہے۔ اوشیہ یہ میری سادھو سیوا کی پریکشا لینا چاہتا ہے...... (مخاطب کرکے) مہاپُرش۔ چلیے میں آپ کا سوال پورا کروں گا۔

(دونوں کا جانا)

باب دوسرا — سین آٹھواں

(اندرونِ خانہ)

بھاگیرتھی: ناتھ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

نگرسیٹھ: مطلب یہ ہے کہ آج تک میں نے اپنے تن، من، دھن۔ دھان سے ایشور کی آرادھنا کی۔ پرنتو آج تمھاری سندرتا سے اس کی پوجا کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں یاد ہوگا کہ اس گھر کی نیو ڈالتے وقت ہم دونوں نے اس انتریامی کے سامنے پرتگیا کی تھی کہ شکتی اور سادھن کے ہوتے ہوئے اس دروازے سے کبھی کسی مسافر یا سادھو کو خالی ہاتھ نہ پھیریں گے۔ دیوتاؤں کی سہایتا اور ایشور کی اَپار کرپا سے اب تک ہم برابر اپنے بچن کا پالن کرتے چلے آرہے ہیں۔ پرنتو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کا دن ہمارے دھرم پریکشا کا دن ہے۔ ایک وچتر بھاؤ سبھاؤ کا سادھو ہمارے دروازے پر آیا ہے اور ایک ایسی چیز کا سوال زبان پر لایا ہے کہ اگر اسے پورا کروں تو ذلت اور شرم ہے اور نہ پورا کروں تو پرتگیا انوسار ادھرم ہے۔

بھاگیرتھی: ناتھ جب ایک کلین پرش اپنے بھائی بند اور متروں کے سامنے کھائے ہوئی قسم توڑنا اپنی بے عزتی اور پاپ سمجھتا ہے تو آپ اس سروشکتی مان کے سامنے کی ہوئی پرتگیا کس طرح توڑ سکتے ہیں۔ آپ کو سادھو کی کامنا ضرور پوری کرنا چاہیے۔

نگرسیٹھ: مگر اس کا ایسا سوال ہے جس کا پورا کرنا بہت ہی محال ہے۔

بھاگیرتھی: ناتھ ہم ایک سنساری آدمی ہیں اور ایک سادھو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم

سنساریوں کے پاس دھرم، بل، شکتی، مکتی، لوک، پرلوک، آنند پرمانند کچھ نہیں ہوتا۔ کیول دھن دھان، وستر، بھوجن، شردھا، سیوا یہی چیزیں ہوتی ہیں۔ وہ بھی اوشیہ ان ہی چیزوں میں سے کوئی چیز مانگنے آیا ہوگا۔ آخر اس نے اپنا منشا تو بتایا ہوگا۔

نگرسیٹھ: وہ عجیب سادھو ہے اور عجیب چیز چاہتا ہے۔

بھاگیرتھی: دھن مانگتا ہے۔

نگرسیٹھ: نہیں۔

بھاگیرتھی: وستر؟

نگرسیٹھ: نہیں؟

بھاگیرتھی: بھوجن؟

نگرسیٹھ: نہیں۔

بھاگیرتھی: گھر، گام، زیور، ہیرا، موتی؟

نگرسیٹھ: نہیں۔

بھاگیرتھی: پھر؟

نگرسیٹھ: اچرج ہوگی۔ چونک پڑوگی (تھوڑا رک کر) وہ تم کو مانگتا ہے۔

بھاگیرتھی: ناتھ......

نگرسیٹھ: ہاں۔ وہ گھر کے مالک کی لکشمی کو طلب کرتا ہے۔ پتی سے اس کی دھرم پتنی کا سوال کرتا ہے۔

بھاگیرتھی: اور پھر وہ سادھو ہے؟

نگرسیٹھ: ہاں۔

بھاگیرتھی: اور ہندو ہے؟

نگرسیٹھ: ہاں۔

بھاگیرتھی: دھرم اُدھرم کو سمجھتا ہے۔

نگرسیٹھ: ہاں۔

بھاگیرتھی: جب تو آپ نے اُوشیہ اس کے شبدوں کا اَرتھ سمجھنے میں بھول کی۔

نگر سیٹھ: نہیں بھاگیرتھی نہیں۔ جیسے بھوکم سے پہاڑ پھٹ جاتا ہے اور اس کے پھٹنے کی آواز کوسوں تک صاف سنائی دیتی ہے۔ اُسی طرح اُس کی باتوں کو سننے اور سمجھنے میں میرے کان اور بُدھی کو بھی دھوکا نہیں ہوا۔ تم نے اُس کی یاچنا اور میری کٹھنتا جان لی۔ اب کہو کہ اُس کے سوال کا کیا جواب دوں...... بتاؤ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟

بھاگیرتھی: ناتھ۔ وِش سے امرت نہیں پیدا ہوتا۔ ببول کے جھاڑ میں کنول نہیں کھلتا اور ادھرم کرموں سے دھرم پراپت نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے دوسرے کی مدد اور سہایتا کی قسم کھائی ہو تو کیا اس کے یہ اَرتھ ہوئے کہ ڈاکو کو اندھیرے میں چراغ دکھا کر دوسرے کے گھر کا راستہ بتادے۔ اندھیرے بھیڑیے کو انگلی تھام کو بھیڑوں کے گلے تک پہنچا دے۔ کٹھور گھاتکی کو ایک نردوش بالک کا گلا کاٹنے کے لیے تلوار تھمادے۔ کیا آپ کو دھرم شاستروں کی شکشا یاد نہیں ہے جس پرتگیا پالن میں دھرم کی ہانی ہوتی ہو۔ اس پرتگیا کا بھنگ کرنا کوئی اپرادھ نہیں ہے۔

نگر سیٹھ: پران پیاری۔ ہم دنیا کو ٹھگ سکتے ہیں پرنتو پرماتما کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس مکان کے تیار ہونے کے بعد ہم نے ایک دل اور ایک زبان ہوکر سادھو سیوا کی قسم کھائی تھی۔ اُس وقت یوں ہوگا تو پرتگیا پالن کریں گے اور یوں ہوگا تو نہ کریں گے۔ اس بات کی کوئی قید نہیں لگائی تھی۔ لگن منڈپ میں ویدی کے سامنے بیٹھ کر دھرم اور پرماتما کو ساکشی کرکے تم نے اپنا تن من دھن۔ جان پران سب کچھ مجھے ارپن کیا تھا۔ آج میں اُس آگیاکاری اور پتی بھکتی کا امتحان لوں گا۔ دھرم اور دیوتاؤں کے سامنے سچا ثابت ہونے کے لیے تمھیں دان کروں گا۔

بھاگیرتھی: ناتھ، سوامی، پربھو۔ میں آپ کے چرنوں کی رَج ہوں۔ آپ کی داسی ہوں۔ آپ کے سامنے آنکھیں اٹھا کر دیکھنے اور بولنے کا کوئی ادھیکار نہیں رکھتی۔

پھر بھی ہاتھ جوڑ کر اتنا ضرور کہوں گی کہ شیو ہوں یا وشنو۔ برہما ہوں یا مہیش۔ شیش ہوں یا سریش۔ پرنتو میں ان سب سے آپ ہی کو پرتھم مانتی ہوں۔ آپ ہی کی سیوا میں سورگ اور آپ ہی کے چرنوں میں مکتی جانتی ہوں۔ پھر آپ مجھے اس گھور پاپ میں کیوں گرانا چاہتے ہیں۔ جس ماتھے پر اپنے ہاتھ سے سندور لگایا تھا اس پر کلنک لگانا چاہتے ہو۔

نگر سیٹھ: پران پیاری۔ میں جانتا ہوں کہ عورت کا مان، سشوبھا، دھن، زیور جو کچھ ہے اُس کا پتی ورت دھرم ہے۔ اگر یہ اُس سے چھین لیا جائے تو پھر اُس کے پاس کچھ باقی نہیں رہتا۔ پرنتو میرا دل کہتا ہے کہ جہاں ستیہ ہے، دھرم ہے، پن ہے، وہاں پاپ کبھی نہیں آئے گا۔ جس سروشکتی مان نے دروپدی اور سیتا کی لاج رکھی تھی، وہ تمھارا بھی پتی ورت دھرم ضرور بچائے گا۔ اس لیے ایشور پر بھروسہ کرکے سادھو کا سوال سویکار کرو۔ اگر میری ہو تو میرا اُدھار کرو۔

بھاگیرتھی: سوامی۔ میں اس سنسار ساگر میں ٹوٹی ہوئی نوکا ہوں۔ جس کی پتوار پرماتما نے آپ کے ہاتھ میں دی ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ چاہے اسے ترا دیجیے اور چاہے اسے ڈوبا دیجیے۔

نگر سیٹھ: ایشور پر بھروسہ رکھو۔

(نگر سیٹھ کا جانا اور بلوامنگل کا ساتھ لے کر آ)

نگر سیٹھ: بھکت راج۔ یہ ہے میری استری اور آپ کی داسی۔

بلوامنگل: سندر۔ اَتی سندر۔

نگر سیٹھ: پربھو یہاں براجیے۔

(بھاگیرتھی اور بلوامنگل کو چھوڑ کر نگر سیٹھ کا جانا)

بلوامنگل: (خود کلامی) دنیا کا ہر ایک چور، ہر ایک ڈاکو چپ چاپ آکر چھاپا مارتا ہے۔

مگر سندر استری ہی ایک ایسی نڈر چور، ایسی بے دھڑک ڈاکو ہے جو اپنے کپڑے کی سرسراہٹ اور جھانجھن کی جھنکار کے ساتھ شور مچاتی ہوئی آتی ہے اور بڑے بڑے یودھاؤں اور سورماؤں کو پل ماتر میں لوٹ کر چلی جاتی ہے۔ اندر جیسا دیوتا، وشوامتر جیسا تپسوی گورکھ جیسا یوگی اور کپل جیسا مہامنی جب اہلیا، مینکا، رمبھا اور مَتس گندھا کے سامنے مہاشکتی وان ہوکر بھی اپنے گورو کی رکشا نہ کرسکے تو پھر ایک سادھارن سنساری منش ان سندر شکتیوں کا کن ہتھیاروں سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ بادل کھل گئے تھے، طوفان تھم گیا تھا، سمندر شانت ہوگیا تھا، یکایک ایک سندراستری کی آنکھوں میں رہنے والی بجلی سوتی ہوئی لہروں کو جھنجھوڑتی اور جگاتی ہوئی تڑپ کر نکل گئی اور گمبھیرتا ادھیرتا اور شانتی اشانتی سے بدل گئی۔ ابھاگے بلوامنگل، پاؤں تجھے اُجالے اور آنند کی طرف لیے جارہے ہیں۔ پرنتو آنکھوں نے تیرے لیے دُکھ، دھکار اور نرک کا راستہ تجویز کیا ہے۔ کیا اب بھی ان آنکھوں کو تو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ کیا اب بھی ان کو پیار کرتا ہے۔ ارے مورکھ یہ ہمیشہ اپنے دوستوں کی دشمن اور دشمنوں کی دوست ثابت ہوئی ہے۔ یہ دل کے قلعے کی دغا باز چوکی دار ہمیشہ دغا دے کر رہی ہیں۔ بھیس بدلے ہوئے ڈاکوؤں کو ان کھڑکیوں سے اندر داخل کرتی ہیں اور آتما کا راج لٹوا دیتی ہیں..... (بھاگیرتھی سے مخاطب ہوکر) مائی کیا دو سوے مل سکتے ہیں؟

بھاگیرتھی: مہاراج کیا کیجیے گا؟

بلوامنگل: مائی۔ آتما اور پرماتما کا سمبندھ ٹوٹ گیا ہے، اُسے دامودر نام کی ڈور سے سی دینا چاہتا ہوں۔

(بھاگیرتھی کا سوے لاکر دینا)

بھاگیرتھی: ان سوؤں کا کیا کریں گے مہاراج!

بلوامنگل: میں اپنے کرموں کے ساتھ لڑا اور انھیں شکست دی۔ وچاروں کے ساتھ لڑا۔

ان پر وجے پائی مگر اے اندھیرے اور غفلت میں حملہ کرنے والی اپرادھی آنکھو، تمھیں کسی صورت سے نہ جیت سکا۔ اس لیے میں نے یہ آخری فیصلہ کرلیا ہے کہ آج ایک آخری جنگ کرکے اِن آئے دنوں کی مصیبتوں کا خاتمہ کردوں۔

یہی آفت، یہی رونا، یہی دکھ دم بہ دم ہوگا
کمینی موذیو نکلو نہ تم ہوگی نہ غم ہوگا

(بلوامنگل کا اپنی دونوں آنکھیں پھوڑ لینا)

بھاگیرتھی: ارے دوڑو۔ دوڑو۔ سادھو مہاراج نے اپنی آنکھیں پھوڑلیں۔

(نگرسیٹھ کا تیزی سے اندر آنا)

نگرسیٹھ: مہراج یہ کیا کیا؟

بلوامنگل: بھائی ڈرو نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ یہ اَپرادھی آنکھیں اسی سزا کے لائق تھیں۔ اندھیرا ہوتے ہی چندرما اُدے ہوتا ہے۔ جب تک یہ باہر کی آنکھیں بند نہ ہوتیں تب تک اندر کی آنکھیں کبھی نہ کھلتیں۔ کرم کا لکھا کبھی نہیں ٹلتا ہے۔ چل بلوا منگل اب کس طرف کو چلتا ہے۔

(ڈراپ)

باب تیسرا— سین پہلا

جنگل

(کرشن اور شنکر کا آنا)

کرشن: شنکر اب میں ایک نئی لیلا رچاتا ہوں۔ گوال بال کا روپ دھارن کرکے اپنے بھکتوں کو برندابن لیے جاتا ہوں۔

شنکر: جو اچھا پربھو۔

(دونوں کا جانا۔ چِنتامنی کا آنا)

چِنتامنی: اے آنکھ تو رو رہی ہے۔ تجھے ضرور رونا چاہیے۔ پرنتو اتنا رو کہ تیری آتما کی کالکھ دُھل جائے۔ اے مورکھ شریر۔ چنتا نے تجھے سونے چاندی سے ڈھانپا، سگندھوں سے بسایا، پھولوں سے سجایا۔ لیکن تو اتنے پردوں کے اندر سے بھی نیچ پن ظاہر کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اب یہ گیروا وستر ہی تیرا پردہ ڈھانپ سکتا ہے۔ مگر اسی حالت میں کہ تو اس کی لاج رکھ سکے۔

(کرشن کا بال روپ میں آنا)

کرشن: تم کون ہو جی اور اس جنگل میں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔

چِنتامنی: بچے۔ اس سنسار میں سبھی اکیلے ہیں۔ دھرم کے سوا کوئی اپنا نہیں۔ کرم کے سوا کوئی ساتھی نہیں اور کرشن کے سوا کوئی دوست نہیں۔

کرشن: اوہو۔ تو شاید تم کرشن کی بھگت ہو اور برندابن جارہی ہو۔

چنتامنی: (خود سے) اس بالک کی آواز سن کر دل میں پریم اور آنند کیوں لہریں مارتا ہے۔ (مخاطب کرکے) لڑکے تو کون ہے۔

کرشن: ایسے روکھے پن سے کیوں پوچھتی ہو۔ کیا تم کو تمھارے کرشن نے میٹھی باتیں کرنا نہیں سکھایا۔

چنتامنی: تو اور کس طرح پوچھوں۔

کرشن: یوں پوچھنا چاہیے کہ مہاراج آپ کون مہاپرش ہیں۔

چنتامنی: اچھا یوں ہی سہی۔ مہاراج آپ کون مہاپرش ہیں۔

کرشن: میں گوکل کا گوالا اور تمھارے کرشن کا پڑوسی ہوں۔

چنتامنی: تم گوکل کے گوالے ہو۔ میرے کرشن کنہیا کے گاؤں کے رہنے والے ہو۔ آؤ میرے بچے نزدیک آؤ اور میری چھاتی سے لگ کر میرے کرشن ابھیلاشی کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔

کرشن: اوں ہوں۔

چنتامنی: کیوں۔

کرشن: اوں ہوں۔

چنتامنی: آؤ نا۔

کرشن: اوں ہوں۔ میں تمھارے پاس کیوں آؤں۔ تم تو کرشن، کو چاہتی ہو۔ میں تو اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے چاہے گا۔

چنتامنی: میرے پاس آؤ۔ میں تمھیں بھی چاہوں گی۔

کرشن: نہ...... دو میں سے ایک۔ کرشن یا میں۔ کرشن کو چاہو یا مجھے چاہو۔

چنتامنی: مگر کیا میں دونوں سے محبت نہیں کرسکتی۔

کرشن: اوں ہوں۔ ایک آنکھ سے دس دستوؤں کو دیکھ سکتے ہیں مگر ایک دل سے ایک ہی کو پیار کرسکتے ہیں۔ سمجھیں۔ یعنی میں ساجھے کی دوستی نہیں چاہتا۔

چنتامنی: ٹھہرو پیارے بالک ٹھہرو۔ تم نے کیا کیا۔ میرا دل آپ سے آپ تمھاری

طرف کیوں کھنچا جاتا ہے۔

کرشن: اس لیے کہ تم کرشن کو چاہتی ہو اور میں بھی کرشن ہی کی طرح خوبصورت ہوں۔ کرشن ہی کی طرح گئوویں چراتا ہوں۔ کرشن ہی کی طرح بنسری بجاتا ہوں اور کرشن ہی کی طرح اپنے متروں کو دودھ دہی چرا چرا کر کھلاتا ہوں۔

چنتامنی: تو کیا تم بھی بال گوپال کی طرح چور ہو۔

کرشن: تو کون چور نہیں ہے۔ تم نے بھی تو کرشن کا دھیان اور کرشن کا پریم چوری کرکے اپنے ہردے میں رکھ لیا ہے۔ اچھا اب میرے دودھ دہی بیچنے کا سمے آگیا ہے۔ لو اب میں جاتا ہوں۔ اب ہم سے تم سے براندابن میں ملاقات ہوگی۔

چنتامنی: ٹھہرو ٹھہرو بالک۔ پیارے بالک ٹھہرو۔

(کرشن کا چلے جانا)

باب تیسرا — سین دوسرا

جنگل

(بلوامنگل کا آنا)

بلوامنگل: پیارے برج چندر۔ اُنیتی اور اَستیہ پر للچانے والی تمھاری منوہر آکرتی کا دھیان بٹانے والی اِن نیچ آنکھوں کو تو الگ کردیا۔ اب ہردے چکشو کب کھولو گے۔ آؤ منوہر مراری۔ گووردھن دھاری، بنسی بجاتے ہوئے آؤ۔ آنند کی ورشا برساتے ہوئے آؤ۔

من بھی اندھا، آنکھ بھی اندھی، آؤ پکڑ لو ہاتھ
اندر بھی ہے رات پربھو اور باہر بھی ہے رات

(کرشن کا آنا)

کرشن: سورداس جی مہاراج اس اندھیرے جنگل میں کیا کر رہے ہو۔

بلوامنگل: باوا۔ اندھیرے میں آنند کا اجالا ڈھونڈھ رہا ہوں۔

کرشن: مگر تم تو اندھے ہو۔ ایک ہزار سوریہ اور دس ہزار چندرما نکل آئیں تو بھی تم اس دنیا کو کسی طرح نہیں دیکھ سکتے۔

بلوامنگل: باوا مجھے باہر کی دنیا کے لیے اجالا نہیں چاہیے۔ میری آتما کی دنیا اندھیری پڑی ہوئی ہے۔ اس کے لیے روشنی کی ضرورت ہے۔

کرشن: تو اندر کی دنیا کو کون روشن کرسکتا ہے۔

بلوامنگل: وہ جس کے گپت سوروپ سے تینوں لوک جگمگا رہے ہیں۔ جو اپنے پرکاش سے برہمانڈ کو دیپا رہے ہیں۔

رات دیپاوے چاندنی، دن جگمگ ہو دھوپ سے
پر چمکے یہ آتما کرشن چندر کے روپ سے

کرشن: مگر یہ تو کہو کہ تم اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے جا کس طرف رہے ہو۔

بلوامنگل: منوورتی تو برج کی طرف کھینچے لیے جارہی ہے۔

آگے مرضی ناتھ کی لے جائیں جس ٹھور
میں نے ان کے ہاتھ میں دے دی من کی ڈور

کرشن: تو کیا برندابن کی طرف جارہے ہو۔

بلوامنگل: ۔

برندابن سو بن نہیں نندگام سو گام
بنسی بٹ سو بٹ نہیں کرشن نام سو نام

کرشن: سورداس جی۔ برندابن بہت دور ہے۔ ناحق کسی گڑھے وڑھے میں گر پڑو گے۔ میں گوالے کا لڑکا ہوں چلو تمھیں اپنے گھر لے چلوں۔ وہاں آنند سے دودھ دہی کھانا اور بیٹھے گوال بالوں کا پالنا جھلانا۔

بلوامنگل: بادا میں برج میں بالک کا پالنا ہی تو جھلانے جارہا ہوں۔

کرشن: برندابن میں کس کے لڑکے کو جھولا جھلاؤ گے۔

بلوامنگل: ۔

جاتا ہوں میں نندگام وا بالک کی شودھ میں
دیکھ جسے آنند ہو مات یشودا گود میں
تن من میں سیوا کروں پیارے بال گوپال کی
ڈور میں کھینچوں رات دن کرشن کنہیا لال کی

کرشن: اچھا تو آؤ میں تمھیں برج کا راستہ بتا دوں۔

بلوامنگل: دیالو۔ تمھاری بڑی دیا۔ کرپالو، تمھاری بڑی کرپا...... (کرشن کا ہاتھ پکڑنا)

ارے یہ کیا۔ میری آتما کے اندر اجالا ہی اجالا کہاں سے آگیا...... آنند۔ آنند۔ آنند...... منشیہ کا ہاتھ اور ایسا کومل ایسا پیارا۔نہیں کوئی نہیں۔ یہ میرے دین دیال، یہ میرے برج گوپال کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ چلوناتھ۔ کدھر لیے چلتے ہو۔

کرشن: سورداس جی دھیرے دھیرے۔ کہیں پتھر سے ٹھوکر نہ کھانا۔

بلوامنگل: ٹھوکر۔ ٹھوکر۔ ناتھ اب ٹھوکر کھانے کا وقت گیا۔ اب تو پارس کو پایا ہے۔ لوہے سے سونا بننے کا وقت آیا ہے۔

کرشن: مگر میں کیا بھاگا جاتا ہوں جو اس زور سے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ ہاتھ تو چھوڑ دو۔

بلوامنگل: چھوڑ دوں۔ ناتھ تمھیں بڑی محنت سے پایا ہے۔ ارے برج باسی تو نے بہت ستایا ہے۔

ایسا مورکھ کون ہے پھر جو آوے بات میں
اب کب چھوڑت ہوں تمھیں ہر آیو ہے ہاتھ میں

کرشن: سورداس جی تم دھوکا کھا رہے ہو دھوکا۔ میں تو گوالا ہوں گوالا۔

بلوامنگل: ہاں ہاں۔ میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ گوالے ہو گوالے۔

روپ سروپ میں کھل رہے جانت ہیں نرناری
گوال کہت کوؤ تمھیں اور کوؤ کہے گردھاری

کرشن: معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں سیدھے راستے کی خبر ہے۔ اچھا تو اب میرا ہاتھ چھوڑ دو۔

بلوامنگل: کبھی نہیں۔

کرشن: چھوڑو۔ چھوڑودو۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو۔

بلوامنگل: ناتھ تم نے تو اس سنسار ساگر میں جس کا ہاتھ پکڑا پھر کبھی نہیں چھوڑا۔ پھر مجھ نرادھار سے ہاتھ کیوں چھڑاتے ہو۔

کرشن: بس چھوڑ دو میرا ہاتھ۔

(کرشن کا ہاتھ چھڑا کے چلے جانا)

بلوامنگل: چھڑا لیا۔ ہٹ گئے۔ چلے گئے۔ اچھا جاؤ، چلے جاؤ۔ مگر میں تمھیں اپنا کیے بغیر کبھی نہ چھوڑوں گا۔

ہاتھ چھڑائے جات ہو نربل سمجھ کے موہے
ہردے میں سے جایئے تو مرد کہوں گا تو ہے

(گانا بلوامنگل)

سانورا۔ نینن والا۔ نند لالا۔ متوالا۔ ہاں گوکل کا اجالا۔
کرشن کرشن کر سانجھ سویرے۔ کرشن نام سب دکھ ہرے۔
کرشن ہی بھو ساگر سے تارے۔
پارلگانے والا۔ نرالا۔ متوالا۔
ہاں گوکل کا اجالا۔ سانورا......
کوئی کہت ہے کرشن مراری۔ کوئی کہت ہے شیام بہاری۔
کوئی رٹے نٹور گردھاری۔ جپت تمھاری مالا۔ نند لالا۔
متوالا۔ ہاں گوکل کا اجالا۔ سانورا......

باب تیسرا— سین تیسرا

ندی کا کنارا

(سادھوؤں کا گانا)

تو ہے مالک سائیں۔
سب کا پالن ہار۔
سنسار جگت کو چھوڑ کر آئے۔
پار کرو اب نیا ہمری۔
تمھیں ہو کھیون ہار۔
تو ہے......

چنتامنی: بچاؤ بچاؤ بھکت راج شرومنی مہاراج مجھے بچاؤ۔
شونگری: بائی تم کون ہو۔
چنتامنی: ۔

دشٹ پاپی نیچ ادھم، اک وشیہ، اک کام لین
پاپ میں جو اس طرح ڈوبی تھی جیسے جل میں مین
آپ ہی ہو کشٹ ہرتا، آپ ہی آدھار ہو
آپ کے چرنوں میں آئی ہوں کہ بیڑا پار ہو

شونگری: کیا چاہتی ہو؟
چنتامنی: بھکت راج۔ اس لاج اور دھکار بھری ہوئی قید سے بھاگ کر آپ کی شرن

آئی ہوں کہ گرے ہوئے کو اٹھایئے۔ اپنا ششیہ بنا کر ست دھرم اور ست مارگ بتایئے۔

شونگری: مائی سنساری منشیہ کا من بہتی ندی کے جل کے سمان۔ جس طرح ندی کا پانی ہوا کے جھونکے کے ساتھ نیا نیا روپ لے کر بہتا اور اُچھلتا رہتا ہے، اسی طرح منشیہ کے اندر کا بھاؤ بھی ایک ایک چھن میں اس کا سبھاؤ بدلتا رہتا ہے۔ پہلے تم آندھی میں اُڑتے ہوئے پتے کو پتھر کے نیچے دباؤ۔ چنچل من کو ہراؤ۔ پھر پھولوں کی سیج سے اتر کر تیاگ اور ویراگ کے مارگ کی طرف قدم بڑھاؤ۔

قدم قدم پر بچھے ہیں کانٹے دکھوں کی برسات رات دن ہے
بڑے بڑے تھک کے ہار بیٹھے یہ راستہ کاٹنا کٹھن ہے

چنتامنی: مہاتماجن۔

جب تک نہ کہہ دیں آپ کہ جی اٹھ مرے ہوئے
رویا کروں گی سیس چرن پر دھرے ہوئے
سن سن کے پیاس پیاس دیا آہی جائے گی
آخر برس پڑیں گے یہ بادل بھرے ہوئے

(شنکر اور کرشن کا داخلہ)

شنکر: پربھو مجھے آشچریہ ہے کہ ایسے ایسے سنت مہنت، تیاگی ویراگی، جنگل جنگل الکھ جگانے والے، رات دن آپ کے نام کی مالا پھرانے والے، ان میں سے کسی پر آپ کی اتنی کرپا نہیں ہے جتنا بلوامنگل اور چنتامنی کا دھیان ہے۔ ان میں کون سی ایسی بات ہے جس کے لیے ان کا اتنا مان ہے۔

کرشن: ہاں شنکر۔ اس کلجگ کے زمانے میں گیروے کپڑوں کے اندر ہزاروں چور اور ٹھگ چھپے ہوئے ہیں دیمک کی طرح میری بھگتی اور میرے نام کو دوسروں کے لوٹنے اور ٹھگنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

ڈوبے ہوئے ہیں موہ کپٹ لوٹ مار میں
مشکل سے دس ملیں گے کھرے دس ہزار میں

شنکر: بھلا پربھو یہ سادھو منڈلی جو سامنے بیٹھی ہوئی ہے، ان کے لیے کیا وچار ہے۔ برے ہیں کہ اچھے ہیں۔

کرشن: پریکشا سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں کتنے جھوٹے اور کتنے سچے ہیں۔

شنکر: پرنتو پربھو مجھے تو آپ اپنا سچا بھکت سمجھتے ہیں نا۔

کرشن: اس کا جواب تمھارا من اور وشواس دے سکتا ہے۔ یہ بن باسی اور یہ پرلوک نواسی دونوں اپنے کو میرا سب سے بڑا بھکت سمجھ رہے ہیں۔ اب میں ایک نئی لیلا رچاتا ہوں۔ آئینہ سامنے کرکے ان کو ان کی اصلی صورت دکھاتا ہوں۔

شنکر: کیوں بھگوان کیوں۔

کرشن: ارے رے رے۔ ارے ہائے ہائے ہائے۔

شنکر: کیا ہوا۔ دین بندھو کیا ہوا۔ دیا سندھو کیا ہوا۔

کرشن: آہ آہ۔ درد۔ درد۔ درد۔ بڑا درد۔

شنکر: درد۔ آپ کے پیٹ میں درد۔ بھگوان کے پیٹ میں درد۔

کرشن: ہاں شنکر۔ بڑا درد ہورہا ہے۔ بڑا دکھ ہورہا ہے۔

شنکر: دین بندھو۔ دیاسندھو۔ یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ دکھ اور آپ کی جان کو۔ دکھ سنساری جیووں کو ہوتا ہے یا بھگوان کو۔

کرشن: شنکر۔ یہ سنسار مرتیولوک ہے اور مرتیولوک میں جو آتا ہے اُس پر ضرور یہاں کا اثر ہوجاتا ہے۔

شنکر: پرنتو ناتھ۔ آپ کے پرتاپ سے دوسروں کا دکھ ہٹ جاتا ہے۔ کلیش کٹ جاتا ہے۔ آشچر یہ ہے کہ جو سارے جگت کا کشٹ ہرتا ہے، اس کا پیٹ دردکرتا ہے۔

کرشن: شنکر جب تک اس سرشٹی میں رہنا ہوگا۔ سرشٹی کے نیم انوسار ہر ایک طرح کا دکھ سہنا ہوگا۔ ارے ارے ارے۔ ہائے کیا کروں۔

شنکر: ہائے۔ ہائے۔ درد بھی کیسا پاپی ہے جو بھگوان کو بھی دکھ دے رہا ہے۔

کرشن: ارے شنکر کوئی اپائے بتا۔

شنکر: بھگوان پیٹ کا درد کچھ آپ کا بھگت تھوڑا ہی ہے جو آپ اس پر بگڑتے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ چلا جا۔

کرشن: ایسا کہنے سے مان جائے گا۔

شنکر: کیوں نہیں۔ جب ساری دنیا آپ کا حکم مانتی ہے تو درد کو بھی ماننا ہی پڑے گا۔

کرشن: شنکر۔

شنکر: پربھو۔

کرشن: ارے تو میرا کیسا بھگت ہے۔ میں درد سے تڑپ رہا ہوں اور تو چپکا دیکھ رہا ہے۔

شنکر: تو پربھو کیا کروں۔ کہیے تو ہنومان جی کو بھیج کر دھولاگری سے مول سنجیون بوٹی منگاؤں۔ کسی وید کو بلاؤں۔ کسی سادھو سنت سے دوا مانگ لاؤں۔

کرشن: اس درد کی ایک دوا کے سوائے اور کوئی دوا نہیں ہے۔

شنکر: کیا بھگوان۔ وہ کیا۔

کرشن: اگر کوئی منشیہ چھاتی چیر کر اپنا کلیجہ جس سے گرم گرم رکت ٹپک رہا ہو، میرے کلیجے سے لگائے تو مجھے آرام آئے۔

شنکر: کیا۔ کلیجا؟

کرشن: ہاں۔

شنکر: اور جیتے آدمی کا۔

کرشن: ہاں۔

شنکر: کون دے گا۔

کرشن: میرے بھگت، میرے سیوک، جو سر سے پاؤں تک پریم اور پروپکار ہیں جو میرے لیے اپنا تن من سب کچھ دینے کو تیار ہیں۔

شنکر: ایسا تو یہاں کوئی نہیں دکھائی دیتا۔

کرشن: تو کیا یہ سب جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر میرے دھیان گیان میں لین ہو رہے ہیں، میرے بھگت نہیں ہیں۔ جا ان سے مانگ۔ میرے نام کے ساتھ جو سوال

کیا جائے کیا اُسے سن کر یہ ٹال دیں گے۔ نہیں۔ کبھی نہیں۔ یدی میرے بچے پریمی ہیں تو سب کے سب اپنا کلیجہ نکال دیں گے۔

شنکر: آپ نے خوب یاد دلایا۔ پربھو دھیرج دھریے۔ میں ابھی ان سے مانگ کر لایا۔ (لوگوں کی بھیڑ میں جاکر) ارے میرے بھگوان کے پیارے بھکتو۔ پربھو کو پیٹ کے درد نے ستایا ہے اور یہ غریب برہمن تمھارے پاس اس کی دوا مانگنے آیا ہے۔

سادھو 1: کیا چاہتے ہو۔

شنکر: کیا نہیں سنا۔

سادھو 2: صاف صاف بولو۔

شنکر: بولتا تو ہوں۔ مگر ایسا نہ ہو کہ سن کر ٹال دو۔

سادھو 3: کیا مطلب ہے۔

شنکر: اور کچھ نہیں۔ بس اتنا ہی کہ بھگوان کے نام پر چھاتی چیر کر اپنا کلیجا نکال دو۔

سادھو 1: کیا کہا کلیجا۔

شنکر: نہیں سمجھے۔ اتنا بڑا سر اور اتنا چھوٹا بھیجا۔

سادھو 1: مورکھ۔ کلیجا نکال دیں گے تو اس سنسار میں ہم جئیں گے کیسے۔

شنکر: جینے مرنے کی تو میں نہیں جانتا۔ تمھارے جینے ہی سے دنیا کا کون سا کام چل رہا ہے جو مرنے سے بند ہو جائے گا۔ دیکھو بھکتو آج بھگوان کے کام آؤ گے تو سیدھے سورگ میں پہنچ جاؤ گے۔

سادھو 2: جا بھائی جا۔ ہم اس وقت آنکھیں بند کیے ہوئے شری برندابن میں جمنا جی کے کنارے گوپ لیلا کا آنند لوٹ رہے تھے۔ مگر تو نے زبردستی آواز دے کر سکھ کے سپنے سے جگادیا۔ کدھر کا دھیان کدھر پہنچا دیا۔

شنکر: سنت جی میں اُپدیش نہیں کلیجا چاہتا ہوں کلیجا۔

سادھو1: جا بھائی جی۔ کیا مفت کا کلیجا ہے۔ تجھے بک بک کرنے کو یہاں کس نے بھیجا ہے۔

شنکر: کس نے بھیجا ہے بھگوان نے۔
سادھو 2: کیا ہماری جان لینے کے لیے۔
شنکر: نہیں۔نہیں۔تمھارے پریم اور بھکتی کا امتحان لینے کے لیے۔
سادھو3: تو ہم میں سے کوئی بھی اس امتحان دینے کو تیار نہیں ہے۔
شنکر: بھئی معلوم ہوگیا کہ تمھارے دل میں ذرا بھی پربھو کا پیار نہیں ہے۔

(شنکر کا مایوس ہوکر کرشن کے پاس آنا)

کرشن: کیوں شنکر لایا۔
شنکر: پربھو میں نے تو ان چمکتے ہوئے سونوں کو نرا پیتل ہی پایا۔ ہاں وہ سامنے آپ کی نئی بھکتن چِنتامنی بیٹھی ہوئی ہے۔کہیے تو اس سے جاکر مانگوں۔ دیکھو وہ بھی ان کی طرح ٹال دیتی ہے یا آپ کا نام سنتے ہی کلیجا نکال دیتی ہے۔
کرشن: جب ایسے ایسے بھکت، میری بھکتی کا دعویٰ کرنے والے، رات دن میرا دم بھرنے والے کسوٹی پر کھرے نہ نکلے تو وہ دن کی سدھری ہوئی ویشیا پریم پریکشا میں کس طرح پوری اتر سکتی ہے جو کام یہ نہ کرسکے وہ کام یہ کس طرح کرسکتی ہے۔
شنکر: پربھو اس بات کا تو مجھے بھی نشچے ہے۔مگر پھر بھی اس کے پاس جانے دیجیے۔ ایک بار اسے بھی آزمانے دیجیے۔
کرشن: جاؤ آزماؤ۔

(شنکر کا چنتامنی کی طرف جانا)

شنکر: ان سبوں نے تو بھگتوں کی ناک ہی کٹا دی۔ اگر یہ سب بھکت میرے ہوتے تو بڑی ہی سخت سزا دیتا۔ ان سب کی کمر میں بھاری پتھر باندھ کر ٹھیک جمنا جی کے بیچوں بیچ ڈبا دیتا۔
چنتامنی: ۔

کرشن مراری، سنکٹ ہاری، کوؤ نہ پوچھت بات ہماری
بھول گئے کیوں دین دکھی کو آؤ خبر لو ناتھ ہماری

شنکر: ارے کیا کوئی بھگوان کا پیارا بھگوان کے نام پر اپنا کلیجا نکال کر دے سکتا ہے۔

چنتامنی: کلیجا۔ کلیجا کس کو چاہیے۔ کون مانگتا ہے۔

شنکر: میں مانگتا ہوں۔

چنتامنی: کس کے لیے۔

شنکر: بھگوان کے لیے۔

چنتامنی: بھگوان کے لیے۔ میرے پربھو کے لیے۔ دین بندھو کے لیے۔ دیا سندھو کے لیے۔

شنکر: ہاں۔ کیا تم کلیجا دے سکتی ہو۔

چنتامنی:

سیس، سانس، جیو، آتما، ہاڑ چام، لہو، مانس
اُن کا ہی ہے دیا ہوا جو کچھ بھی ہے پاس
ایک کلیجا ہی نہیں، انگ انگ للچائے
رھنیہ ہیں وا کے بھاگ جو پربھو کے کام آئے

شنکر: تو تم خوشی سے بھگوان کے نام پر اپنا کلیجا اَرپن کرنا چاہتی ہو۔

چنتامنی: ارے جب دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ، تُچھ سے تُچھ وستو پر لوگ اپنا گھر، گاؤں، جان پران سب کچھ قربان کر دیتے ہیں تو کیا میں بھگوان کے نام پر اپنا کلیجا نچھاور نہیں کر سکتی۔

انھیں سے پایا انھیں کا ہے سب انھیں پہ جو کچھ ہے واردوں میں
کلیجا کیا ہے جو ناتھ مانگیں تو اپنا سر تک اتار دوں میں
دکھاؤ لاؤ چھری کہ اس سے نہیں ہے اب بڑھ کے متر میرا
لہو سے دھوکر اشدھ من کو کرے گی جیون پوتر میرا

شنکر: (کرشن کے پاس جاکر) بھگوان وہ تو چھری مانگتی ہے۔

کرشن: یہ لے۔

شنکر: (چنتا منی کے پاس جاکر) دیوی لو۔

چنتا منی: آ آ اے پروپکاری چھری۔ اے سنکٹ ہاری چھری۔

پاپ کاوش بھرگیا نس نس میں اتیاچار سے
لا پلا امرت کی دھارا آج اپنی دھار سے
تو ملی مجھ کو تو اب مل جائیں گے بھگوان بھی
ان پہ صدقے ہے کلیجا بھی، جگر بھی، جان بھی

(چنتا منی چھری اٹھا کر اپنے سینے پر وار کرتی ہے)

شونگری: ارے ٹھہر ٹھہر کیا کرتی ہے۔ پاگل تو نہیں ہوگئی جو چھری مار کر مرتی ہے۔

چنتا منی:

کوئی مرے توڑوں پہ، کوئی مرے جوڑوں پہ، کوئی مرے دنیا کے کھوٹے دھن دھام پر
کوئی مرے گالوں پہ، کوئی مرے بالوں پہ، کوئی مرے گندھ بھرے چمکیلے چام پر
کوئی مرے باتوں پہ، کوئی مرے گھاتوں پہ، کوئی مرے چال کپٹ موہ لوبھ کام پر
یم دیکھے گھور گھور، مرنا ہے جب ضرور، ہر ہر کہہ اور مر پربھو کے نام پر

(چنتا منی کا لہو لہان ہوکر گانا)

سب سادھو: ارے بھاگو بھاگو، اس پاگل عورت نے اپنا خون کرلیا۔

(سب کا بھاگ جانا۔ شنکر کا کلیجا لے کر کرشن کے پاس آنا)

شنکر: ناتھ لیجیے۔

کرشن: ہاں ایسے ہی بھکت ہیں جن کی مجھے بھکتی کرنی پڑتی ہے۔

نتیجہ کیا مُلمّع جھوٹ پر سچ کا چڑھانے سے
مرا گن داد گانے سے مری مالا پھرانے سے

رنگا من ہی نہیں تو فائدہ کپڑے رنگانے سے
وہ سونا ہے کھرا نکلے جو بھٹی میں تپانے سے
جو کرتے ہیں مری سیوا کراتے ہیں غلامی بھی
جو سچے بھکت ہیں وہ میرے سیوک بھی ہیں سوامی بھی

شنکر: پربھو سامنے سے سورداس جی آرہے ہیں۔

(بلوامنگل کا کرشن کی طرف آنا)

کرشن: آؤ سورداس جی نربھے ہوکر چلے آؤ۔ (چنتامنی کے پاس جاکر) بس اے سنسار سمبندھ کے سپنے ساپت ہو۔ اے بھکت آتما اٹھ اور اس لوک ہی میں پرلوک کا سکھ پراپت کر۔

(چنتامنی کا اٹھ کر بیٹھ جانا)

بلوامنگل: پربھو بھیتری چکشو تو آپ کی بھکتی سے ترپت ہوئے۔ اب ان نیتروں کو بھی ساکشات درشن دے کر کرتارتھ کیجیے۔

کرشن: (آنکھوں میں پھول لگاتے ہوئے) تتھاستو۔

بلوامنگل: (آنکھیں کھول کر) کون میرے کرشن مراری۔ آنند آنند۔

شنکر: بلوامنگل مہاراج اُدھر دیکھیے وہ کون ہے۔

بلوامنگل: کون ماتا چنتا۔ تمھارا کلیان ہو۔

چنتامنی: بھائی تمھارا بھی کلیان ہو۔

(سورگ کا سین)

—پردہ—

مدھر مُرلی

مدھر مُرلی

1919

مدھر مرلی (1919)

بلوامنگل کی بے پناہ کامیابی کے بعد آغا حشر نے بہ طور خاص یہ ڈراما اپنے ڈراموں کے ہندو ناظرین کے لیے لکھا تھا۔ اس میں شری کرشن کے سوانح زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ خصوصاً گوپیوں سے ان کے پریم کو بڑے فلسفیانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ معاصر عورتوں میں شری کرشن سے بڑھتی ہوئی محبت اور عقیدت ردعمل کے طور پران کے گھریلو رشتوں میں جو انتشار پیدا ہورہا تھا اور اس کے نتیجے میں جو نت نئے مسائل سر اٹھا رہے تھے، ان کی عکاسی بھی اس ڈرامے میں بڑی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دھرم کے نام پر اپنے مفادات کا تحفظ کرنے والے ڈھونگی مہاتماؤں اور سنتوں کی بھی قلعی کھولی گئی ہے۔

آغا حشر کے ذخیرے سے اس ڈرامے کا جو واحد مسودہ دستیاب ہوا ہے وہ آغا جانی کا نقل کردہ ہے۔ یہ اردو رسم خط میں ہے۔ یہ نقل 5 مارچ 1954 کو شروع کرکے 11 مارچ 1954 کو مکمل کی گئی ہے۔ مسودہ معمولی مجلد کاپی کی شکل میں ہے۔ خط واضح ہے۔ پہلے صفحے پر 'مدھر مرلی، مصنف جناب آغا حشر کاشمیری مرحوم مغفور، انڈین شیکسپیر بنارس لکھا ہے۔ اسی صفحے پر مقام کتابت بمبئی کے حوالے کے ساتھ کاتب کے دستخط اور تاریخ کتابت بھی درج ہے۔ صفحے کے ایک کونے میں سرخ روشنائی سے راجہ ماسٹر 20 اگست 1962 لکھا ہے۔ (یہ تحریر آغا جانی کے نقل کردہ ہر مسودے پر موجود ہے) اس مسودے میں بھی کاتب نے حسب سابق ہندی کے جو الفاظ ان کی سمجھ میں نہیں آسکے انھیں یا تو ہو بہ ہو نقل کرنے کی کوشش کی ہے یا پھر اپنے بنائے ہوئے جملوں سے اس خلا کو پر کردیا ہے۔ اس کوشش کے بعد ڈرامے کی جو شکل بنی ہے اس میں جا بہ جا نقل شدہ الفاظ بے معنی اور

جملے غیر مربوط ہوگئے ہیں۔ مرتبین نے حتی المقدور متن کے اس نقص کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے ہندی جاننے والے بعض دوستوں سے بھی مدد لی ہے۔ آغا جانی کی ہندی زبان سے واقفیت مشکوک ہے۔ یا تو وہ اس زبان اور اس کے رسم خط سے قطعی نابلد تھے یا اس بارے میں ان کی معلومات معمولی شد بد سے زیادہ نہ تھی۔ انھوں نے بعض اور ڈراموں کی نقلیں بھی تیار کی ہیں لیکن معتبر نقلوں کی موجودگی کی وجہ سے اس کلیات کی ترتیب کے دوران انھیں نظرانداز کردیا گیا۔ چونکہ اس ڈرامے کی کوئی دوسری نقل دستیاب نہیں، اس لیے اسی ناقص مسودے کو متن کی بنیاد بنانا مرتبین کی مجبوری تھی۔

اس مسودے میں جہاں جہاں ہدایات کا فقدان تھا اسے مرتبین نے پورا کردیا ہے۔

ناٹک کے پاتر

پُرش پاتر:

1۔ مادھو	وشنو کا اوتار۔ کرشن
2۔ نندراج	گوکل کا راجا اور مادھو کا پتا
3۔ پربھات	نندراج کے پردھان کا پُتر
4۔ جٹانند	شری کرشن کا وِرودھی، ایک دھرم پتت دھورت سادھو
5۔ کلیان	جٹانند کا ایک دھورت چیلا
6۔ تتھاستو	دوسرا چیلا
7۔ لکشمی داس	ایک کنجوس سوارتھی دھنوان
8۔ وشواس	لکشمی داس کا دھارمک اور ماتر بھکت بھائی
9۔ پریم	وشواس کا ہونہار پُتر
10۔ شیوشرما	ایک نردھن برہمن
11۔ اَدھرم	پاپ شکتی
12۔ پردھان	نندراج کا پردھان منتری
13۔ گوالے، سینک اِتیادی	

استری پاتر:

1۔ یشودا	نندراج کی رانی
2۔ للتا	پربھات کی پتی ورتا استری اور مادھو بھکت
3۔ مایا	لکشمی داس کی دُشٹ استری
4۔ اُما	لکشمی داس کی دھرم پرائنا ماں
5۔ برہمنی	شیوشرما کی استری
6۔ گوپیاں، سکھیاں اِتیادی	

ڈراپ پہلا — سین پہلا

شیو مندر

(گوپیاں پوجا کر کے مندر سے نکل کر گھروں کو جا رہی ہیں)

پہلی: سکھی تمھاری بدھی ہم سب میں سوچت اور پرکاشت ہے۔ ابھی جو پنڈت جی کتھا سنا رہے تھے۔ ذرا ہم کو اُس کا تو تو سمجھاؤ۔

دوسری: بہن شاما۔ تم کیا سمجھنا چاہتی ہو؟

پہلی: وہ ''ایکو برہم دویتیو ناستی'' کا کیا ارتھ ہوا؟

دوسری: ''ایک برہم دوَیتیو ناستی'' کا یہ اَرتھ ہوا کہ اس کی سرودیاپک سچدا نند ایشور کے اتی رِکت اس مایاروپی سنسار میں اور کوئی وستو وِدّمان نہیں۔ آدی سے انت تک جو تھا، جو ہے اور جو ہوگا۔ سب پرلے ہی پرلے ہے۔

تیسری: تو مانو ایشور جگت ہے اور جگت ایشور ہے۔

دوسری: ایسا ہی ہے۔ سکھی جب تم پراتہ کال جمنا جی اشنان کرنے جاتی ہو تو اس سے تمھیں کہیں اُچھلتے ہوئے جل، کہیں ناچتے بلبلے، کہیں بھنور پڑتے، کہیں لہریں اُچھلتی، کہیں جھاگ اُٹھتے دکھائی دیتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ بلبلے، یہ بھنور، یہ لہریں، یہ جھاگ، کیا جل سے الگ وستوئیں ہیں؟

چوتھی: نہیں۔ یہ تو کیول جل ہی ہے۔ جو نانا پرکار کے روپ میں دکھائی دیتا ہے۔

دوسری: بس تو اسی پرکار یہ جگت بھی جگت کرتا کی لیلا کے اتی رکت اور کچھ نہیں ہے۔ جیسے مکڑی اپنے اندر سے جالا نکال کر تانتی اور پھر سمیٹ لیتی ہے۔

ویسے ہی ایشور بھی جب اپنے آپ کو اپنی لیلا دکھانا چاہتا ہے تو سرشٹی کے روپ میں پرگٹ ہوتا ہے اور جب دکھا چکتا ہے تو اپنے آپ میں لین ہوکر اَدرشیہ ہوجاتا ہے۔

پہلی: اوہو۔ تم تو پوری پنڈتا ہو گئی ہو۔ اتنا گیان کس سے سیکھا؟

دوسری: نند کے دُلارے، یشودا کے پیارے سے۔

(گانا)

ڈراپ پہلا — سین دوسرا

پربھات کا مکان

(لتا پلنگ پر سورہی ہے۔ آکاش کا درشیہ ہے۔ پربھات کبھی لتا کو اور کبھی چندرما کو دیکھتا ہے)

پربھات: آکاش کی انگوٹھی میں ہیرے کے نگ کے سمان چمکتا ہوا چندرما اس سوئی ہوئی مدن موہنی کے جاگتے اور ہنستے ہوئے تیج کے سامنے کتنا تچھ دکھائی دیتا ہے۔ ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ گنگا کی پوتر لہروں پر سورگ کے تیجسوی پھول کے ساتھ مرجھایا ہوا پیلا پتا تیر رہا ہو۔ اَتھوا اندرلوک کی دیپ مالا کے سامنے کسی بھکاری کے گھر میں ٹمٹماتا ہوا دیا جل رہا ہو— رَمنی، تیرا بھکتی سنچت پریم کہتا ہے کہ تو استری ہے، تیرا اپورو سوندریہ کہتا ہے کہ تو اپسرا ہے، تیرے ہردے کی اُدارتا اور پوترتا کہتی ہے کہ تو دیوی ہے، جگ کی شوبھا ہے— رات کی چھاتی پر چمکتے ہوئے رتن سے دھرتی کے جڑاؤ شیش پھول، مجھے یہ بتا کہ تو کون ہے؟ جاگ جاگ، اے سنسار کے سندر اَلنکار جاگ اور مجھے یہ سمجھا کہ تو کون ہے؟

(بانسری کی آواز سے لتا کا جاگ کر پوچھنا)

لتا: پران ناتھ۔ آپ نے وہ آواز سنی؟

پربھات: کون سی آواز؟

للتا: وہ آواز جس میں رس ہے۔ جیون ہے، شکتی ہے، شانتی ہے۔ جس کو سن کر سنسار کا پرتیک پدارتھ ستار کے تار کی طرح پریم کی راگنیوں سے بھر جاتا ہے۔ سویا ہوا آتما جاگ اٹھتا ہے۔ شونیہ ہردے مست ہوکر مور کی طرح ناچنے لگتا ہے۔ اہا کیسا مدھر سوپن، کیسی مدھر دھن۔

(گانا)

پربھات: للتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مادھو کی طرف تیری شرڈھا اور بھکتی دیہہ روگ کی طرح دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے۔ رائی کو پروت، جگنو کو چندرما، جل بندو کو سمندر بتاتی ہے، ایک گئویں چرانے والے کو مہاشکتی وان ایشور کی پدوی دینا چاہتی ہو۔

للتا: ناتھ۔ سونے کو کسنے کے لیے کسوٹی اور نند نندن مادھو کو واستوک روپ میں دیکھنے کے لیے گیان چکشوؤں کا پریوجن چاہیے۔

پربھات: ایسی اندھی شرڈھا کا نام پاگل پن ہے۔ دودھ دہی چرانا، گئویں چرانا، بانسری بجانا، بھولے گوال اور مورکھ استریوں میں بیٹھ کر اپنے من مانے گن گانا۔ یدی اسی کا نام ایشوری چمتکار ہے تو اس برج کا ہر ایک اگیانی اشکشت گوالا ایشور کا اوتار ہے۔

للتا: ناتھ، یہ ایشور کی لیلا ہے اور ایشور کی لیلا کو ایشور کے دیے ہوئے گیان بنا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

پربھات: یشودا کے پتر کو جگت اچھی طرح سمجھ چکا ہے۔

للتا: کیا؟

پربھات: کہ وہ کچھ نہیں ہے۔

للتا: نہیں ناتھ۔ وہ سب کچھ ہے۔

پربھات: وہ کیول ایک گوالا ہے۔

للتا: وہ گوالے کے بھیس میں گوکل کا اُجالا ہے۔

پربھات: وہ بانسری بجا کر مورکھوں کو لبھاتا ہے۔

للتا: وہ کان کے رستے گیان کے پیاسوں کو امرت رس پلاتا ہے۔

پربھات: اس کا سہارا ڈھونڈھنے والا سنبھلنے کے بدلے گر جاتا ہے۔

للتا: نہیں۔ اُس کے سہارے منجدھار میں ڈوبا ہوا تر جاتا ہے۔

پربھات: اُس کے پاس سُونیا کا اُدّھار کرنے کے لیے کوئی یکتی نہیں۔

للتا: نہیں۔ اُس کے نام کا اِسمرن کیے بنا مکتی نہیں۔

پربھات: بس بس۔ اس مورکھتا بھری شرّدھا اور بھکتی کے گھروندے کو توڑ دو۔ مجھے اُپرسن نہ کرنا ہو تو آج سے مادھو کا دِچار چھوڑ دو۔

للتا: چندن میں رچی ہوئی سُگندھ جدا کر دوں؟

پربھات: ہاں۔

للتا: دودھ میں ملی ہوئی مٹھاس الگ کر دوں؟

پربھات: ہاں۔

للتا: آتما میں رما ہوا تیج ناش کر دوں؟

پربھات: ہاں۔

للتا: ہردے سے جڑے ہوئے مادھو کو ہردے سے دور کر دوں؟

پربھات: ہاں ہاں۔

للتا: یہ نہیں ہوسکتا۔

پربھات: یہی ہونا چاہیے۔

(بانسری کی آواز کا آنا)

للتا: سنو سنو۔ مادھو کی بانسری اس جگت کے ساتھ پریہ بھاشا میں باتیں کر رہی ہے۔ (مست ہوکر) آہا— آنند۔ آنند۔

پربھات: (غصے میں) للتا۔

للتا: (اَن سنی کر کے) گائے جا۔ میٹھے سروں میں گائے جا۔ مدھومئی آواز میں

گائے جا۔ رسیلے کنٹھ والے گائے جا— جے نند نندن— جے مادھو۔

(بھاگنا چاہتی ہے۔ پربھات پکڑ لیتا ہے)

پربھات: ٹھہر— کہاں جاتی ہے؟

للتا: مادھو کی مُرلی سے کنجوں میں جیون رس برس رہا ہے۔ چلو چلو پران ناتھ، چلو اُس سے ترپت ہوں۔ اُس پریم پر واہ میں اشنان کرکے آتما کو پوتر کریں۔

(جانا چاہتی ہے۔ پربھات روکتا ہے)

پربھات: للتا۔ تو کیا کسی دیوی کے شراپ سے پاگل ہوگئی ہے؟

للتا: مجھے اپنے آس پاس کوئی ہاتھ دکھائی نہیں دیتا۔ پھر بھی کوئی اَدرشیہ شکتی مجھے مادھوکی طرف کھینچ رہی ہے۔ میں پروت سے گرتی جل دھارا کے سمان ان کے شرن میں بہی جارہی ہوں۔ جانے دو۔ جانے دو— مجھے جہاں جانا چاہیے، جانے دو۔

(پھر بھاگتی ہے۔ پربھات پکڑتا ہے)

پربھات: ساودھان۔ میں پتی ادھیکار کے انوکول آگیا دیتا ہوں کہ یہیں ٹھہرو۔

للتا: ناتھ۔ جیسے پون کے جھونکوں سے پھول کی سگندھ اُڑ کر آکاش میں پہنچ جاتی ہے۔ ویسے ہی مرلی کی آواز کے ساتھ میرا آتما مادھو کے چرنوں میں پہنچ چکا۔ اب کیول شریر یہاں رہ گیا ہے۔ اسے بھی جانے دیجیے۔ بھگوان کے درشن کا لابھ اُٹھانے دیجیے۔

پربھات: للتا۔ للتا۔ سچیت ہو۔ تو پتی کی آگیا کا اُلنگھن کرکے اُس کے دھیرج کو کرودھ سے بدل رہی ہے۔

للتا: آپ اُپرسن ہوں گے تو میں آپ سے ہاتھ جوڑکر شما مانگ لوں گی۔ آپ کی کرودھ اگنی بھڑکے گی تو میں اس کو نیتر جل سے ٹھنڈا کردوں گی۔ پرنتو اس

سے دیا کرو۔ ہاتھ جوڑتی ہوں، چھوڑ دو (مرلی کی آواز) نہیں چھوڑتے—
مادھو— مادھو—

(ہاتھ چھڑا کر بھاگ جاتی ہے)

پربھات: للتا۔ بھارت کی ہندو استری کا ایشور کیول اس کا پتی ہے۔ تو نے ایشور سمان پتی کی آگیا بھنگ کر کے اس سے جو اپرادھ کیا ہے اُس کا تجھے اُوشیہ پرائشچت کرنا ہوگا۔

(غصے میں اُس کے پیچھے بھاگتا ہے۔ درشیہ بدلتا ہے۔ مادھو مرلی بجاتا ہے اور گوپیاں ناچتی ہیں)

ڈراپ پہلا — سین تیسرا

مٹھ جٹا نند

(جٹا نند غصے میں ٹہل رہا ہے)

جٹانند: وشواس گھاتی۔ گرو دروہی۔ میں نے ان کام چور چیلوں سے ایک نہیں، ایک لاکھ بار کہہ دیا کہ جس سے کنج میں مادھو کی مرلی کی آواز سنائی دے، تم سب گلے کی نسیں پھلا کر زور زور سے شنکھ پھونکنا آرمبھ کر دیا کرو۔ شنکھ نہ ملے تو ڈھول پیٹو۔ ڈھول نہ ملے تو بانس کھڑکھڑاؤ۔ بانس نہ ہو تو تاشے کی طرح اپنے پیٹ بجاؤ۔ پرنتو اِن مٹھ کے پالتو کتوں کو گدھ کی طرح اونگھنے اور گوبر کی طرح ایک جگہ نکمے پڑے رہنے کے سوا اور کچھ آتا ہی نہیں— آہ۔ شنکر۔ شنکر، تیرے سب سے پیارے بھکت جٹانند کا پہلا آدرمان کدھر چلا گیا؟ وہ سوادِ شٹ پکوان، وہ گھٹی ہوئی بھنگ، وہ ربڑی کا پیالا، وہ روپیوں پیسوں کا ڈھیر، وہ سندر سندر گوپیاں۔ یہ سارے آنند کہاں آلوپ ہوگئے۔ او پرپنچی مادھو، تونے برج کے بھولے بھالے گوپ اور گوپیوں کو بہکا اور لبھا کر میرے جال میں پھنسے پنچھی مجھ سے چھین لیے ہیں۔ پرنتو یاد رکھ کہ میں انھیں تیرے پھندے سے نکال کر دوبارہ اپنے جال میں پھنساؤں گا— ارے یشودا کے پتر، تو برج واسیوں کو مرلی کی آواز پر نچا رہا ہے تو میں تجھے اپنے بھنگ کے سونٹے پر نچاؤں گا— (آواز دینا) کلیان— او کلیان— ارے تھاستو— ہیں، ہاں ہوں کچھ نہیں۔ دھکار ہے تم پر۔ پھٹکار ہے تم پر۔

کلیان۔ تھاستو۔ ارے جیتے ہو یا مرگئے۔

(دونوں چیلوں کلیان اور تھاستو کا آنا)

کلیان: گرو مہاراج۔

جٹانند: کیوں رے آواز سنتا ہے پھر بھی کیچڑ میں پھنسے جوتے کی طرح جگہ سے ہلا نہیں جاتا۔ کیا کر رہا تھا؟

کلیان: مہادیو جی کی پوجا۔

جٹانند: مہادیو— کون مہادیو۔ کیسا مہادیو؟ ساودھان یدی چیلا بن کر میرے ساتھ رہتا ہے تو کبھی شنکر کو مہادیو نہ کہنا۔

کلیان: کارن؟

جٹانند: کارن یہ کہ مہادیو اور مادھو، یہ دونوں نام ملتے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں نے مادھو کی ضد میں شنکر کو بھی مہادیو کہنا چھوڑ دیا ہے۔

کلیان: سمجھ گیا۔ مہاراج اب ایسی بھول ہوجائے تو مجھے اپنا چیلا نہیں کسی چمار کا چیلا کہنا۔

جٹانند: اور تھاستو۔ تو کیوں نہیں آواز سنتے ہی پہنچا۔

تھاستو: گرو مہاراج۔ شما۔ میں کل سارے دن میں کیول اُنیس ہی گھنٹے سویا تھا، اس لیے نیند آگئی۔

کلیان: چوبیس گھنٹے میں کیول انیس گھنٹے۔ ارے بھائی کیا کرتا ہے۔ کم سوئے گا تو بیمار پڑجائے گا۔

جٹانند: ارے مورکھ، جب ڈگڈگی نہ ہوگی تو بندر کیسے ناچیں گے۔ کھونٹا نہ ہوگا تو بیل کس میں بندھیں گے۔ گرو ہی کو کوئی نہ پوچھے گا تو چیلے کہاں سے پیٹ بھریں گے۔ مادھو کے ہاتھوں اپنی جمی جمائی دکان چوپٹ ہوتے دیکھ کر ایک ماس ہوا۔ ان نیتروں سے موتی چور کے لڈو کے برابر آنسو بہا رہا ہوں۔ مگر تم دونوں کو نہ اس بات کا شوک ہے نہ بھے ہے۔ بدھی مان چیلو۔ سونے کا

نہیں، یہ رونے کا سمے ہے۔

تھاستو: پرنتو گروجی۔ رونا نہ آئے تو کیسے روئیں۔

جٹانند: رونا نہ آئے تو ایک دوسرے کو جوتا لے کر پیٹنا شروع کردو۔ اس پر بھی آنسو نہ نکلیں تو اپنے ماتا پتا کا گلا گھونٹ کر مار ڈالو۔

کلیان: مہاراج ہمارے ماتا پتا تو آپ ہی ہیں۔ کہیے تو آپ ہی کو مار کر روئیں۔

جٹانند: ارے اگیانیو۔ آنکھیں پھاڑ کر اپنے چاروں اور دیکھو۔ وہ ہرن کی آنکھ، چیتے کی کمر، ہاتھی کی چال والی استریاں جو اس آشرم کو اندر کا اکھاڑا بنائے رہتی تھیں، اب کہاں ہیں؟ وہ میری جے جے کار منانے والے گوالے اب کدھر ہیں؟ کوئی نہیں پوچھتا۔ بیٹا کلیان اور بیٹا تھاستو۔ تمھارے گرو روپی باپ کو کوئی نہیں پوچھتا۔ میں یہ کمنڈل اور مرگ چھالا لاچام کی کسوت کی طرح بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ پرنتو مادھو کے سامنے کوئی نہیں پوچھتا۔

کلیان: پرنتو گرودیو۔ اس کا کارن کیا ہے؟ کیا مادھو چمبک لوہے کا بنا ہے، جو سارے برج واسی آپ جیسے مہاپرش کو چھوڑ کر ایک بے مونچھ داڑھی کے بالک کی طرف کھنچے جارہے ہیں۔

جٹانند: بٹیا۔ اس کا کارن یہ ہے کہ اس جٹا اور داڑھی کے اندھیرے میں لوگوں کو میرے چہرے کا گپت تیج دکھائی نہیں دیتا۔ یدی اس منہ پر چھائے ہوئے اندھکار کا ناش ہوجائے تو ابھی سب طرف پرکاش ہی پرکاش ہوجائے۔

کلیان: تو پھر مہاراج۔ اِس منہ پر اُگے ہوئے جنگل کو کاٹ چھانٹ کر پونا کا چٹیل میدان کیوں نہیں بنا دیتے؟

تھاستو: یہ تو گھر کی کھیتی ہے۔ آج کٹ گئی تو کل اُگ آئے گی۔ پرنتو مادھو کی تو کرکری ہوجائے گی۔

جٹانند: دھنیہ ہے بٹیا۔ تو ٹھیک پرامرش دے رہا ہے۔ جس طرح رام چندر جی نے اُپمان کا بدلہ لینے کے لیے سونے کی لنکا میں آگ لگوا دی تھی۔ ویسے ہی میں بھی جب تک اس گھاس پھونس کی لنکا کو آگ نہ دکھاؤں گا تب تک

مادھو کا سنگھار کر گوپیوں کے ہردے پر بھی وجے نہ پاؤں گا۔

کلیان: مہاراج۔ یہ وچار ہے تو اس داڑھی مونچھ کو ویشیا کی لاج کی طرح الگ کردیجیے۔ آہا۔ جب گھٹ گھٹا کر آپ کا منہ کسیرو بن جائے گا تو پھر سندر سندر گوپیاں آپ کے چندر مکھ کی طرف اس طرح دوڑیں گی جیسے گوبر کی ہانڈی پر مکھیاں گرتی ہیں۔

جٹانند: بٹیا۔شنکر کی اِچّھا ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ اچھا اب تم دونوں کتے کی طرح بھاگتے ہوئے جاؤ اور میرے شردھا لوگوالوں کو میرا ستوپدیش سننے کے لیے یہاں بلا لاؤ۔ میں ابھی پربھات سے مل کر واپس آتا ہوں اور تم سب کو اپنا نیا چمتکار دکھاتا ہوں۔

(جٹانند کا جانا)

کلیان: متر تھاستو۔ گرو مہاراج کو تو گوپیوں کے ویوگ نے بالکل پاگل بنا دیا ہے۔

تھاستو: اس میں بھی کچھ سندیہہ ہے۔ کل ہی رات کی بات ہے کہ میں گروجی کے نکٹ سورہا تھا۔ یکایک وہ بوکھلا کر اُٹھے اور مجھے استری سمجھ کر تڑاتڑ میرا منہ چومنے لگے۔ جب میں نے کولاہل مچایا۔ گرودیو آپ پھپھوندی لگے ہوئے لڈو کی اور کہاں منہ بڑھا رہے ہیں۔ تب پہچان کر کہنے لگے۔ بٹیا چلا نہیں۔ ہم تجھے گرومنتر سکھا رہے ہیں۔

کلیان: متر۔ اب گرودیو کا دھندا بہت دنوں چلتا دکھائی نہیں دیتا۔ یدی مادھو کے کارن چھل کپٹ کی دکان کا دیوالہ نکل گیا تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

تھاستو: کرنا کیا ہے۔ جب تک دان دَکشنا کا اُپیوگ نہ جاننے والے گرہست ہزاروں اَپاہج، ناتھ، ودھواؤں اور سہایتا یگیہ پرانیوں کو ننگا بھوکا رکھ کر ہم جیسے ہٹے کٹے پاکھنڈیوں کو ملائی اور مال پوئے کھلا رہے ہیں۔ اُس وقت تک اوم سواہا سواہا کہہ کر کھائے جاؤ— اور گروجی کی جے منائے جاؤ۔

(گانا)

ڈراپ پہلا — سین چوتھا

جنگل

للتا: مادھو مرلی کی مدھر الاپ سے مرجھائے ہوئے آتما پر آنند ورشا برسا کر چپ کیوں ہوگیا۔ جب تو اپنے رس لین اُدھروں پر مرلی کو دھارن کرکے ایشوری راگ چھیڑتا ہے تو سارا سنسار تیری آواز کے ساتھ مل کر گانے لگتا ہے۔ سرشٹی کے جڑ پدارتھ تک چیتنیہ ہوکر جھومنے لگتے ہیں — بجا مادھو بجا۔ ایک رسنا تیرے ہاتھ میں ہے اور دوسری تیرے مکھ میں ہے۔ بول، ان دونوں کے سمبندھ سے اس جگت کو کیا اُپدیش دیتا ہے؟

مادھو: للتا۔ ایسے سویرے سویرے اپنے پتی کی سکھ دایک شیا کو چھوڑ کر تو مرلی کی دھن پر کنج کی طرف چلی آئی۔ تیری اس بھکتی کو یہ پاپی جگت کس درشٹی سے دیکھے گا؟

للتا: جب میں اپنے انتہ کرن کے نیتروں سے اپنے آتما کا بھاؤ روپ نش کلنک دیکھتی ہوں، وہاں تک مجھے جگت کی آکشیپ درشٹی کا کوئی بھے نہیں ہے۔ سوامی سیوا، مادھو بھکتی ہی میرا پرتھم دھرم ہے۔ میں جگت کو پرسن کرنے کے لیے سب کچھ تیاگ سکتی ہوں۔ پرنتو اپنا دھرم کس طرح تیاگ سکتی ہوں؟

مادھو: مگر کیا تجھے یہ ودِت نہیں کہ یہ جگت دنیا سے بے پرواہ بھکتوں کو پاگل کہا کرتا ہے۔

للتا: یدی دنیا کو بھول کر سچے ہردے سے سوامی سیوا اور ایشور بھکتی کرنا پاگل پن ہے تو مادھو مجھے آشیرواد دو کہ میں سدا ایسی ہی پاگل بنی رہوں۔

مادھو: دیوی، تیرا کلیان ہو۔

(دونوں کا جانا۔ پربھات اور جنانند کا آنا)

پربھات: پوجیہ گروجی۔ کیا آپ جو کہتے ہیں ستیہ ہے؟

جنانند: تو کیا سادھو بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں؟ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے دنیا چھوڑی، دھن چھوڑا، بھوگ چھوڑا، تو اس کے ساتھ ستیہ بولنا بھی چھوڑ دیا؟

پربھات: میرے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے اور مجھے دکھائی نہیں دی۔ میرے سنسار سکھ پر ڈاکا پڑتا رہا اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ نہیں گرودیو۔ للتا جیسی دھری دیوی اپنی پتی کو دھوکا دے، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

جنانند: ارے اگیانی۔ میں نے اَدھرم کا سر کچلنے کے لیے، پاپ کی جڑ کاٹنے اور سب کا کلیان کرنے کے لیے جنم لیا ہے۔ یدی تو میری دیالو آتما سے اُجالا پاکر بھی اندھیرے میں رہنا چاہتا ہے تو جا آنکھیں بند کر مادھو کی سلگائی ہوئی آگ میں گر اور جل کر بھسم ہوجا۔

پربھات: مادھو اُس راجا کا لڑکا ہے، جس کے راجیہ اور پرجا کی سیوا کرتے کرتے میرے پتا کے سر کے بال شیام سے شویت ہوگئے ہیں۔ کیا وہ اپنے پتا کے وِردّھ پردھان کو اس راج بھکتی کا ایسا کڑوا پھل دے گا؟ میرے بال اوستھا کا متر ہوکر میرے سرد سکھ کا ناش کرے گا؟ نہیں مہاراج۔ یدی اُس کے ہردے میں دھرم ہے، آنکھ میں لاج ہے، آتما میں نیائے ہے، تو راجا کا لڑکا ہوکر پرجا کے ساتھ گھورا اتیاچار کیسے کرسکتا ہے؟

جنانند: ارے مورکھ۔ جہاں دھن ہے، وہاں استیہ ہے۔ جہاں استیہ ہے وہاں ابھیمان ہے۔ جہاں ابھیمان ہے، وہاں اَنیائے ہے اور جہاں اَنیائے ہے وہاں ایمان ہے، اَدھرم ہے، اَدھمتا سب کچھ ہے۔ ویروں کا بھاشیہ کار لنکا پتی راون بھی راجا ہی کا لڑکا تھا۔ پرنتو اُس نے دھن اور ستا پاکر گھمنڈ میں اس سرشٹی پر کتنا اتیارچار کیا تھا۔ کیا اس نے نردوش رام کی پتنی سیتا کو ہرتے

وقت کچھ بھی دھرم اور نیائے کا وچار کیا تھا؟

پربھات: پرنتو مہاراج۔ کاریہ کے ساتھ کارن کو بھی دیکھنا چاہیے۔ مادھو ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ وہ منشیہ ہے اور راون نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ راکشس تھا۔

جٹانند: تو دھوکے میں ہے۔ منشیہ جاتی میں سب دیوتا ہیں اور سب راکشس ہیں۔ آتما کا چترکار آکاش کے سفید کاغذ پر کرم کی لیکھنی سے اپنی چھوی جیسی بنانا چاہتا ہے۔ ویسی ہی بن جاتی ہے۔ اس لیے دھرم نیم کے انوسار جو مہااُتم کرم کرے اُسے دیوتا سمجھا جاتا ہے اور جو مادھو جیسے نیچ کرم کرے اُسے راکشس کہا جاتا ہے۔

پربھات: اُف مہاراج۔ آپ میرے کانوں میں پگھلا ہوا گرم سیسا انڈیل رہے ہیں۔ ان پاگل بنانے والے شبدوں کو واپس لیجیے یا جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس کا پرمان دیجیے۔

جٹانند: وہ بھکتی کا روپ دھارن کیے ہوئے ٹھگنی تیری استری ہوکر تیرے سامنے پرائے نام کا اسمرن کرتی ہے۔ تیری آگیا کا اُلنگھن کرتی ہے۔ تیرا ہاتھ جھٹک کر پر پرش کا آدر کرتی ہے اور پھر بھی تو اس کے دُراچار کا پرمان ڈھونڈتا ہے؟ یدی تو اتنا مورکھ ہے کہ دھوئیں کو دیکھ کر بھی آگ کے اُپستھت ہونے کا وشواس نہیں کرتا تو جا للتا اور مادھو جب کنج میں چھپ کر پریم کی باتیں کررہے ہوں، اُس سے اُن کی نرلج اِستھتی دیکھ۔ پھر سب کچھ نشچے ہوجائے گا— شنکر۔ شنکر۔ شنکر۔

(جٹانند کا جانا)

پربھات: سونے کے چمک کھوٹ ملنے پر ماند پڑجاتی ہے۔ آتما کا بل اور تیج پاپ کرنے کے پشچات گھٹ جاتا ہے۔ پرنتو آشچریہ ہے کہ اُس کی آتم شکتی۔ اُس کے ہردے کی شانتی، اُس کے منہ کی کانتی۔ ابھی تک کم نہیں ہوئی۔ انتریامی۔ ہے ایشور۔ یدی للتا اس بالک کے سمان جس نے اس پاپ استھان

مدھر مرلی

میں ماتا کے گربھ سے ابھی جنم لیا ہے نردوش تتھاگت کلنک ہے۔ تو میرے کرودھ کی دھاریں کند کرکے مجھے ناری ہتیا کے پاپ سے بچا اور یدی وہ کامادھین ہوکر لوک لجا اور پتی ورت دھرم تیاگ چکی ہے تو مجھے اپنے نیائے کا استر بنا۔ چہرے کے آنسوؤں کو سکھا دے۔ میرے دیابھاؤ کو میری ہردے جوالا میں بھسم کردے— مادھو۔ مادھو یشودا کے گربھ کے ایمان۔ نند کے ماتھے کا کلنک، کنج کے پھولوں میں رینگنے والے سانپ، تونے مجھے ڈس لیا ہے۔ میں کبھی تمھیں شما نہ کروں گا۔

ڈراپ پہلا — سین پانچواں

لکشمی داس کا مکان

لکشمی داس: ہاں ہاں۔ میں پیٹ بھر انّ۔ بدن ڈھانکنے بھر کپڑے کے اُتی رکت ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔

مایا: تم کھانے پینے کے خرچ کے اُپرانت اپنی ماں کو اور کچھ نہیں دیتے تو پھر کیا دریاؤں نے موتی، پہاڑوں نے سونا، کبیر نے اپنا بھنڈار اُسے سونپ دیا ہے۔ جو آنکھیں بند کرکے دن رات لٹاتی رہتی ہے۔ سویرے سے سندھیا تک دھن، انّ، وستر مانگنے والے بھکاریوں پر سونا برساتی رہتی ہے سونا۔

لکشمی داس: کیا برساتی ہے سونا؟

مایا: ہاں۔

لکشمی داس: سونا!

مایا: ہاں۔ ہاں، پیسہ، لوہا، تانبا، پیتل نہیں۔ سونا۔ چمکتا دمکتا ہوا سونا۔

لکشمی داس: مگر اسے لٹانے کے لیے اتنا سونا ملتا کہاں سے ہے؟

مایا: کہاں سے! تمھارے صندوق سے!! تجوری سے اور کہاں سے!!! تمھاری ماں نے کسی ننگے بھوکے کو خالی ہاتھ نہ لوٹانے کی قسم کھالی ہے۔ دیکھ لینا۔ تھوڑے دنوں میں تمھارا دیوالہ ہے اور دوسروں کی دیوالی ہے۔

لکشمی داس: اُف یہ میں کیا سُن رہا ہوں؟

مایا: ابھی کل ہی کی بات ہے کہ تمھاری ماں نے ایک برہمن کی کنیا کے دواہ کے لیے.....

لکشمی داس: کیا کہا؟

مایا: اُس کے بوڑھے باپ کو......

لکشمی داس: پھانسی دے دی۔

مایا: نہیں۔

لکشمی داس: پھر؟

مایا: ایک ہاتھ پانچ سو روپے دے دیے۔

لکشمی داس: کیا کہا پانچ سو۔ اُف تو نے میرے کلیجے میں پانچ سو چھریاں بھونک دیں۔ استری استری کیا یہ سچ ہے؟

مایا: سچ جھوٹ تو اُس دن معلوم ہوگا جس دن تم بہی کھاتا سنبھالو گے اور ماں کو سامنے بٹھا کر اپنے دھن بھنڈار کا حساب پڑتالو گے۔

لکشمی داس: بس بس ناری بس۔ یہ باتیں سچ ہیں تو میں ایسی ماں سے گھرنا کرتا ہوں۔ ایسی استری کے کوکھ سے جنم لینے پر اپنے آپ کو دھکارتا ہوں۔

مایا: کیا کہوں، پرائے کی لڑکی ہوں۔ یدی اس کی لڑکی ہوتی......

لکشمی داس: تب کیا کرتی؟

مایا: کیا کرتی۔ ڈھڈّو کا جھونٹا پکڑ کر پیٹ پر ایک لات جڑتی اور دھکے دے کر گھر سے باہر کر دیتی۔

لکشمی داس: ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا۔ آگ اور پانی۔ شوم اور دانی۔ کماؤ اور لٹاؤ دونوں ایکتا بھاؤ سے کہیں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

مایا: نہیں نہیں۔ جب تک وہ لٹاؤ بڑھیا تمھیں دوسرے کے دروازے کا بھکاری نہ بنادے، تب تک آنکھ منہ بند کیے ہونٹ سیے بیٹھے رہو۔ بیٹا وہی ہے جو آنکھ رکھ کر اندھا اور منہ رکھ کر گونگا بنا رہے۔

لکشمی داس: بس چپ رہ۔ میری ماں، باپ، بھائی، بندھو، دھرم، کرم، نیتی جو کچھ ہے وہ دھن ہے جس جوالامکھی پروت میں دھرتی کو کمپائمان کرنے کی شکتی نہ ہو۔ جس سمندر میں طوفان نہ ہو۔ جس شیر کے پنجے میں ناخن نہ ہوں اور جس منشیہ

کے پاس دھن نہ ہو، وہ سنسار میں ہوکر بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں لکشمی کی لیلا، مہما اور چرتر سے بھلی بھانتی خبردار ہوں۔ ایک نہیں ایک ہزار مائیں بھی ہوں تو دھن کے لیے اُن سب کو ٹھوکر مارنے کے لیے تیار ہوں۔

(لکشمی داس کا جانا)

مایا: دنیا کی ساسوں کا نیم ہے کہ پہلے تو بڑے آدر مان، لاڈ پیار سے بہویں بیاہ کرلاتی ہیں اور جب بیٹے اور گھر پر بہو کا پربھاؤ بڑھتا دیکھتی ہیں تو سوت کی بھانتی اُس کے لہو کی پیاسی ہوجاتی ہیں۔ البتہ میری ساس نہ جانے کس ٹھنڈی مٹی سے بنی ہے۔ ہر سے ناک بھوں چڑھاتی ہوں۔ ستاتی، جلاتی اور بات بات پر جلی کٹی سناتی رہتی ہوں۔ پھر بھی وہ سگی ماں کی طرح ممتا بھری آنکھوں سے میری اور تکتی رہتی ہے۔ اپنے آنچل کی چھایا کیے میرے قدم قدم پر جان چھڑکتی رہتی ہے۔ اجی وہ میرے لیے کچھ بھی ہو۔ کنتو جیسے اُتم پکوان کے ہوتے ہوئے کھلی بھوسی اور گنگا جل کے ہوتے گھڑے کے کائی جمے جل کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ویسے ہی اس بڑھیا کی اُپستھتی میں اس گھر میں میرا آدرمان کبھی نہیں ہوسکتا۔ اپنا، پرایا، تو، میں، مُوا جو آتا ہے، اُسی کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ جو بھی ملتا ہے، اُسی کے گُن گاتا ہے۔ میں نے آج ماں کی طرف سے سوارتھی بیٹے کے کان اچھی طرح سے بھر دیے ہیں۔ یدی میرا یہ داؤں چل گیا تو بس سمجھ لو، یہ ساس روپی چھاتی کا پتھر سروَدا کے لیے ٹل گیا۔ بھارت کی کنیاؤ، یدی تم بھوشیہ میں سکھ سے جینا چاہتی ہو تو میں تمھیں شکشا دیتی ہوں کہ اُس گھر میں کبھی بیاہ کرنہ جانا جہاں ساس ہو اور اگر جاؤ تو روز پرارتھنا کرنا کہ ہے ایشور، ساسوں کا ستیاناس ہو۔

(مایا کا جانا اور ساس اُمادیوی کا گنگا اشنان کرکے آنا)

اُمادیوی: شری رام۔ شری رام۔ شری رام (اندر سے آواز کا آنا) ''رکشا کرو۔ رکشا

کرو۔" یہ کیسی آواز۔ کون پکار رہا ہے؟

(شیو شرما، اُس کی بیوی، کنیا اور پتر کا پرویش)

شیو شرما: رَکشا کرو۔ رَکشا کرو۔ ماتا تم ہندو دیوی ہو۔ برہمنوں کی رکشا کرو۔ دیوی بڑے سنکٹ کے سمے میں نے تمھارے بڑے بیٹے سے چار آنے بیاج پر دو سو روپے اُدھار لیے تھے۔ یہ مول باپ دادا کا پرانا جھونپڑا، اپنی دھرم پتنیں، استری پتر کے دستر بیچ کر چکا دیا۔ پرنتو بیاج کی رقم جو بوند بوند میں نالے سے ندی، ندی سے سمندر بنتی گئی۔ اس میں گھر کر کسی بھانتی نہ اُبھر سکا۔ اب اس بیاج کے ٹھرے سے روپے کے لیے وہ ایک نرادھار برہمن کٹمب کو جو سنسار ساگر میں تنکے کے سہارے تیر رہا ہے۔ اتھاہ وپتی میں ڈبانا چاہتے ہیں۔ اس برہمنی اور بچوں کو بھوکا مارنے کے لیے کل رن کے بدلے مجھے کاراگار بھجوانا چاہتے ہیں۔

اما: کاراگار؟

شیوشرما: ہاں۔

اُما: برہمن کو؟

شیوشرما: ہاں۔

اُما: ہندو ہوکر۔

شیو شرما: ہاں۔

اما: آشچریہ۔

برہمنی: بچایئے ماتا بچایئے۔ سوامی کے سوا میرا اور ان بچوں کا کوئی آدھار نہیں ہے۔ یدی آپ کے دیالو ہاتھ گرتے ہوؤں کو نہ سنبھالیں گے تو پرتھوی آکاش چکی کے دو پاٹ کی بھانتی ہم نرادھاروں کو پیس ڈالیں گے۔

لڑکا: ہاں ماتا۔ ہم دین دکھیوں کی رکشا کیجیے۔

لڑکی: ہم برہمن ہیں۔ ہمیں دیا کی بھکشا دیجیے۔

اُما: بچو۔ نہ روؤ۔ دیوتا دھیرج دھرو۔ یدی میری گود میں اَسہایوں کو پھاڑ کھانے والا بھیڑیا پل کر بڑا نہیں ہوا ہے تو ماں کا ایک ہی شبد آگ کو پانی بنا دے گا۔ میرا ہی پُتر ہے تو تمھیں بیاج ہی نہیں مول بھی لوٹا دے گا۔

شیوشرما: دیوی۔ یہ ست یگ نہیں، دوا پر کا انت اور کل یگ کا آرمبھ ہے۔ آج کل کوشلیا، سمترا جیسی ماتائیں تو جنم لیتی ہیں کنتو رام اور لکشمن جیسے آگیا کاری پُتر پیدا نہیں ہوتے۔

اُما: تو کیا وہ بیٹا ہوکر ماں کی نہ سنے گا؟

برہمنی: وہ روپیوں کی کھنکھناہٹ اور اشرفیوں کی جھنکار کے اَتی رِکت اور کوئی آواز سننا نہیں چاہتا۔ سنتا تو ہمارا رونا، گڑگڑانا کبھی نشپھل نہ جاتا۔

اُما: نہیں نہیں۔ بھوبل میں دبی ہوئی چنگاری کے سمان پاپی کے سوئے ہوئے ہردے میں بھی دھرم کا تیج گپت روپ سے جاگتا رہتا ہے۔ میں اِس دھرم تیج پر سے چھایا ہوا اندھیرا ہٹا دوں گی اور اس کے دوارا تمھارے سوامی اور سنسار سکھ کو بچاؤں گی۔

شیوشرما: آدرش استری۔ تمھارے دھرم کی جے ہو۔

برہمنی: دیوی تمھارا لوک پرلوک میں کلیان ہو۔

لڑکا: ماتا۔ تمھارے سروَدا منگل ہو۔

(سب کا پرستھان)

ڈراپ پہلا — سین چھٹا

مٹھ جٹانند

جٹانند: ہت تیری داڑھی جٹا کی ایسی تیسی۔ اس گندھت کوڑے نے میرے منہ کو بجنگی کا ٹوکرا بنا دیا تھا۔ جب پرشورام نے اپنا باہو بل دکھانے کے لیے پھر سا پکڑ کے شتری جاتی کو اکیس بار گھاس پھوس کی طرح کاٹ ڈالا تب کیا میں اپنا تیج پرکٹ کرنے کے لیے ان سوندریہ شتروجٹا داڑھی کا حجام کے استرے سے ایک مرتبہ بھی ناش نہ کرتا۔ کیا ان کے ساتھ مادھو کا بھی زور بڑھنے دیتا۔ نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ اہا۔ حجام کے پاس درپن نہ ہونے کے کارن جب میں نے جوتے میں پانی بھر کر اپنا منہ دیکھا تو مزا آگیا۔ چھلے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرا تو یہ گیات ہوا کہ مکھن کی ہانڈی پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ گالوں کو چٹکی میں لے کر دبایا تو یہ جان پڑا کہ مخمل کے بٹوں سے کھیل رہا ہوں۔ بس اب میں ڈیل ڈول، گیا، گن، روپ کسی بات میں مادھو سے کم نہیں ہوں۔ آج سے میرا ٹھپے دار سکہ ہر جگہ چلتا رہے گا اور وہ اپنے سلپٹ پیسے کو دیکھ کر جلتا رہے گا۔

(چیلوں اور گوالوں کا آنا)

کلیان: ہاں آج گرودیو بھکتوں پر پرسن ہوکر اپنا گیان بھنڈار لٹانا چاہتے ہیں۔ یہ کون متر۔ تھاستو، دیکھنا تو سہی یہ بے سونڈ کا ہاتھی یہاں کہاں سے آگیا؟

کلیان: بچ بچ وچتر سوروپ ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوبر کے ڈھیر پر ہاتھ پاؤں لگا کر

آدمی بنا دیا ہے۔

پہلا گوالا: ارے او دم کٹے ریچھ، تو کون ہے؟

جٹانند: میرے چیلو اور میرے پیارے بھکتو، کیا تمھاری آنکھیں ماتھے سے ہٹ کر گدّی پر چلی گئی ہیں جو اپنے گرو کو بھی نہیں پہچانتے۔

کلیان: تو اور ہمارا گرو۔ پاجی، کیا کوئی گدھے کا بچہ گرو کے بھیس میں آئے تو وہ ہمارا گرو ہوجائے گا۔ بدمعاش نکل یہاں سے۔نہیں تو مارے ڈنڈوں کے ناک سے بھیجا بہا دوں گا۔

جٹانند: ہاتھ روک۔ گروہتیا کی تو سات جنم تک چھچھوندر کی جون میں موری اور پرنالوں میں سڑتا رہے گا۔

دوسرا: آواز اور صورت تو کچھ جٹانند مہاراج سے ملتی جلتی ہے۔

جٹانند: ارے ملتی جلتی کیا۔ میں سچ مچ ستیہ دھاری، بال برہمچاری شری سوامی جٹانند مہاراج ہوں۔

پہلا: یدی تو سچ مچ جٹانند ہے تو بتا تیری داڑھی مونچھ اور جٹائیں کہاں چلی گئیں؟

تھاستو: میں بتاؤں۔ اس نے کسی پر استری کو چھیڑا ہوگا۔ اس لیے کرودھ میں آکر اُس استری نے داڑھی مونچھ نوچ لی ہوگی اور سر کی جٹا اُس کے پتی کے ہاتھ سے جوتے کھاتے کھاتے غائب ہوگئی ہوگی۔

جٹانند: تو اوشیہ نرک بھگیہ ہے۔ نہ پوچھو میرے بھکتو، جٹا اور داڑھی کا حال نہ پوچھو۔ تمھاری ہی رکشا اور کلیان کے لیے میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے سر اور منہ کی شوبھا سواہا کردی۔

دوسرا: وہ کیسے؟

جٹانند: سنو۔ آج پراتہ کال میں شنکر کی آرتی اُتار رہا تھا، اتنے میں شنکر کی آنکھوں سے ایک جوالا نکلی اور سارا ورندابن میں آگ آگ کی پکار سنائی دینے لگی۔ میں جیون کی یہ دُرگتی دیکھ کر دیا سے بھر کر چلایا کہ ہے شیو، ہے بھوت ناتھ، کیا تم ورندابن کو اور اس کے گوالوں کو، گوپیوں کو، سب کو اپنی کرودھ اگنی

میں بھسم کردو گے۔ کیا ایک دُراچاری مادھو کے کارن سارا برج ملیامیٹ ہوجائے گا۔ اپنے بھکت کو دوسرے کے دُکھ سے روتے کلپتے دیکھ کر شنکر کی مورتی نے آواز دی کہ ہے جن ہتیشی جٹانند، یدی تو برج واسیوں کی میرے کوپ سے رکشا کرنا چاہتا ہے تو اپنی مونچھ، داڑھی جٹا، میری کرودھ جوالا کو اَرپن کردے۔ میں یہ سنتے ہی داڑھی اور جٹا کو کپور اور گھی لگا کر جھٹ آگ کی بھینٹ چڑھا دیا۔ بس اِدھر منہ اور سر صفا چٹ میدان ہوگیا، اُدھر تم برج واسیوں کا کلیان ہوگیا۔

پہلا: اوہو۔ جب تو اس بھدّے شریر میں بڑا دیالو آتما نواس کرتا ہے۔

تھاستو: مترکلیان۔ یہ ہمارے گرو ہی جان پڑتے ہیں۔

کلیان: مجھے وشواس نہیں ہوتا۔ ٹھہرو گرو دیو ہیں تو ان کی پریکشا لیتا ہوں۔

جٹانند: نرلج لڑکے۔ تو چیلا ہوکر گرو کی پریکشا لے گا؟

کلیان: یدی تو جٹا نند ہے، تب تجھے اس آشرم کی ساری باتیں معلوم ہوں گی۔ اس لیے اُتر دے۔ یا کان دبا کر باہر نکل جا۔

جٹانند: اچھا پوچھ کیا پوچھتا ہے۔

کلیان: پچھلی پورن ماسی کی رات کو اس آشرم کے پیچھے باغ میں کیا ہوا تھا؟

جٹانند: کیا ہوا تھا؟

کلیان: تو کیا میں یاد دلاؤں۔ ذرا بھاگنے کے لیے راستہ چھوڑ دے۔ اچھا سنو۔ ایک دن کی بات ہے کہ ہم سب چیلے بھولا ناتھ کا درشن کرکے آشرم میں پہنچے۔ تو مہاراج وہاں نہ تھے۔ میں انھیں جگہ جگہ ڈھونڈھتا ہوا باغ کی طرف گیا۔ تو ایسا وِدِت ہوا کہ مہاراج کہیں چلا رہے ہیں۔ آواز کے سہارے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گرودیو کیلے کے ورکش کے نیچے ایک استری کے ہاتھ سے جوتیاں کھارہے ہیں۔

جٹانند: جھوٹ۔ ایک دم جھوٹ۔ وہ استری تو پریم سے میری بھکتی کررہی تھی۔ ٹھہر تو سہی پاجی۔

کلیان: ارے یہ تو سچ مچ مہاراج ہی ہیں۔ شما گرودیو۔ شما۔

پہلا: مہاتمن۔ آج سویرے ہی سویرے آپ نے ہم داسوں کو کیوں یاد کیا ہے؟

جٹانند: میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم ایسے اندھے اور نرلج کیوں ہوگئے ہو؟ کیا اپنی استریوں کے کرتوت اور مادھو کا دُراچار تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔ سیانا کوا برج کے سارے میٹھے پھلوں کو کُتر کُتر کر کھائے جارہا ہے۔ پھر بھی تمھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

دوسرا: مہاراج۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ آپ جھوٹے ہیں۔ پرنتو اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم نے آج تک کمار مادھو میں گن کے سوا اَوگن کوئی نہیں دیکھا۔

تیسرا: اور اس میں اَوگن پرمانت بھی ہوجائے تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟

جٹانند: تم کرنا چاہو تو سب کچھ کرسکتے ہو۔ نندراج ہریشچندر جیسا دھرمی اور نیائی ہے، اُس کے دربار میں جاکر مادھو کے اتیاچار، شنکر کے کرودھ اور میری جٹا اور داڑھی کے پرتاپ سے برج کے کلیان کا حال بیان کرو۔ اُس سے کہو کہ یدی تونے ویابھی چاری پُتر کے اتیاچار سے پرجا کی بہوبیٹیوں کو نہ بچایا تو شنکر کے کوپ سے تیرا راج ستیاناس ہوجائے گا۔

کلیان: گرودیو کے وچنوں پر وچار کرو۔ دیکھو کیسے سمجھا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے ماں باپ کا بچہ ماتا پتا کے پورو ولاپ کررہا ہے۔

چوتھا: اچھا مہاراج ہمیں سوچنے کا اَوسر دیجیے۔ وچار کرنے کے پشچات ہم مادھو کا اوشیہ کوئی اُپائے کریں گے۔

جٹانند: یدی تم اپنے نام کو، اپنے کل کو، اپنی استری کے گربھ کو اَپوتر دیکھنا نہیں چاہتے تو تمھیں اس کا اپائے کرنا ہی ہوگا۔ جاؤ۔ سوچو وچارو اور اپنی رَکشا کا یتن کرو۔ یاد رکھو۔ یدی پھر شنکر کی کرودھ جوالا بھڑک اٹھی تو تم اور تمھارا برج اس طرح جل کر بھسم ہوجائے گا، جیسے سادھو کی چلم میں گانجا جل جاتا ہے۔

سب گوالے: اچھا گرودیو۔ پرنام۔

(سب گوالوں کا جانا)

جٹانند: بھکتوں کا کلیان ہو— اہا مادھو۔ مادھو۔ اب میں تجھ سے کپٹ کی کونڈی اور چھل کے سونٹے سے بھنگ کی طرح رگڑ نہ ڈالوں تو مجھے جٹانند نہ کہنا۔

ڈراپ پہلا — سین ساتواں

پربھات کا مکان

(مادھو کا پرویش)

مادھو: میرے متر۔ آپ نے متر کو کس آوشیکتا کے لیے یاد کیا ہے۔

پربھات: نند کمار، کیا میرا متر ہے؟

مادھو: میں کیول تیرا ہی نہیں، ساری سرشٹی کا متر ہوں۔

پربھات: اس جگت میں تین پرکار کے متر ہوتے ہیں۔ ایک مورکھ بنا کر کھانے والے، دوسرے ساتھ میں بیٹھ کر باتیں بنانے والے۔ تیسرے سمے پڑنے پر جان لڑانے والے۔ تو بھوجن متر۔ وچن متر۔ جیون متر، ان تینوں پرکار کے متروں میں سے کون سا متر ہے؟

مادھو: آج تیرے شبدوں میں تیرے سوبھاؤ کے انوکول روز جیسی مدھرتا اور کوملتا نہیں ہے۔ اس کا کارن؟

پربھات: اس کا کارن یہ کہ ایک متر کے اَنوگرہ سے میں منشیہ کا آچار وچار بھول کر پشو ہوگیا ہوں۔ میرا پنچ بھوتک مندر ایک راکشسی بھوکمپ سے تھرا گیا ہے۔ میرے شریر میں ایک پشاچ سما گیا ہے۔

مادھو: ہوں سمجھا۔

پربھات: مادھو۔جس کے پریم مندر میں، میں نے آج تک سکھ کی ندرالی۔ جس کے نیتروں کے پرکاش سے میرا سنسار آلوکت ہوا۔ جس کی مدھر دھن نے مجھے

اس لوک میں سورگ کے گیت سنائے، وہ دیوی ڈائن ہوگئی۔ وہ پریم مندر ٹوٹ گیا۔ وہ میٹھی آواز بھوتوں کی چیخ بن گئی۔ وہ للتا اپنا پتی ورت دھرم تیاگ کر.....

مادھو: چپ— اپنی دیوی سمان استری کے لیے ایسی شنکا؟

پربھات: میری شنکا کپلیوں کی مترتا کی طرح جھوٹی اور بودی نہیں ہے۔ میں وشواس پوروک کہتا ہوں کہ دھرم رتن لوٹ لیا گیا۔ کنج میں پرائے دھن اور پرائے سکھ پر ڈاکا ڈالا گیا— اور ایسا کس نے کیا؟— دھرم دروہی نے؟ گھاتک نے؟ شترو نے؟ نہیں پرجا کے رکشک نے، برج کے راجا نے، میرے بچپن کے متر مادھو نے— ہاں ہاں، تونے—

مادھو: سندھو پرواہ میں وِوَش تنکے کے سمان بہتے ہوئے پرانی ساوَدھان۔ شرم کر۔ تو میرے جیسے شدّھ آچاری پرویابھی چاری ہونے کا آروپ لگا رہا ہے۔ اتنا متی مند اور اندھا ہوگیا کہ سوریہ لوک میں اندھیرا بتا رہا ہے۔

پربھات: مادھو۔ ان ساوَدھان شبدوں میں اَلنکار کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ مجھے باتیں نہیں شنکا سمادھان چاہیے۔

مادھو: تو کیا چاہتا ہے؟

پربھات: پریکشا۔

مادھو: کس کی؟

پربھات: تیری اور للتا کی۔

مادھو: کب؟

پربھات: ابھی۔

مادھو: کس طرح؟

پربھات: سن۔ میں کسی گپت استھلی میں بیٹھ کر سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہوں گا۔ میرے جانے کے پشچات تو کام دیو کے روپ میں للتا کے ساتھ شرنگار یکت پریم رس کی باتیں کر۔ پھر یا تو میرے من کا اندھکار نشٹ ہوجائے گا یا جگت اور

جگدیشور کے سامنے تم دونوں کا پاپ پرگٹ ہوجائے گا۔

مادھو: ایسے ڈر مارگ سے اپنا سندیہہ کیوں دور کرنا چاہتا ہے؟ مورکھتا چھوڑ اور نشچے کر کہ میں نردوش اور للتا نش کلنک ہے۔

پربھات: میں اُتر میں ہاں یا نہیں کے سوا کچھ نہیں سننا چاہتا۔

مادھو: پربھات میں سوگندھ سے کہتا ہوں کہ پتی بھکت للتا دیولوک کا دیپک ہے جو کسی سے نہیں بجھ سکتا۔ سورگ کا پھول ہے، جو کبھی نہیں مرجھا سکتا، ایشوری پرتکیا ہے، بھنگ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے میری سوگندھ پر وشواس کر۔ اسے پوتر سمجھ اور اس منوورتی سے مکت ہوجا۔

پربھات: ارے وشواس گھاتی بہروپیے۔ تو اپنے دُراچار پر پوترتا کا پردہ کب تک ڈالے گا۔ شیشے کے ٹکڑوں کو ہیرا بنا کر جگت کو کب تک دھوکا دیتا رہے گا۔ کھوٹے شیل سوبھاؤ، بناوٹی اُدارتا، کلپت اُپدیش، برہم گیانیوں جیسے دکھاوے سے لوگوں کو کہاں تک ٹھگتا رہے گا؟ ایشوری نیائے کے انوسار تیرے پاپوں کا گھڑا ایک دن پھوٹنا چاہیے اور وہ آج ہی، اسی سمے اور اسی جگہ پھوٹے گا۔ یدی تو جھوٹا ہے تو سویکار کر اور سچا ہے تو یہ پریکشا پوری کر۔

مادھو: تیرے پراربدھ میں نیائے ہتیا اور پشچاتاپ لکھا ہے تو جا اپنے ہاتھوں سے اپنے سکھ کی چتا تیار کر۔

پربھات: وہ دیکھ آرہی ہے۔

مادھو: ہٹ جا۔

(پربھات اور مادھو چھپ جاتے ہیں۔ للتا کا آنا)

للتا: کل جب پران پتی میری ٹھوڑی پکڑ کر میری آنکھوں کی اور دیکھ رہے تھے تو اُن کے چندر مکھ کا پرکاش چرا کر میرا مکھ بھی دیپت مان ہوگیا تھا۔ اُہا۔ ناتھ تمھارا اپنی داسی پر اُدھک پریم ہے۔ میں تمھارے پریم آکاش میں تارے کی طرح چمکتی ہوں۔ تمھارے پریم ساگر میں کمل کی بھانتی کھلتی ہوں۔ تمھارے

مدھر مرلی

پریم کے فوارے پر جل بندو کے سمان ناچتی ہوں۔ پران ایشور۔ سوامی، تمھارے ہوتے میرا تیج، شوبھا، میرا آنند مجھ سے کون چھین سکتا ہے۔

(مادھو کا سامنے آنا)

مادھو: للتا۔

للتا: کون مادھو۔ (پاؤں چھونا) میرے جیون جیوتی، اپنی داسی کے لیے کیا آگیا ہے؟

مادھو: سندری۔ میں اس سے یہاں ایک چور کی کھوج میں آیا ہوں۔

للتا: چور؟ وہ کیسا؟

مادھو: چت چور۔ سنتوش چور۔

للتا: وہ کہاں ہے؟

مادھو: یہاں؟

للتا: کون؟

مادھو: (للتا کی اور اشارہ کرکے) یہ۔

للتا: (آشچریہ سے) مادھو۔

مادھو: مجھے آشچریہ سے کیوں دیکھ رہی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ تیری آنکھوں نے میرے ہردے کوش پر ڈاکا ڈالا ہے۔ تو نے بھکتنی بن کر اپنے بھگوان کو لوٹ لیا ہے۔

للتا: مادھو۔ مادھو۔ تو اتنا کیوں گرگیا ہے۔ تجھ میں ایک چھن کے اندر اتنا پریورتن کیسے ہوگیا۔ کیا جگت کو گیان چکشو دینے والے دیوتا بھی جگت کی تچھ وستوؤں پر دھوکا کھایا کرتے ہیں۔ کیا ایشوری آتما مانوی بھومی پر آکر اپنا سوروپ اور کرتویہ بھول جایا کرتے ہیں۔

مادھو: ہاں رمنی۔ ایسا ہی ہے۔ سندر استری کام دیو کے تہنگ کا بان ہے۔ جب یہ پورے سامرتھیہ اور شکتی سے چل جاتا ہے تو بڑے بڑے تپیا اور پرتگیا کے پردوں کو چھید کر ہردے کے پار نکل جاتا ہے۔

للتا: مادھو۔ جیسے سروگنی اور وددان بھائی اپنی بہنوں کو سسرال جانے کے سمے استری دھرم اور پتی سیوا کی شکشا دیا کرتے ہیں۔ ویسے ہی تو برج بالاؤں کو پرتی سمے اپنے پوتر شبدوں میں سشِکشا اور نیتی کا اُپدیش دیا کرتا ہے۔ پھر وہ اگادھ گیان۔ وہ گمبھیر وچار، وہ اُچ کلپنا، وہ ستوپدیش کیا ہوگئے۔ ہے جگت کے دھرم گرو۔ جگت میں دھرم کا آتم پتن۔ پتن سے پہلے اپنی اُتم پدوی کا وچار کر۔

مادھو: پریے۔ استری کے کومل ہونٹ شکشا دینے کے لیے نہیں۔ پریم کی باتیں کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس لیے مجھے اپنا پریم دو اور اس کے بدلے میں جو کچھ مانگ سکتی ہو مانگو۔ بول۔ اَتی سندر رمنی بول۔ تجھے کیا چاہیے؟

للتا: جا جا۔ تو ایک اَبلا کو کیوں ٹھگتا ہے؟ میں پتی اور پتی پریم کے سوا اس سنسار میں اور کچھ نہیں چاہتی۔

مادھو: پران پریے۔ جو اتھاہ اور اَپار سکھ میں تجھے دینا چاہتا ہوں، اس کے آگے سنسار کے سکھوں کا کیا مولیہ ہے۔ تو نے ابھی میرے ولاس بھون کی شوبھا نہیں دیکھی۔ میرے پرنو کا وِہار نہیں کیا۔ میری پریم شیّا پر ندرا نہیں لی۔ میرے دِوّیہ دیپکوں کے پرکاش میں نہیں کھیلی۔ آمیرے ساتھ اور اس آنند دھام کی سیر کر۔

(چندرما میں ایک سیج دکھائی پڑتی ہے)

— وہ دیکھ، میرے شرنگار مندر کے جڑاؤ پلنگ — چل اور اسے سشو بھت کر۔

للتا: ساودھان۔ اپنے پاپی اسپرش سے مجھے دوشت نہ کر۔ یہ جڑاؤ پلنگ نہیں، تیرے مرے ہوئے دھرم بل کو پھونکنے کے لیے دیوتاؤں نے آکاش کی شمشان بھومی پر چتا جلائی ہے۔ یہ میگھ نہیں اسی چتا سے نکلتے ہوئے درگندھت دھوئیں کی کالک ہے، جو بادل بن کر چھائی ہوئی ہے۔

مادھو: للتا۔ یہ میرے دِوّیہ لوک کا پرتھم درشیہ ہے۔ ان میگھوں کے ومان میں بیٹھ کر میرے ساتھ چل۔ اس سے بھی اَدھک وچتر درشیہ دیکھے گی۔

للتا: بس بس۔ اپنی پاپ لیلا سماپت کر۔ شیش ناگ کے شیش پر پڑی ہوئی دھرتی، اندر کے دیوبل سے دبا ہوا اندراسن، شنکر کے چرن پرتاپ سے تھما ہوا کیلاش، یہ سب تیرے چھل کپٹ میں پھنس کر اپنی جگہ بدل سکتے ہیں۔ پرنتو ایک پتی ورتا استری کے وچار کبھی نہیں بدل سکتے۔

مادھو: یدی تجھے یہ ولاس اِستھلی پسند نہیں تو میں اپنی بھجاؤں کا سہارا دے کر تجھے اس سے بھی اُدھک آشچر یہ جنک لوک میں لے جاسکتا ہوں۔ (سورگ کا درشیہ) وہ دیکھو۔ سورگ کے تیجسوی پھول تیرے سکھ کمل کی ابھیلاشا میں پریمی بھنورے کے سمان مگدھ ہوکر جھوم رہے ہیں۔ چل پریے چل۔ اِن دَرشنا بھیلاشی پشپوں کا اُدھار کریں۔ اس پھولوں کی نوکا میں سگندھ کی بھانتی بیٹھ کر آنند پرواہ میں وِہار کریں۔

للتا: بس پاپی بس۔ مجھے نشچے ہوگیا کہ تو جگت کا پالک اور رکشک نہیں بلکہ شترو ہے۔ وِدّیا سے جگت کو چھلنے والا جادوگر ہے۔ جا یہاں سے چلا جا۔ نہیں تو ایک پتی ورتا استری کا شراپ، جس سے دیوتا بھی کانپتے ہیں۔ تجھے گرہن کرنا ہوگا۔

مادھو: پریے۔ جو کچھ بھی ہو۔ پرنتو تجھے میری پریم ترشنا بجھانی ہوگی۔ ان کومل ہونٹوں کی مدھرتا کا پان کرانا ہوگا۔

(ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے)

للتا: دور ہو دُشٹ ادھرمی۔ یدی تو ایشور بھی ہو تو بھی پتی کے سوا اس شریر پر تیری کوئی ستا نہیں چل سکتی۔ پاپی لے سن۔ یدی ستیہ ستیہ ہے، ایشور ایشور ہے۔ تو میں دُکھی ہوکر دیوتاؤں کے سمکھ تجھے دُکھی انتہ کرن سے شراپ......

(پربھات کا باہر آجانا)

پربھات: شانت للتا۔ شانت۔

للتا: بچاؤ ناتھ۔ اس دیوروپی راکشس سے بچاؤ۔
پربھات: پران پریہ۔ مجھے شما کر۔ مادھو کا کوئی اپرادھ نہیں۔ میں نے شنکت ہوکر تیرے پتی ورت دھرم کی پریکشا لینے کے لیے اسے بادھیہ کیا تھا۔
للتا: شنکا— ناتھ آپ کو میرے وشے میں شنکا۔
مادھو: کیوں پربھات۔ تیری سندیہہ جوالا شانت ہوئی؟
پربھات: شما کر مادھو، شما کر۔ جو تیرے جیسے پوتر آتما کو دیا بھی چاری کہتے اور سمجھتے ہیں، ان پر دھکار ہے۔ تو اس جگت میں جگت رکشک وشنو کا اوتار ہے۔

(پربھات کا مادھو کے پاؤں پر گرنا اور مادھو کا وشنو روپ میں آجانا)

—ڈراپ—

ڈراپ دوسرا— سین پہلا

پربھات کا مکان

(پربھات اور للتا کا مکان)

پربھات: مادھوری للتا۔ میں ابھی تک اپنی بھیشن بھول کی اسرتی سے کانپ رہا ہوں۔ ایک بار پھر بول کیا تو نے سچ مچ اپنے گیان شونیہ پتی کا اپرادھ شما کردیا ہے۔

للتا: پران ناتھ۔ میں آپ کی تچھ داسی ہوں۔ بارم بار شما مانگ کر آپ مجھے کیوں پاپنی بناتے ہیں؟

پربھات: پر یہ تیرے جیسی ستی اور مادھو جیسے ست پرش کو شنکت درشٹی سے دیکھ کر میں نے اپنے سنسار سورگ کو نشٹ کرلیا ہے۔ اب من کے پشچاتاپ اور نیتروں کے نیر سے لاکھ پرائشچت کروں۔ کنتو جب تک تم دونوں دیا کرکے شما نہیں کروگے، تب تک میرا کھویا ہوا سکھ مجھے دوبارہ کبھی نہیں ملے گا۔

للتا: ناتھ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سکل سرشٹی کو آنند دینے والے پربھورام چندر نے پریکشا اگنی میں تپ کر نکلی ہوئی جگت مات شری شری سیتا جی کو ایک مورکھ دھوبی کے شبد سن کر تیاگ دیا تھا۔ کنتو آپ نے تو ایک چمتکار پریوگ سے اپنا سندیہہ دور کرکے اب تک مجھے اپنے ہردے کے ساتھ پریم ڈور سے باندھ رکھا ہے۔ کیا یہ آپ کا تھوڑا اُپکار ہے پربھو کہ آپ کی پریمی بانہوں کا سہارا ہی میرے جیون کا آدھار ہے۔

(گانا)

ڈراپ دوسرا — سین دوسرا

لکشمی داس کا مکان

اُما: دیوتا نہ رو۔ براہمن کے آنسو وشنو بھگوان کے مُکٹ ہوتی ہیں۔ میں ان کو گر کر دھرتی پر رُلتے نہیں دیکھ سکتی۔

شیوشرما: دیوی۔ پوروجنم میں نہ جانے ہم نے کون سا اَپرادھ کیا تھا جو اس جنم میں یہ کشٹ بھوگ رہے ہیں۔

اُما: سنسار میں کداچت دروہی ہونا بھی پاپ ہے جب ہی ہم کو اس کا دَنڈ مار رہا ہے۔ ہے پربھو اُن کے دکھی من میں دھیرج اور میرے پُتر کے ہردے میں دیا دو۔

(مایا اور لکشمی داس کا پرویش)

مایا: وہ دیکھو۔ تمھارے دھن ساگر کو بوند بوند کرکے پی جانے والی جونکیں اس وقت بھی تمھاری ماں کو لپٹی ہوئی ہیں۔

لکشمی داس: کیوں رے۔ کیا تونے ڈاکا مارنے کے لیے میرا ہی گھر دیکھ پایا ہے۔ جب میں نے دُکان پر دھتکار دیا تو پھر اس ٹھگنی اور اس کے پلّوں کو ساتھ لے کر یہاں کیوں آیا ہے؟

شیوشرما: لکشمی داس۔ ہرن کا بچہ شکاری کے تیر سے گھائل ہوکر رکشا رکشا پکارتا ہوا اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے۔ ویسے ہی ہم دُکھ کی مار سے بے دم ہوکر دیا دیا کہتے ہوئے اس دیا مئی ماتا کی شرن میں آئے ہیں۔ تم ایسی دھرماتما ماتا

کے پُتر ہوکر اتنا نہ ادھرم کرو۔

لکشمی داس: چپ نیچ۔ روپیہ دینے کے بدلے ہمیں دھرم شرم کا اُپدیش دیتا ہے۔ کل کے مندروں کے گھنٹے اور شنکھ کی آواز کے ساتھ انگڑائی لیتا ہوا جاگنے سے پہلے میرے دیے ہوئے روپے میرے صندوق میں پہنچ جانے چاہیے۔ یدی سوریہ کی پرتھم کرن کے ساتھ تو روپے لے کرنہ پہنچا تو...

اُما: تو اس برہمن کے ساتھ کیا کرو گے؟

لکشمی داس: کیا کروں گا۔ جیسے جنگلی ریچھ شکار کے گلے میں پنجہ گڑا کر ماند کی طرف کھینچ لے جاتا ہے ویسے ہی گردن سے پکڑوں گا اور لات مار کر کاراگار کے اندر ڈھکیل دوں گا۔

شیوشرما: لکشمی داس۔ ہم نے اپنا گھر، کھانے کے باسن، پہننے کے وستر تک بیچ کر جو کچھ ملا تمھارے چرنوں میں ارپن کردیا۔ اب ہمارے پاس سر کے بالوں اور بدن کی کھال کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ لو یہ بھی لے لو۔ اس برہمنی کے بالوں کی جھاڑو اور اس برہمن کے چمڑے کی جوتیاں بناؤ۔ کنتو شیش رن کے لیے شما کرکے اپنی منشیتا کا گورو دکھاؤ۔

لکشمی داس: شما اور دیا کے نررتھک شبد۔ بیوہار کوش میں کہیں نہیں لکھے— بس آج میرا رن چکا یا کل کاراگار میں جا۔

شیوشرما: پنیہ ہو یا پاپ۔ سب کام پھل کی آشا میں کیے جاتے ہیں۔ کیا اِس نردھن اُبھاگے کو کاراگار میں ڈالنے سے تمھارا روپیہ مل جائے گا؟

مایا: روپیہ نہیں ملے تو نہ ملے کنتو تمھیں قید میں سڑتا ہوا اور اسے بھوک سے مرتا ہوا دیکھ کر آنکھوں کو سکھ تو مل جائے گا۔

اُما: چھی چھی بیٹی۔ بھگوان نے استری کو پراتہ کال کی مسکراہٹ، پھولوں کی سگندھ، چاند کی ٹھنڈک دیوتاؤں کے ہردے کی کوملتا سے پیدا کیا ہے۔ تم منشیہ جیون کی مٹھاس ہوکر کڑوے بھاؤ پرگٹ نہ کرو (لکشمی داس سے) بیٹا۔ دوچار چلو پانی چھلک جانے سے برسات کی چڑھی ہوئی ندی کا بھاؤ۔ اور دس

پانچ چاندی کے ٹکڑے نکل جانے سے تمھارے دھن بھنڈار کا پھیلاؤ کم نہ ہوجائے گا۔ اس لیے موہ لوبھ کے بندھنوں کو توڑ دو۔ تمھاری ماتا بنتی کرتی ہے کہ دیا دھرم کے نام پر اس دَریدر برہمن کا رِن چھوڑدو۔

لکشمی داس: بس بکو مت۔ دیا اور دھرم میرے پیروں پر گر پڑیں، مگر میں اپنے رِن کو دمڑی کیا، دمڑی کا سولہواں بھاگ بھی نہ چھوڑوں گا۔

اُما: نہ چھوڑے گا؟

لکشمی داس: نہیں۔

اُما: اپنی ماں کی بنتی پر بھی نہیں؟

لکشمی داس: نہیں۔

اُما: میرے بچے۔

لکشمی داس: بڑھیا۔ بس ایک شبد بھی نہیں۔ ورنہ میں تیرا گلا دبا کر منہ بند کردوں گا۔ (برہمن سے) جنم کے بھک منگے پکڑ ان کا ہاتھ اور نکل جا میرے گھر سے۔ تیرے لیے دھتکار اور بندی گرہ کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔

اُما: کچھ نہیں۔

لکشمی داس: کچھ نہیں۔

اُما: اچھا تو ایک برہمن ہندو گھر سے نراش ہوکر نہیں جاسکتا۔ بھودیو، یہ پران پتی کا دیا ہوا ہار ہے، جو میں کاشی جاکر دان کرنے والی تھی۔ آج میں سوامی کے پریہ اسمارک کو اُن کے نام پر تمھیں اَرپن کرتی ہوں۔ سونا بازار میں لے جاؤ اور اسے بیچ کر سوارتھی کے روپیے اس کے منہ پر پھینک دو۔

مایا: دیکھا، یہ اسی طرح گھر پھونکا کرتی ہے۔

لکشمی داس: (برہمن سے) رکھ دے۔ چوہے کے سمان دوسروں کی جیب کترنے والے، ہار رکھ دے۔

شیوشرما: برہمن کو دان میں ملا ہوا دھن تم کس ادھیکار سے چھینتے ہو؟

لکشمی داس: یہ ہار میرے پتا کا ہے۔ اس لیے میرا ہے۔

لڑکا: پتا جی۔ نہ دینا۔ یہ ہار تمھیں ماتا جی نے دیا ہے۔
لکشمی داس: کنگلے کے بچے چپ رہ۔ چل رکھ دے ہار۔ رکھ دے پاجی۔ نہیں دیتا تو اس طرح لیا جائے گا۔

(ہار چھین لیتا ہے)

اُما: ہے بھگوان! برہمن کا اپمان۔
شیوشرما: دھرم دروہی، ماتر دروہی، ابھی دیوتا بھارت کو اناتھ کرکے دوسرے دیش میں چلے نہیں گئے۔ برہمن کی آواز اَدھرم کی آواز میں مل کر لپت نہیں ہوئی تو اپنے دھن کے سنہرے رتھ میں بیٹھ کر اس کے رکت رَنجت پہیوں کے نیچے میرے سنسار سکھ کو کچل سکتا ہے۔ میری استری، پریوار کو بھوکا مار کر ان کی چتا پر پشاچی ناچ ناچ سکتا ہے۔ کنتو تو میرا برہمن تیج مجھ سے کسی طرح نہیں چھین سکتا۔ میں اسی تیج کے بل سے تجھے شراپ دیتا ہوں کہ آج جس دھن کے لیے دھرم کا اپمان، ماتا کا اپمان اور ایک برہمن کا اور اس کے پریوار کا ترسکار کررہا ہے، وہی دھن تیرے شریر پر ایشور کا وجربن کر ٹوٹے۔ اس کا ایک ایک روپیہ تیرے دیہہ پر کوڑھ کا ایک ایک داغ بن کر پھوٹے۔
اُما: دیا دیوتا۔ یہ پاپی ہوئے پر بھی میرا پتر ہے۔ (لکشمی سے) بٹیا برہمن شراپ سے بڑے بڑے پرشوں اور دیوتاؤں کا اُنشٹ ہوا ہے۔ اس لیے ایشور سے اپنا سکھ بچانے کے لیے اس سے شما مانگ۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی جوالا کا دیا، شیتل جل چھڑک کر شانت کر۔
لکشمی داس: میری دیا ہی ہے جو کیول اسے بندی گھر بھیج رہا ہوں۔ ورنہ اس نے جتنے روپیے لیے ہیں اتنی ہی مرتبہ اس کو پھانسی دینا چاہیے۔
اُما: بٹیا۔ میں پلک کی نوک پر ڈگمگاتا ہوا آنسو، آندھی میں کانپتا ہوا دیپک، ڈالی سے ٹوٹ کر گرنے والا پکا پھل ہوں۔ اس دو دن کے جیون میں بوڑھی آنکھوں کو ایک ہندو گھر میں نرک کا درشیہ نہ دکھا۔ ایشور کے کوپ سے ڈر۔

دیا کے پکش پر اپنے ہردے مندر کے دوار بند نہ کر۔

لکشمی داس: بڑھیا۔ بنجر زمین میں بیج نہیں اُگتا۔ زیادہ بکے گی تو سمجھوں گا کہ تو مورکھ ہی نہیں پاگل بھی ہے۔

اُما: میں مورکھ ہی سہی، پاگل ہی سہی۔ سب کچھ سہی کنتو جو کچھ کہتی ہوں ماں کی ممتا سے کہتی ہوں اور تیرے بھوشیہ کے بھلے کے لیے کہتی ہوں۔ میرے بچے ان کا آشیرواد لے۔

لکشمی داس: کوئی ضرورت نہیں۔

اُما: اس برہمن کا رِن چھوڑ دے۔

لکشمی داس: انت سے تک نہیں۔

اُما: ان بچوں پر دیا کر۔

لکشمی داس: ایشور کہے، تب بھی نہیں۔

اُما: نہیں نہیں، دنیا کی ماؤں کو یہ کہنے کا اَوسر نہ دے کہ ایک ابھاگنی ماں کی کوکھ سے منشیہ کے بدلے پتھر پیدا ہوا ہے— دیا کر، دیا کر۔ یہ دیا کی بھکارنی تیرے پاؤں پڑتی ہے۔

(لکشمی داس کے پاؤں پر گرنا۔ وشواس اور پریم کا آنا)

وشواس: اُف یہ کیا؟

پریم: پتا جی۔ چاچا جی کے پاؤں پر دادی جی۔

وشواس: نہیں بٹیا۔ تچھ کنکر کے پاس پہاڑ۔ گندے نالے کے پیروں میں گنگا۔ راکشس کے پیروں پر آکاش کی دیوی— ماتا۔ اُٹھو اُٹھو۔ نہیں تو لہلہاتی ہوئی سرشٹی مرجھا کر سوکھ جائے گی۔ سمندر اُچھال مار کر آکاش مندر کے سنہرے کلس تک ڈبو دے گا۔ دیوتا اس دھرتی کو جس پر ماتاؤں کا اَپمان ہو رہا ہے لات مار کر سدا کے لیے نرک میں پھینک دیں گے۔ اٹھو ماتا اٹھو۔ جگت کا ناش ہوا جاتا ہے۔ اسے بچانے کے لیے اُٹھو۔

پریم: دادی جی۔ اٹھیے۔ آپ کو اس طرح دکھی دیکھ کر مجھے رونا آتا ہے۔

اُما: دوسروں پر دیا نہ کرنے والے تو آپتّی کے سمے اپنے لیے ایشور سے کیسے دیا مانگ سکے گا۔

لکشمی داس: جس کے پاس دھن ہے، اُسے ایشور سے دیا مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پریم: چاچا جی۔ یدی دھن والوں کو ایشور کی دیا کی ضرورت نہیں پڑتی تو ایک مہینہ پہلے جب آپ کے پیٹ میں درد اُٹھا تھا۔ اُس وقت آپ بھگوان کی سہایتا کس لیے چاہتے تھے۔ دھن دھن پکارنے کے بدلے ایشور ایشور کیوں چلاتے تھے؟

لکشمی داس: چپ رہ نکڑ گدے— اب تو اس دنیا کے کوڑے کو یہاں سے لے کر جاتا ہے یا ٹیٹوا پکڑ کر گھسیٹنے کے بدلے تم سب پر کتے چھڑوانے کی آگیا دوں۔

اُما: دیا ہین بیٹے۔ تیرا بھوشیہ بڑا ہی کالا اور بھینکر دکھائی دیتا ہے۔ اپنی ماتا سے وِوَش ہوکر دوبارہ سمجھاتی ہوں۔ ایک بار ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتی ہوں کہ اس نردوش برہمن

لکشمی داس بکواس چڑیل دور ہو۔

(ماں کو لات مارتا ہے)

وشواس: دھکار ہے۔ دھکار ہے۔ تمھارے بیٹے ہونے پر دھکار ہے۔ تم نے ماتا کو نہیں بھارت کو پوتر کرنے والی گنگا جی کی چھاتی پر لات ماری ہے۔ کاشی کے مندر پر لات ماری ہے— بھگوتی لکشمی کی مورتی پرلات ماری ہے۔ آج وِدِت ہوگیا کہ بھوشیہ میں ڈسنے والے سانپ کو چھاتی کا دودھ پلا کر کبھی نہیں پالنا چاہیے۔

لکشمی داس: بس چھوٹوں کی طرح بات کر۔ میں تیرا بڑا بھائی ہوں سمجھا۔

وشواس: ایک ماتا کے پیٹ سے جنم لینے کے کارن دو سنساری جیون آپس میں بھائی کہلاتے ہیں۔ جب تم ماتا کو ماتا نہیں سمجھتے تو میں تم جیسے ماتر دروہی کو بھائی

نہیں سمجھتا— سن لیا۔

لکشمی داس: ارے میرے دیے ہوئے بھیک کے ٹکڑوں سے پیٹ پالنا اور مجھی پر آنکھیں نکالنا۔ یدی میں تیرا بھائی نہیں ہوں تو یہ گھر اور گھر کی کوئی وستو بھی تیری نہیں۔ جا اس گھر سے نکل جا۔

وشواس: پتا کے دیے ہوئے گھر اور دھن کے تم اکیلے مالک نہیں ہو۔ ہمیں نکالتے ہو تو لاؤ، ہمارے حصے کا دھن ہمارے حوالے کرو۔

لکشمی داس: ارے تیرے لٹاؤ اور اُڑاؤ دیوالیہ پتا نے ہزاروں مانگنے والے اور لاکھوں کے قرض کو سوا اپنے پیچھے اور کون سا دھن چھوڑا تھا، جس کا دعوا کرتا ہے۔ جس دھن سے میں نے آج تک تم سب کو کھلایا پلایا ہے، وہ بڈھے نے نہیں، میرے بیوہار اور پریشرم نے کمایا ہے۔

وشواس: تم دیا دھرم میں کنجوس ہو۔ جھوٹ بولنے میں کنجوس نہیں ہو۔ اچھا ماتا چلو۔ دھرم ہمارا راستہ ہے، بھگوان ہماری پونجی ہے اور سنتوش ہمارا ساتھی۔ ایشور کا بھروسا ہمیں ہر ایک دکھ سے تارے گا۔ جس نے کھلانے کو ہاتھ اور کھانے کو منہ دیا ہے، وہ ہم نرادھاروں کو کبھی بھوکا نہ مارے گا۔

لکشمی داس: بس اب اس گھر کی چھت اُدھک سمے تک تم سب کو اپنی چھاتی میں نہیں رکھ سکتی۔ جا کنگال ان کو لے کر بھیک مانگ اور پیٹ پال۔

وشواس: کیا کہا، کنگال۔ نہیں نہیں، میں اس گھر سے کنگال ہوکر نہیں نکل رہا ہوں۔ جس آدمی کے ساتھ دھرم جیسا رتن، پُتر جیسا لعل اور ماتا جیسا امولیہ دھن ہے۔ اُسے کون کنگال کہہ سکتا ہے۔ ہیرے موتی کے پجاری تجھے سچے رتنوں کی پہچان نہیں ہے۔ دنیا میں ایشور بھگتی اور ماتا سیوا کرنے والے سے بڑھ کر کوئی دھنوان نہیں ہے۔

لکشمی داس: دھن اور شانتی کے شترو۔ مجھے کرودھ نہ دلاؤ۔ گالیاں سن کر نہیں جانا چاہتے تو بنا ایک شبد بولے، یہاں سے نکل جاؤ۔

وشواس: تجھے لاج آنی چاہیے تو سب کچھ چھین کر اپنے بھائی بھتیجے اور ماتا کو ایک

دستر سے نکال رہا ہے۔

لکشمی داس: یہ دستر بھی میں تمھیں دان دیتا ہوں۔

پریم: دادی جی۔ ان سے کچھ نہ مانگو۔ چلو کسی دوسری جگہ چل کر رہیں۔ تم وہاں گئوویں پالنا۔ میں ان کا دودھ گلی گلی بیچ کر پیسے لاؤں گا اور ان پیسوں سے پہلے تمھیں اور پتا جی کو کھلاؤں گا۔ پیچھے خود کھاؤں گا۔

شیوشرما: دھنیہ ہو دھرمی پتا کے دھرمی پتر دھنیہ ہو۔ جس ماتا نے تجھے جنم دیا ہے، اُسے بھی دھنیہ ہو۔

وشواس: بیٹا چنتا نہ کر۔ میرا دھن، پران، روم روم اس دیوی کے دودھ کا رِنی ہے۔ میں یہ ماتر رِن ادا کرنے کے لیے دوسروں کا داس بنوں گا۔ بوجھ اٹھاؤں گا۔ پرنتو ماتا کو بھوکا نہ سلاؤں گا۔ جیون وہی ہے جو دھرم، کرم، کرتویہ سے مالا مال ہو۔ دھنیہ ہے وہ بیٹا جس کا ماتا سیوا میں اُنت کال ہو۔

پریم: چلو دادی جی چلو۔ مجھے اب اِس گھر میں ڈر معلوم ہوتا ہے۔

اُما: (برہمن سے) دیوتا شما کرنا۔ دھکار ہے میرے جیون پر کہ میں ہندو ہوکر ایک برہمن کی سیوا نہ کرسکی۔

لکشمی داس: بس اب میں دھیرج نہیں رکھ سکتا، پاجی نکل یہاں سے۔ پاجی کے سہایکو دور ہو سامنے سے۔

(لکشمی داس کا دھکا دینا۔ برہمنی اور اُما زمین پر گر پڑتے ہیں)

وشواس: پوتر ماتا—

برہمنی: اَبھاگے برہمن—

لڑکا: نرذئی، پاپی— ایشور تیرا کبھی بھلا نہ کرے۔

لکشمی داس: چپ نہیں تو گلا گھونٹ دوں گا۔

ڈراپ دوسرا — سین تیسرا

نند سبھا

(نند راج اور پردھان کا پرویش)

نندراج: نہیں پردھان جی نہیں۔ تم ایک دو، دس بیس کو پچیس پچاس کو جھوٹا کہہ سکتے ہو۔ کنتو سارے نگر کو جھوٹ بولنے کا اپرادھی نہیں ٹھہرا سکتے۔ بنا آگ دھواں نہیں اٹھتا۔ بنا کانٹا چبھے چیخ نہیں نکلتی، بنا روگ کے وَید کو نہیں ڈھونڈھتے۔ تم مجھے یہ نشچے کرانا چاہتے ہو کہ مادھو کے وِرُدّھ بولنے کے لیے برج کی ساری زبانیں ایک ہوگئی ہیں۔ پتا کے سامنے پتر کی نندا کرنے کے لیے سمست نگر واسیوں نے پرپنچ کرکے ایکا کرلیا ہے۔ یدی ایسا ہی ہے تو اب تک ان کے منہ پر کیوں تالے پڑے ہوئے تھے۔ان کے ہونٹ کس نے سی دیے تھے۔ اِن کی زبانیں کس نے چھین لی تھیں۔ ایسا اپگیہ پکش لینا نیائے کے پرتی کول ہے۔ اوشیہ ہی مادھو کا دُراچار ہی اس پرجا اُشانتی کا مول ہے۔

پردھان: مہابلی جس پرکار چندرما میں تاپ، مدھو میں کڑواہٹ، کستوری میں دُرگندھ ہونا ایشور نیم کے وِرُدّھ ہے، ویسے ہی دھرم پرتما مادھو سے بھی اَدھرما کا پرچار ہونا اَسمبھو ہے۔ اپنے جنم دِوَس سے آج تک اس نے جو جو ایشوری چمتکار دکھائے ہیں، اُن کا انوبھو رکھتے ہوئے آپ کو ستیہ وادی مادھو کے وِرُدّھ کوئی شبد نہ سننا چاہیے۔

نندراج: نہ سننا چاہیے؟ کیوں نہ سننا چاہیے؟ ویاپاریوں کی سمپتی۔ کرشکوں کا پرشرم۔ یودھاؤں کی تلوار۔ راج نیتکوں کی لیکھنی، شبھ چنتکوں کا پرامرش اور سارے دیش کی ایکتا، یہی وستوئیں راجا کو راجا بناتی ہیں۔ یدیٔ راجا پرجا کا پرتی ندھی بن کر پرجا کی سننا نہیں چاہتا، تو پھر وہ مکٹ دھارن کرکے نیائے سنگھاسن پر بیٹھنے کا کس طرح ادھیکاری ہے۔ یاد رکھو۔ مجھے پران سے اُدھک پتر اور پتر سے اُدھک پرجا پیاری ہے۔

(چوبدار کے ساتھ جٹانند کا پرویش)

چوبدار: پرتھوی ناتھ۔ شری سوامی جٹانند مہاراج پدھارے ہیں۔

نندراج: اَہو بھاگیہ — مہاتمن نمسکار۔

جٹانند: راجیہ کا کلیان ہو۔

نندراج: مہاراج۔ آپ کا اس سے سبھا میں آگمن میرا سوبھاگیہ ہے۔ یدی آپ آگیا دیں تو میں اپنے ہردے شانتی کے لیے کچھ پرشن کروں؟

جٹانند: نند راج۔ جگت کی اُنتی دھرم سے اور دھرم کی اُنتی سادھو سنتوں سے ہوتی ہے۔ جیسے ایک راجا اپنے راجیہ کی ویوستھا پردھان اور سیناپتی کے آدھین کردیتا ہے، ویسے ہی ایشور نے جگت کو اُتپن کرکے جگت کو پالنے اور سنبھالنے کا کام سادھو سنتوں کو سونپ دیا ہے۔ کال کا چکر دن رات کے پہیوں پر انھیں کے تپش چریہ کی شکتی پر چلتا ہے۔ چاند سوریہ کے دیپک میں سادھوؤں کے پسینے کا تیل جلتا ہے۔

نندراج: ستیہ ہے۔

جٹانند: نندراج۔ میں تیری سادھو سیوا دیکھ کر تیری ہر منو کامنا پورن کرنے کو پرستت ہوں۔ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ اپنے انتر گیان سے جو اُتر دوں گا وہ اوشیہ تیرے کلیان کا کارن ہوگا۔

نند راج: مجھے بھی نشچے ہے۔

جٹانند: سن۔ ابھی تھوڑی دیر کی بات ہے کہ میں شیو کے مندر میں بیٹھا ہوا، آنکھیں بند کیے شنکر کے نام کی جاپ کررہا تھا۔ اتنے میں جیسے آگ پر رکھی کڑاہی میں دودھ ابلنے لگتا ہے، ویسے ہی تیرا نام میرے دل میں ابلنے لگا۔ میں یہ ایشوری لیلا دیکھ کر سمجھ گیا کہ تجھ کو میرا پریوجن ہے۔ اُسی سے شنکر کو نمسکار کرکے آسن اٹھایا اور سیدھا تیرے پاس چلا آیا۔

نندراج: مہاراج۔ آج کل راج کمار مادھو کی نندا میں پرجا کے مکھ سے جو بادل گرج رہے ہیں اُس کی بھیانک دُھن آپ کے کانوں تک بھی اوشیہ پہنچی ہوگی۔ کرپا کرکے اپنے دِوّیہ گیان سے بتائیے کہ پرجا اور پُتر میں کون سچا ہے؟

جٹانند: نہ پوچھ۔ نند راج اس پرشن کا اُتر مجھ سے نہ پوچھ۔ سچائی دودھ کی طرح پتلی اور مکھن کی طرح چکنی نہیں ہوتی کہ ہر ایک آدمی اس کو سرلتا سے نگل جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ سچ کا کڑوا پیالہ تجھے میرے ہاتھ سے پینا پڑے۔

نندراج: سوریہ سمان مہاتمن۔ یدی آپ اُجالا نہ پھیلائیں گے تو پھر میرے چاروں اور چھایا ہوا اندھیرا کس پرکار دور ہوسکتا ہے؟

جٹانند: نند راج سن۔ برج کے لوگ آج یہ سمجھتے ہیں کہ شری جٹانند ایک دودھ دہی بیچنے والا گوالا ہے۔ جو گرہست آشرم تیاگ کر سادھو بن گیا ہے۔ پرنتو تجھے یہ جاننا چاہیے کہ میں کوئی گوالا نہیں ہوں بلکہ مہاراج ہریش چندر کے وَنش کا راج کمار ہوں۔

پردھان: مہاراج۔ یہ تو آپ کے چہرے کے تیج سے پرمانت ہوتا ہے۔

جٹانند: کیول راجیہ ابھیمان کا نشٹ کرنے کے لیے میں بارہ ورش تک برج کی گلیوں میں دودھ دہی بیچتا رہا۔ پھر بارہ ورش تک اپنی جٹاؤں سے شیو کے مندر میں جھاڑو دیتا رہا۔ پھر بارہ ورش تک شنکر کی مورتی کے سامنے ایک ٹانگ پر کھڑے رہ کر شیو شیو کا جاپ کرتا رہا۔ اب بارہ اور بارہ دونی چوبیس اور بارہ تیے چھتیس ارتھات چار کم چالیس ورش کی تپسچریہ کے پشچات اتنی شکتی پراپت ہوگئی ہے کہ آدشیکتا کے سمے دیوتاؤں کو بھی مجھے بلانا پڑتا ہے۔

جب شنکر اور پاروتی جی میں جھگڑا ہوجاتا ہے تو اُن کا میل کرانے کے لیے مجھی کو اِس لوک سے جانا پڑتا ہے۔

نندراج: نس سندیہہ۔ بھکتی اور تپسّیہ کا اتم پرسکار دیوتاؤں کی پرسنتا ہے اور یہ پرسکار آپ نے اپنے تپو بل سے جیت لیا ہے۔

جنانند: تو اب تو ہی بتا۔ یدی تجھے دکھی نہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو بھول کر جھوٹ بولوں تو دیوتاؤں کا دیا ہوا بل اور تیج میرے اندر کس طرح استھر رہ سکتا ہے۔ نہیں نندراج تو کسی اور سے رائے لے میں اس وشے میں سچ جھوٹ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

نندراج: تب کیا آپ کی اچھا ہے کہ نیائے گونگا بن کر پرجا کی پکار کا اُتر نہ دے؟

جنانند: نند راج۔ بال اوستھا میں بچے کومل ورکش کے سمان ہوتے ہیں۔ یدی اس ورکش کو شکشا جل کے بدلے لاڈ پیار کے وِش سے سینچا جائے تو وہ بڑا ہونے کے بعد کبھی اچھا پھل نہ دے گا۔ تونے اور یشودا نے مادھو کے ہردے بھومی میں جو بیج بویا تھا وہ اب کانٹوں کے روپ میں پھل رہا ہے۔ یہ تم دونوں کے پریم کا پرینام ہے جو نربھے ہوکر پرجا کو اتیاچار کی چکّی میں دل رہا ہے۔

نندراج: پردھان جی، سنا۔ کیا ایسے دیوتا سمان ست پرش کی ساکشی سننے کے بعد بھی تم مادھو کو نراپرادھ کہنے کا ساہس کرسکتے ہو؟

پردھان: دیاندھان۔ جو آدمی آگ کو چھو کر جان چکا ہو کہ وہ گرم ہوتی ہے۔ وہ اپنے انوبھو کے وِرُدھ اسے کبھی ٹھنڈا نہیں بتائے گا۔ میں انت پرینت یہی کہوں گا کہ مادھو نراپرادھ ہے جو کچھ ہورہا ہے کسی بدمعاش کا فساد ہے۔

نندراج: تب ودِت ہوا کہ تم نے میرے نیائے کا انا در کرنے کے لیے مادھو کی سہایتا لی ہے۔ تم میرے کرتویہ مارگ میں ٹھوکر بننا چاہتے ہو۔ جاؤ، ابھی جاؤ۔ اس کپوت سے کہو کہ کل اپنے پتا کی راج سبھا میں آکر پرجا کے آروپوں کا اُتر دے۔ یدی اس نے اپنے کونش کلنک پرمانت نہ کیا تو پھر وہ ہے اور نیائے کی تلوار ہے۔ بھینکر سے بھینکر سزا نہ دوں تو میرے راجا ہونے پر

دھکار ہے۔

جٹانند: شانت راجا شانت۔ دھرماتما کرودھ نہیں کرتے۔

سندراج: بس مہاراج۔ یہ میرا اُتم منتویہ ہے۔ پرجا اور پتر دونوں میں سے مجھے ایک کو گرہن کرنا چاہیے۔

جٹانند: نیائے کی جے ہو۔

ڈراپ دوسرا — سین چوتھا

جنگل

اُدھرم: بھگون۔ میرا نام اُدھرم ہے۔ یدی میں، میں ہوں تو دھرم میرے وار سے کبھی نہیں بچ سکتا۔

مادھو: تو کیا تونے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وید، شاستر آدی پوتر گرنتھوں کے اکشر اُڑ کر کورے کاغذ رہ جائیں گے؟

ادھرم: ہاں۔

مادھو: ستیہ مارگ بتانے والے رشیوں اور منیوں کے چرن چنھ سرشٹی پر سے مٹ جائیں گے۔

ادھرم: ہاں۔

مادھو: دھرم کا ورکش جوتیاگ، اُپکار، سیوا، بھکتی، پنیہ، پریم کے پھل پھول سے مہک رہا ہے، اُس کی پتی پتی پاپ کی آندھی میں بکھر کر نشٹ ہوجائے گی؟

ادھرم: ہاں بھگون ہاں۔ وہ سے نکٹ ہے۔ جب دھن دیا کو ٹھوکر مارے گا۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹے گا۔ ششیہ گرو کو، بٹیا باپ کو، بیٹی ماں کو، استری سوامی کو، بھکت بھگوان کو دھوکا دے گا۔ میں وِدوانوں میں ابھیمان، سادھوؤں میں لوبھ، پرش میں سوارتھ، استری میں کام، پرجا میں کپٹ، راجا میں انیائے بن کر اپنی لیلا دکھاؤں گا۔ آج جو بھکتی بھاؤ سے دھرم کی رکشا کر رہے ہیں، انھیں سے دھرم کا ناش کراؤں گا۔

مادھو: بادل کے کالے ٹکڑے تھوڑی دیر کے لیے چندرما کو چھپا سکتے ہیں، کنتو سدا کے

لیے اس آکاش دیپک کو بجھا نہیں سکتے۔ تو آنکھ اور ہردے کے سامنے لاکھ اندھیرا پھیلائے۔ پھر بھی دھرم کا بارم بار پرکاش ہوگا۔ جب تک شریر کو ہوا، پانی اور آتما کو مکتی آنند کی آشکیتا ہے، تب تک دھرم کا کبھی ناش نہ ہوگا۔

ادھرم: ہوسکتا ہے بھگون۔ ہوسکتا ہے۔

مادھو: ہوسکتا ہے؟

ادھرم: ہاں، کل یگ سے پہلے ہوسکتا ہے۔ ابھی ہوسکتا ہے۔

مادھو: ابھی ہوسکتا ہے؟

ادھرم: ہاں، ابھی اسی سمے، اسی جگہ کوئی دھرم بھکت ہو تو بتایئے اور اس کے آتمک بل اور میرے پراکرم کی پریکشا لیجیے۔

مادھو: اچھا۔ وہ دیکھو۔ اُس پھونس کی کُٹی میں تھوڑے دنوں سے دھرم آکاش کے تین تارے آکر اُترے ہیں۔ جا۔ آندھی اور بھونچال کو ساتھ لے کر اُن کو اُن کے استھان سے ہٹانے کا یتن کر۔ ایک طرف چند تنکے اور ایک طرف طوفان ہے۔ آج ہی وِدِت ہوجائے گا کہ دھرم اُدھرم میں کون بلوان ہے۔

(مادھو کا جانا)

ادھرم: بھگون، بھگون۔ آپ مجھے جانتے ہوئے انجان بن رہے ہیں۔ میں کون ہوں۔ شکتیوں میں مہاشکتی۔ بلوں میں مہابل۔ ناش میرا پتا۔ نرک میری جنم بھومی۔ پرتھوی میری راج دھانی، اندھکار میرا سنگھاسن، سوارتھ میرا پردھان۔ انیائے میرا سیناپتی، ہتیا میرا شستر۔ کام، کرودھ، موہ، لوبھ، چھل، کپٹ، جھوٹ، میری سینا اور بھوگ ولاس میں لین آتمائیں میری پرجا ہیں۔ کیا مجھ جیسے ساگر کا گھمنڈ پانی کے بلبلے سے دور ہوجائے گا؟ نہیں نہیں، میں دکھا دوں گا کہ شکتی کے پہاڑ سے جو ٹکرائے گا چور ہوجائے گا۔

(پریم سر پر لکڑیوں کا گٹھا لیے آتا ہے)

پریم: آشا آگے چل۔ پیرو بڑھو۔ پتا سیوا کا یہی راستہ ہے۔

ادھرم: لڑکے۔ یہ سر پر کیا ہے؟

پریم: یہ بھوک اور پیٹ کی لڑائی میں پیٹ کو وجے دلانے والے شستر ہیں۔

ادھرم: تو انھیں سر پر رکھ کر کہاں جارہا ہے؟

پریم: غریبی اور بھوک کے ساتھ یدّھ کرنے۔

ادھرم: یدّھ کرنے؟

پریم: ہاں۔

ادھرم: اس دُربل شریر سے؟

پریم: میرا شریر دُربل ہے۔ کنتو میری آتما کا ایشوری وشواس دُربل نہیں ہے۔ مجھے یہ نشچے ہے کہ تین دن کے بھوکے ادشیہ اَنّ پائیں گے۔ کسی اور نے نہ خریدا تو اِن لکڑیوں کو سویم دیا مئی بھگوان گاہک بن کر خرید لے جائیں گے۔

ادھرم: تو کیا دوسروں کا پیٹ بھرنے کے لیے سر پر بوجھ رکھ کر لکڑیاں بیچتا اور اپنے کومل شریر کو گلی گلی گھسیٹتا پھرے گا؟

پریم: مجھے گرو جی نے شکشا دی ہے کہ جس آنکھ میں لاج نہ ہو، جس مکھ میں ستیہ نہ ہو، جس ہاتھ میں دان نہ ہو، جس پیر میں دھرم مارگ میں چلنے کی شکتی نہ ہو اور جس شریر میں پروپکار اور سیوا کرنے کی امنگ نہ ہو، اس کا اس کرم بھومی میں جنم لینا بیکار ہے۔ یدی پتر ہوکر پتا کے سیوا یگیہ میں اپنے شریر کی آہوتی نہ دے سکے تو اس کے پتر ہونے پر دھکار ہے۔

ادھرم: جا جا گھر میں بیٹھ۔ یہ سوارتھیوں کے بنائے ہوئے اُپدیش ہیں۔ تو ان کا گپت ارتھ نہیں سمجھ سکتا۔

پریم: کیوں؟

ادھرم: کیونکہ تو ابھی ناسمجھ بچہ ہے۔

پریم: نشچے میں بچہ ہوں، کنتو گرو، پتا جی اور دادی جی کی دی ہوئی وِدّیا اور شکشا سے ناسمجھ ہونے پر بھی اتنا سمجھتا ہوں کہ لوبھ اور سوارتھ کا تیاگنا ہی اُتم کرم ہے۔

اپنے بل، دیہہ، پران سے اپنے ماتا پتا کی سیوا کرنا ہی پُتر کا پرم دھرم ہے۔

ادھرم: پاگل چھوکرے۔ اس طرح شکشا دے کر تیرا باپ تجھے ہمیشہ کے لیے اپنا داس بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے واپس جا اور اس کے منہ پر اس بوجھ کو پھینک دے اور بول کہ میں سوارتھی کو پہچانتا ہوں۔ آج سے تجھے اپنا باپ نہیں اپنا شترو جانتا ہوں۔

پریم: پاپی چپ۔ دیوتا سمان پتا کے لیے ایسے نیچ شبد۔ میں جگت کا چکرورتی راجا بننے کے بدلے پتا کے دوار کا کتا بننا اپنا سوبھاگیہ سمجھتا ہوں۔

ادھرم: ارے مورکھ۔ جو کل تک ایک دھنوان گھر کا جگمگاتا ہوا رتن تھا، کیا آج تجھے چیتھڑے پہن کر گلی گلی بھیک مانگتے شرم نہ آئے گی۔

پریم: شرم کاہے کی؟ شرم ان کو آنی چاہیے، جو بل بدھی رکھ کر چوری، خوشامد اور بھیک سے کتوں کی طرح پیٹ پالتے ہیں۔ اُن کے لیے لجت ہونے کا کارن نہیں جن کا کرم کے بازار میں سودا کھرا ہو۔ .. پار سچا ہے تو دوسروں کا گلا کاٹ کر ہزاروں روپے کمانے والے دھنوانوں سے محنت اور بھجاؤں کے بل سے چار پیسے کمانے والا مزدور لاکھ درجہ اچھا ہے۔

(پریم کا جانا)

ادھرم: بارہ برس کی اوستھا میں اتنی بلوان بدھی۔ اچھا پہلا وار خالی گیا، اب دوسرا وار چلاتا ہوں۔ یہ نہیں پھنسا تو اس کے باپ کو جال میں پھنساتا ہوں۔

(جانا)

ڈراپ دوسرا— سین پانچواں

پربھات کا کوٹھی باغ

(جٹانند پربھات کو سمجھا رہا ہے)

پربھات: مہاراج، آپ نے شانت سمندر میں پھر طوفان پیدا کردیا۔ کیا میں نے جو کچھ دیکھا وہ جھوٹ تھا؟

جٹانند: اور نہیں تو کیا سچ تھا۔ تیری آنکھوں پر جادو کیا گیا تھا۔ تجھے بچوں کی بھانتی کھلونے دکھا کر ٹھگا گیا۔

پربھات: وہ چاند کا پلنگ، بادلوں کا وِمان، پھولوں کی نوکا، سورگ کا درشیہ، سارے پرتیکش چمتکاروں کو مجھے کیا سمجھنا چاہیے؟

جٹانند: ٹھگائی۔ چترائی۔ دھوکا۔

پربھات: مانو شکتی سے اُچ تر کام دھوکا تھا تو پھر ستیہ کا کیا روپ ہوتا ہے؟

جٹانند: ارے مورکھ، چھتیس برس کے تپسچریہ کے پشچات جو شکتی ہم جیسے برہم گیانیوں کو نہیں ملی۔ وہ کل کے دودھ پیتے چھوکرے کو کہاں سے مل گئی۔ ہاتھی کا ناچ مینڈھک نے کہاں سے سیکھ لیا۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ گنوسان آدمی کے بھولے پن سے لابھ اُٹھایا گیا ہے۔ چھل اور کپٹ کے دوارا آنکھوں والے کو اندھا بنایا گیا ہے۔

پربھات: مادھو کے بھاشن کا پرتیک شبد ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔ یدی آنکھوں کی جیوتی بند ہوگئی تھی تو کیا شبدوں کا ارتھ سمجھنے کی شکتی بھی اندھی

ہوگئی تھی؟

جٹانند: تو ڈور میں بندھے ہوئے پتنگ کی بھانتی مادھو کی انگلیوں کے اشارے پر ابھی تک مورکھتا کے وایومنڈل میں ناچ رہا ہے— ارے ناسمجھ۔ کپٹ کلا کا جاننے والا لومڑی جیسے چتر اور کوّے جیسے سیانے آدمی کو بھی چھل سکتا ہے۔ جس کا جادو آنکھوں پر چل گیا۔ کیا اُس کا جادو کانوں پر نہیں چل سکتا۔

پربھات: ہوسکتا ہے کہ دھوکا ہی ہو۔ کنتو مہاراج میرا من اسے دھوکا ماننے کو تیار نہیں ہے۔

جٹانند: کارن؟

پربھات: کارن، کہ چندرما گرہن میں آجاتا ہے تو اس کی اُپرکاشت اوستھا کسی سے چھپی نہیں رہتی۔ وہ پتت ہوچکی ہے تو اس کے مکھ پر آتمک درگتی کی جھلک کیوں نہیں دکھائی دیتی۔ للتا پتی ورتا ہے، شدّھ ہے، ستی ہے۔ بار بار یہی آواز ہردے کے اندر سے کیوں سنائی دیتی ہے۔

جٹانند: ہردے کی آواز سنتا ہے۔ پرنتو مادھو اور للتا کے وشے میں برج سے لے کر نند راج سنگھاسن تک جو کولاہل ہورہا ہے، وہ تجھے سنائی نہیں دیتا۔ ارے مورکھ کیوں اپنے ہاتھ کی مشعل سے اپنا گھر پھونک رہا ہے۔ برج میں جا اور سن۔ دیکھ کس طرح بچہ بچہ تیرے منہ پر تھوک رہا ہے۔

پربھات: کیا یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ جس سڑے ہوئے ہردے کی دُرگندھ پر میں آوَرَن ڈال رہا تھا اُس کی بدبو سارے نگر میں پھیل گئی۔ نیچ استری۔

جٹانند: پربھات، میں ایک نہ سوارتھ، نرلوبھ سادھو ہوں۔ کسی کے کٹمب، سکھ سمپتی کی جلن نہیں، سانسارک وستوؤں کی کامنا نہیں۔ پریم یا استری کی اچھا نہیں۔ کیول دھرم سیوا کرنے کے لیے بھیڑوں کو بھیڑیوں سے بچاتا پھرتا ہوں۔ اہا۔ ایسا کون دن ہے، جو مادھو کے دُراچار پر میری آنکھ روئی نہیں ہے۔ یدی اب بھی تو نے کوئی اپائے نہیں کیا تو پھر اس برج میں تجھ سے بڑھ کر نرلج اور کوئی نہیں ہے۔ شنکر شنکر—

(جٹانند کا جانا)

پربھات: یہ میں نے کیا سنا؟ اور جو سنا وہ ستیہ ہے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اُف آندھی سے سامنا کرنے والے ورکش کی طرح میرا شریر کانپ رہا ہے۔ میری شاکھائیں بگولوں سے لڑلڑ کر ٹوٹ رہی ہیں۔ میرے جیون کی پربل جڑیں دُکھ کے طوفان سے تھرّا رہی ہیں۔ بس بس۔ ایسی چنڈالنی کو، سماج کا نیم، پتی کی دَیا، ایشور کا نیائے، کوئی شما نہیں کرسکتا۔ راکشسوں کے ہردے میں رہنے والی کٹھورتا میری بانہوں میں سنچار کر۔ اے چھری نکل اور اپنی مرتیودھارا سے پاپ جوالا کا سنگھار کر۔

(للتا کا آنا)

للتا: جیسے گنگا اور جمنا اَدھک سمے سے بچھڑی ہوئی دو بہنوں کی بھانتی پریاگ کے سنگم پر ایک ہوجاتی ہیں۔ ویسے ہی میرے ہردے میں مادھو کی بھکتی اور پتی کا پریم گھل مل گئے ہیں۔ اس بھکتی اور پریم کے سنگم پر پرتی دن میرا آتما اشنان کرکے پوتر ہوتا رہتا ہے۔ ان کی پاپ ناشنی لہریں ہر گھڑی میرے ہردے کو دھو کر پوتر بناتی رہتی ہیں۔ اہا۔ جب تک یہ بھکتی اور پریم کی دونوں دھارائیں ایک ہوکر میری آتما بھومی پر بہہ رہی ہیں۔ وہاں تک میرے لیے آنند امرت کا کوئی ابھاؤ نہیں ہے۔

پربھات: (خود سے) پاپنی۔

للتا: (پربھات کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) پران ناتھ سے ہوگیا۔ کیا آپ دربار نہ جائیں گے؟

پربھات: دور رہ۔ اپنے گندے ہاتھوں سے میرے شریر کو چھو کر اَپوتر نہ کر۔ ورنہ اپنی دیہہ کا یہ اَشُدھ انگ مجھے کاٹ کر پھینک دینا پڑے گا۔

للتا: کیا میرے ہاتھ اشدھ ہیں؟

پربھات: ہاتھ اَشُدھ نہیں پاپنی، تیرا من، تیری درشٹی، تیرے وچار، تیرا روم روم اَشُدھ ہے۔ سڑی ہوئی وستو کے سمان تیری روگی آتما کا رنگ روپ بگڑ گیا ہے۔

پاپ کے کوڑھ سے تیرے شریر کا ایک ایک پرمانو سڑ گیا ہے۔

للتا: پربھو۔ میں نہیں سمجھتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

پربھات: جگت کی شوبھا، گھر کا سنگار، جیون یاترا کا ساتھی۔ دُکھ سکھ کا بھاگی بننے کے لیے ایشور نے تجھے استری کا جنم دیا تھا۔ پرنتو آج استری کا پوتر شبد تیرے کُکرموں سے شرما رہا ہے۔ ایشور بھی تجھ کو پیدا کرنے کے بعد پچھتا رہا ہے۔

للتا: ایشور ہی ساکشی ہے کہ میں نے جنم دِوَس سے آج تک استری شبد اور استری جاتی کی کوئی ہانی نہیں کی۔ مکھ سے پتھروں کی ورشا کرنے سے پہلے مجھے بتایئے کہ میرا کیا اَپرادھ ہے؟

پربھات: ویابھی چار کا کاجل لگا کر آنکھوں میں پتی ورت کا تیج دکھانا چاہتی ہے۔ اپنا اَپرادھ مجھ سے پوچھتی ہے۔ ویابھی چارنی۔ ویشیا۔ اس کا اُتر تجھے نرک میں ملے گا۔

للتا: (پربھات کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر) یہ کیا ناتھ؟ یہ کیا؟

پربھات: چپ۔

للتا: خون۔

پربھات: ہاں۔

للتا: استری کا؟

پربھات: ہاں۔

للتا: اپنی اردھانگنی کا؟

پربھات: ہاں۔

للتا: پربھو میرے استری دھرم کی پریکشا کرنے کے پشچات آپ کے من کا سندیہہ نشٹ ہوگیا تھا۔ پھر آپ کس کے بہکانے میں دوبارہ اندھکار کی طرف جاتے ہیں جن ہاتھوں سے لگن منڈپ میں میرا پانی گرہن کیا تھا، انھیں ہاتھوں سے آج مجھے چھری کے دوارا سورگ پہنچانا چاہتے ہیں۔

پربھات: سورگ اور تیرے لیے؟ سورگ اور دھتکار یوگیہ للتا کے لیے۔ سن سندر وَرن،

مدھر مرلی

کومل شریر، رسیلے نین، گلابی گال، لمبے بال، مستانی چال دیکھ کر استری کے لیے سورگ کے دوار نہیں کھلتے۔ سورگ کی کنجی ستیتو اور دھرم ہے۔ جو استری تیرے جیسی دُراچارنی ہے، وہ سورگ کی نہیں، نرک کی ادھیکارنی ہے۔

للتا: ناتھ۔ ست سنگ میں رہنے اور ست پرشوں کی سیوا کرنے سے پاپی آتما دوش رَہت ہوکر نربھے ہوجاتا ہے۔ جب لوہے جیسی ایک بھاری دستو ایک سادھارن لکڑی کے سہارے طوفان ساگر میں جر سکتی ہے۔ تو آپ کی پریمی بانہوں اور مادھو بھکتی کا سہارا رکھنے والی للتا نرک کنڈ میں کس طرح گر سکتی ہے؟

پربھات: بس چپ۔ وہ نند کے لہو کا اَپوتر بوند، وہ میٹھے ورکش کا کڑوا پھل، وہ برج دیش کا دیابھی چاری راون، جو شنکھر ہی کسی ستی کے شراپ سے نشٹ ہونے والا ہے، اس کی بھکتی اور سامرتھیہ کا راگ میرے سامنے گاتی ہے؟ جس مادھو کا نام سننے سے میرا مستک اگنی کنڈ بن جاتا ہے، اُسی مادھو کا نام لے کر میرے کرودھ کا منہ چڑھاتی ہے۔ بس مر— اور سنسار کو پاپ سے مکت کر۔

للتا: نہیں ناتھ نہیں، ایک نراپرادھی کے لہو میں ہاتھ بھر کر بھوشیہ کا پشچاتاپ نہ خریدیے۔ آپ کو وشواس کرنا چاہیے کہ ست مارگ پر چلنے والی ستیوں کی طرف دُراچار کا راکشس آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

پربھات: کڑوی دستو کو میٹھا بتانے سے اُس کی کڑواہٹ دور نہیں ہوجاتی۔ تیرے سوا تیرے نردوش ہونے کا کون ساکشی ہے؟

للتا: دیوتا ساکشی ہیں— آکاش ساکشی ہے۔ دھرتی ساکشی ہے— سرشٹی کا ایک ایک پدارتھ ساکشی ہے۔

پربھات: وہ سب کہتے ہیں کہ تو جھوٹی ہے۔

للتا: نہیں وہ سب کہیں گے کہ میں سچی ہوں۔ ہے آکاش نواسی دیوتا، یدی میرے دُکھی ہردے کی تھرتھراتی ہوئی آواز سن رہے ہو، تو ساکشی دو کہ میرا پتی ورت دھرم نش کلنک ہے۔ بادلو، گمبھیر گرج سے کہو کہ للتا شدھ اور پوتر ہے۔ (بادل کی آواز) سنو سنو ناتھ، دیوتا کیا کہہ رہے ہیں؟

(بادلوں کا دوبارہ گرجنا)

پربھات: بادلوں کا گرجنا ایک سامانیہ بات ہے۔ یہ تیرے نراپرادھ ہونے کا ساکشی نہیں دے رہے ہیں۔ تیرے درگنوں پر دھتکار رہے ہیں۔

للتا: آکاش کی آواز سے آپ کا سویا ہویا نیائے جاگرت نہیں ہوتا تو اس کا جگانے کے لیے اس پرتھوی کے جڑ پدارتھ تک میری سہایتا کریں گے۔ ورکشو کہو، کیا میری دھرم لتا مرجھا گئی ہے؟ پھولو بتاؤ، کیا میری کرم سگندھ نشٹ ہوگئی ہے؟ ساکشی دو۔ ساکشی دو۔ یدی میں ستی ہوں تو میرے ستیہ کی ساکشی دو۔

(آکاش سے پھولوں کا برسنا)

پربھات: استری چرتر کا جادو اِن آنکھوں کو دھوکا دے سکتا ہے۔ کنتو اس چھری کو دیا نہیں سکھا سکتا۔ تجھے مرنا ہوگا۔

للتا: تو کیا آپ کی کرودھ اگنی نردوش ہوکے چھینٹوں کے بنا نہیں بجھ سکتی؟

پربھات: نہیں۔

للتا: میرا جیون سوریہ است ہوئے بنا شانتی کا اُدے نہیں ہوسکتا؟

پربھات: نہیں۔

للتا: تو میں آپ کو سنتشٹ کرنے کے لیے مرنے کو پرستت ہوں۔ پتی نام کی سمرن کرتے ہوئے پتی کے چرنوں میں مرجانا، یہ استری کا سوبھاگیہ ہے۔ لایئے چھری مجھے دیجیے۔

پربھات: چھری دوں؟

للتا: ہاں۔

پربھات: کیا کرے گی؟

للتا: میں مرنے سے پہلے پران ناتھ کی انتم سیوا کا لابھ اٹھانا چاہتی ہوں۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی چھاتی میں چھری بھونک کر اپنے پتی کو استری ہتیا کے پاپ

سے بچانا چاہتی ہوں۔

پربھات: ایشور کی اِچھا نہیں ہے کہ اس کی مرتیو میرے ہاتھ سے ہو۔ للتا، یہ جگت اور اس کی ساری دھرتی تیرے پاپ کرموں کے لیے پڑی ہے۔ اُٹھ اور اپنا کالا منہ لے کر اس گھر سے نکل جا۔

للتا: ہاں۔

للتا: ہردے سے؟

پربھات: ہردے سے بھی اور گھر سے بھی۔ جا اور دوشت جل کے سمان گندی موریوں میں پھر۔

للتا: تو پھر آپ میرے پران پر دیا کیوں کرتے ہیں؟ وہ دیا جو جیون دے اور جیون آدھار کو چھین لے، میرے کس کام کی ہے؟

پربھات: یدی تو اس بھارت ورش کے سارے دریاؤں کا جل آنسو بنا کر اپنی آنکھوں سے بہا دے، تو بھی میرا وِچار کبھی نہ بدلے گا—بس آ گیا دیتا ہوں کہ نکل جا۔

للت: دیا کیجیے ناتھ دیا کیجیے۔ پھول کا سندر جیون تبھی تک ہے، جب تک وہ ڈالی سے جڑا ہوا ہے۔ آپ میری دنیا ہیں۔ میں اپنی دنیا کو چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں؟

پربھات: جنگل میں، پہاڑوں سے ٹکرا، غار میں گر، تیرا راستہ دکھ اور دھکار ہے۔ تیرا ٹھکانہ اندھکار ہے۔

(پربھات للتا کو نکال دیتا ہے)

ڈراپ دوسرا— سین چھٹا

جٹانند کا آشرم

(شرڈھا لوگوا ے اور جٹانند باتیں کرر ہے ہیں)

جٹانند: دیکھا، نند کیسا نیائی ہے۔ تمھارے چارشبد کانوں میں پہنچے کہ وہ نیائے ترائی میں سوئے ہوئے شیر کی طرح جاگ کر گرجنے لگا۔

پہلا: گروجی۔ ہمارے شبد تو آپ ہی کے مکھ کے شبد تھے۔ جو باتیں آپ نے ہم سب کو سکھائی تھیں، وہی باتیں ہم نے نمک مرچ لگا کر راجا کے سامنے دہرائی تھیں۔

دوسرا: ایک طرف پرجا۔ ایک طرف پتر۔ اب دیکھیں کل دربار میں کیا نیائے ہوتا ہے؟

جٹانند: ہوگا کیا۔ سیلی ہوئی بارود سلگ چکی ہے۔ بس ایک دھماکہ ہونے کی دیر ہے۔ مادھو اس طرح اڑ جائے گا جس طرح حجام کے استرے سے میری جٹا اور داڑھی اُڑ گئی ہے۔

(ایک اور گوالے کا پرویش)

تیسرا: گرودیو۔ نند کمار مادھو آپ سے ملنے آیا ہے۔ آنے دوں یا لوٹا دوں؟

جٹانند: آنے دو۔ مادھو میرے پاس آیا ہے۔ آشچر یہ۔ مہا آشچر یہ۔ (مادھو کا پرویش) آ مادھو، کیا تو میرے درشن کے لیے آیا ہے؟

مادھو: ہاں۔

جنانند: اچھا تو جوڑ ہاتھ۔ کر پرنام۔

مادھو: میں یہ نہیں کرسکتا۔

جنانند: کیوں؟

مادھو: تم اس مان کے یوگیہ نہیں ہو۔

جنانند: ارے میرے جیسا ودوان، گیانی، تپسوی، مہاپُرش اس کے یوگیہ نہیں ہے۔ تو پھر کون اس پرتشٹھا کا پاتر ہے۔

مادھو: تیجسوی اور مہاپرش کے پرتاپی شبدوں کو اپنے مکھ سے اُچار کر ان کا تیج کیوں کم کرتے ہو؟ جن شریشٹھ آتماؤں نے اپنے اُچ اُداہرن سے سنسار کو ستیہ دھرم کا راستہ بتایا۔ جنھوں نے اگیانتا اور اَودیا کے اندھکار میں ایشوری پرکاش پھیلایا، جنھوں نے پاپ کے کیچڑ میں سڑی ہوئی دنیا کو گیان امرت سے دھو کر پوتر بنایا، تم کیول اُن کا بھیس دھارن کرکے اُن کے جیسے کس طرح بن سکتے ہو؟ جھوٹ پر لاکھ ملمع کیا جائے جھوٹ ہی نظر آئے گا۔ گیدڑ شیر کی کھال پہننے سے بھی گیدڑ ہی سمجھا جائے گا۔

جنانند: کیا کہا؟ میں گیدڑ ہوں۔ سوچ کے بول مادھو۔ سوچ کے بول۔

مادھو: تم اپنے کرموں کے درپن میں اپنی صورت دیکھو، پھر آپ وِدِت ہوجائے گا کہ تم کیا ہو؟

جنانند: میں کیا ہوں؟— ارے میں برج کا سوریہ ہوں۔

مادھو: کنتو پرکاش کے بدلے اندھیرا پھیلاتے ہو؟

جنانند: میں گیان کا ساگر ہوں۔

مادھو: کنتو امرت کے بدلے وِش پلاتے ہو۔

جنانند: میں دھرم کا اوتار ہوں۔

مادھو: کنتو پنیہ کے بدلے پاپ بڑھاتے ہو۔

جنانند: مادھو چھوٹے منھ سے بڑی بڑی باتیں نہ کر۔ یہ میرے مہادھری چیلے، جو میرا چرنامرت پیے بنا بھوجن تک نہیں کرتے۔ یہ میرے بھگت گوال، جو میرے

درشن کے بنا سوریہ نارائن کا منھ تک نہیں دیکھتے سویم تیرا پتا جو میرے مکھ سے نکلے ہوئے شبدوں کو وید پران سے کم نہیں سمجھتا۔ کیا وہ اور جو سب میری مہما دیکھے بنا ہی میرے اُپاسک بن گئے ہیں۔

مادھو: یدی چند اندھے کسی پتھر کے ٹکڑے کو ہیرا سمجھنے لگیں، تو ان کے ایسا سمجھنے سے آنکھوں والا کس طرح دھوکا کھائے گا۔ وہ نش بتج تجھ پتھر کو پتھر ہی بتائے گا۔

جٹانند: سنتے ہو برج کے بھدر پرشو، سنتے ہو۔ یہ تم سب کو اندھا کہتا ہے۔ شما مانگ مادھو شما مانگ۔ ایک برہم گیانی ست پرش کا اپمان کرنے سے بڑھ کر کوئی پاپ نہیں ہے۔

مادھو: جو برہم گمانی اور ست پرش ہوتے ہیں وہ جگت کو ٹھگنے اور لوٹنے کے لیے ہر وقت اپنے گن اور کیرتی کی ڈینگیں نہیں مارتے۔ اپنے آس پاس بھیڑ بکریوں کا ریوڑ اکٹھا نہیں کرتے۔ اپنے دیابھی چار سے اپنے مٹھ کو ویشیاؤں کا استھان نہیں بناتے۔ اپنا اوتاری سوروپ دکھا کر پردھن، پرسکھ، پراستری پر ڈاکا نہیں ڈالتے۔

جٹانند: اے کرودھ ابھی شانت۔

مادھو: ان کو اپنا مان بڑھانے، پاؤں چھوانے، دھن سمیٹنے، نرم بچھونے اور سوادشٹ بھوجن کا سکھ بھوگنے کی اِچھا نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آتما اور جگت کی انتی کے لیے تپسچریہ کی اگنی میں سنسار کے سکھوں کی آہوتی دے کر ہمیشہ کے لیے موہ، لوبھ سے مکت ہوجاتے ہیں۔ وہ دیپک کے سمان برہم پرکاش سے پہلے سویم پرکاشت ہوتے اور پھر دوسروں کو اُجالا پہنچاتے ہیں۔ جو روپ دھاری، اَن ست گنی مہاتماؤں کا بھیس بنا کر اس سنسار میں کپٹ مارگ پر چل رہے ہیں، وہ ست پرش نہیں، چور اور ٹھگ ہیں، جو دنیا کو چھل رہے ہیں۔

جٹانند: سنا برج واسیوسنا۔ یہ کل کا چھوکرا کیا کہہ رہا ہے۔ تم بکریوں کا ریوڑ، میں ٹھگ، میرا مٹھ ویشیاؤں کا استھان۔ بتاؤ بتاؤ۔ تمھارے محلے کا چمار بھی منہ

پر ناک رکھ کر یہ باتیں نہیں سہن کرسکتا۔

کلیان: اُہا۔ گروجی کا کتنا شیتل سوبھاو ہے۔ تڑاتڑ پڑ رہی ہے، پھر بھی ایسے شانت ہیں، مانو برف کے بنے ہیں۔

جٹانند: مادھو، یدی یہی باتیں کرنی ہیں تو جا۔ جن ٹانگوں سے چل کر یہاں آیا ہے، انھیں ٹانگوں سے لوٹ جا۔ میں تجھ سے واد وِواد کرکے اپنا سے نہیں کھونا چاہتا۔ تجھے اُپدیش دینا کیچڑ میں پتھر پھینکنا ہے۔

مادھو: جٹانند۔ یہ پشو پکشی جن کو چرنے چگنے کی سادھران سمجھ کے سوا ار کوئی گیان نہیں ہے وہ بھی اس دنیا میں جھوٹ دھوکے اور پاپ کے ساتھ جیون ویتیت نہیں کرتے۔ پھر منشیہ ودیا، بدھی، گیان رکھ کر یدی چھل کپٹ کو جیون کا مول اُدیشیہ بنائے تو کتنا دھکار کے یوگیہ ہے۔ یاد رکھو سر پر جٹا بڑھانے سے من کی شکتی نہیں بڑھتی۔ مستک کا منڈن ہونے سے اُدھمتا کا منڈن نہیں ہوتا۔ شریر پر بھبھوت ملنے سے آتما کا کوڑھ نہیں چھپتا۔ یدی تم نے سنسار ساگر میں پوتر کرموں کا سہارا نہ لیا تو نشچے نشٹ ہو جاؤ گے۔ خود بھی ڈوبو گے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ڈباؤ گے۔

جٹانند: ارے یشودا کے لاڈ پیار سے بگڑے ہوئے چھوکرے۔ تو برج گرو کو اُپدیش دیتا ہے۔ میرے ششیوں اور بھکتوں کے سامنے میرا اپمان کرتا ہے۔ جا بس چلا جا۔ میں نے تیرے شبدوں کا پرساد سویکار کیا۔ اس کا انعام کل تجھے دربار میں نند راج کے ہاتھوں سے مل جائے گا۔

مادھو: میں پتا کے ہاتھوں سے پراپت ہونے والے پرسکار کا ہاردِک سواگت کروں گا۔

(گانا)

ڈراپ دوسرا — سین ساتواں

جمنا کا کنارا

(مادھو کا دنڈ دیکھنے کے لیے لوگ اکٹھے ہیں)

پہلا: دیکھا۔ پتر پریم اور پرجا پریم کے یدھ میں انت کو پرجا پریم ہی کی جے ہوئی۔

دوسرا: نند راجا کے سامنے اپنے بچاؤ میں مادھو کے مکھ سے ایک شبد بھی نہ نکلا۔ ایسا ودِت ہوتا تھا کہ راج سنگھاسن کے سامنے پتھر کی مورتی استھاپت کی گئی ہے۔

تیسرا: جب گرو دیو دوارا یہ پرگٹ ہوا کہ پردھان پتر پربھات نے مادھو ہی کے کارن اپنی بھارِیا للتا کو گھر سے نکال دیا ہے تو مادھو کے سوا سارا دربار چونک پڑا۔ یشودا جو پتر پکش میں گرج رہی تھی، چپ ہوگئی۔ راجا اتھاہ دُکھ سے کانپنے لگا اور انت میں دیا بھی چاری بیٹے کو مرتیودنڈ دے کر سنگھاسن پر مورچھت ہوگیا۔

چوتھا: سینک کالی دَہ میں ڈالنے کے لیے مادھو کو لا رہے ہیں۔

(نند راج، درباری آدمی کے ساتھ سینکوں کا مادھو کو لے آنا)

پہلا: کیوں مادھو۔ کیا حال ہے۔ اُس دن تو تو نے دھرم اُپدیش کے اُتر میں جگت کے ہت چنتک شری سوامی جنانند مہاراج کا اپمان کیا تھا۔ انت میں تجھے اُن کے شراپ سے یہ دن دیکھنا پڑا۔

دوسرا: بولتا کیوں نہیں۔ کیا مرنے سے پہلے چپ رہنے کا برت رکھا ہے؟

تیسرا: وہ دیکھو۔ نندرانی یشودا پتر شوک میں پاگلوں کے سمان دوڑی چلی آ رہی ہے۔

(یشودا کا آنا)

یشودا: مادھو۔ مادھو۔ ممتا کی آگ میں جلتی ہوئی ماتا کو چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے؟ میرے لال، میرے سہارے، میں تیرے بنا کیسے جیوں گی۔

مادھو: ماتا—

یشودا: بول مادھو بول۔ میں تیرے بچانے کے لیے دریا میں کودنے، پہاڑ سے گرنے، آگ میں پھاندنے، دنیا کا پرتیک کشٹ سہن کرنے کو تیار ہوں۔ میرے سکھ کے دن تیرے سوریہ مکھ سے چمک رہے ہیں۔ اس سوریہ کے است ہونے کے پشچات شوک اور اندھکار کے سوا میرے لیے کیا رہ جائے گا۔

نند راج: یشودا۔ میں نے آج راج مندر سے باہر نہ نکلنے کی آگیا کی تھی۔ پھر تو طوفان کے تھپیڑے کھاتے ہوئے بادل کے سمان اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے راستے کو بھگوتی ہوئی یہاں کیوں آئی ہے۔

یشودا: میرا پران یہاں ہے تو میرا شریر وہاں کیسے رہ سکتا ہے۔ آپ کے آنکھوں کے گرد پڑے ہوئے کالے کنڈل آپ کے مکھ کی اُداسی، آپ کی آواز کی تھرتھراہٹ، یہ سارے دکھ کے چنھ آپ کے ہردے میں چھپے ہوئے پتر پریم کو پرگٹ کر رہے ہیں۔ اس پریم کو وکرال مورتی نیائے کے بھینٹ نہ چڑھائیے۔ اپنے اکلوتے پتر کو بھینکر مرتیو سے بچائیے۔

نندراج: نیائے آسن پر بیٹھنے کے بعد متر، پتر، پِتا، ماتا، بھراتا، یہ سانسارک بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ اُجالے سے اندھیرے کی آشا رکھنا اَوِویک ہے۔ نیائے کی تلوار کے سامنے شترو کا گلا اور بیٹے کی گردن دونوں کی شریلی ایک ہے۔

یشودا: پرنتو تلوار کاٹتی ہے تو رکشا بھی کرتی ہے۔ پانی ڈباتا ہے تو پیاس بھی بجھاتا ہے۔ مہاراج دھرم بنا کرم کے اور نیائے بنا دیا کے کوئی مولیہ نہیں رکھتا۔ جس راجا کے ہردے میں نیائے کے ساتھ دیا کا سمبندھ نہیں ہے وہ اس

پھول کے سمان ہے جس میں رنگت ہے۔ کنتو سگندھ نہیں ہے۔

نندراج: جاگنے اور سونے، بولنے اور چپ رہنے کی طرح نیائے اور دَیا کے لیے بھی الگ الگ سمے ہوتا ہے۔ بادلوں کی دھارا پیاسے کھیتوں کو ترپت کر کے ان اپجاتی ہے اور سوریہ کی دھوپ اس انّ کو پکاتی ہے۔ یدی دھوپ کے سمے بادل اور بادل کے سمے دھوپ ہو تو بتاؤ اس ایگیہ دیا سے دنیا کا کیا روپ ہو۔

یشودا: پرنتو آج سے بڑھ کر دیا پرگٹ کرنے کا اور کون سے ہوگا۔ مہاراج یدی یہ سچ ہے کہ منشیہ کا مکھ ہردے کا درپن ہے تو دیکھیے اس بھولے مکھڑے کی اور۔ دیکھیے، شانت آتما کا پربل تیج آنکھوں سے ٹپک رہا ہے۔ اس کا ایشوری سوروپ اس کے چہرے میں پوری جیوتی سے چمک رہا ہے۔

نندراج: کیا میں اس اپرادھی کو پرمیشوری اوتار مان کر جگت کے سامنے اپنے کو اندھا اور مورکھ پرمانت کروں۔ پرمیشور ایسا ہی ہوتا ہے؟ پرمیشور ایسے ہی کام کرتا ہے؟ پرمیشور پوتر ہے اور یہ اشدھ ہے۔ وہ کلیان کاری ہے اور یہ دُراچاری ہے۔ وہ تراتا ہے یہ ڈباتا ہے۔ وہ جگت کا کشٹ ہرتا ہے۔ یہ جگت کو نشٹ کرتا ہے۔ وہ دنیا کا شرنگار ہے۔ یہ دنیا کے لیے دھکار ہے۔ یہ پرمیشور نہیں راکشس کا اوتار ہے۔

مادھو: ماتا۔ شانت ہو۔ دنیا نہیں جانتی کہ میں کون ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ اور کیا کرنا چاہتا ہوں؟ یدی میرے بال اوستھا کی اب تک کی لیلائیں تجھے یاد ہیں تو نشچے کر کہ جگت کی کوئی شکتی میری اِچھا بنا مجھے دکھ نہیں دے سکتی۔ یہ تھوڑی دیر کا دُکھ درشیہ بچوں کے کھیل کے سمان ہے۔ ہونے دے جو ہو رہا ہے۔ کارن؟ اسی میں جگت کا کلیان ہے۔

نندراج: بس چپ۔ راج سبھا میں میرے پرشنوں کا اُتر دینے کے سمے بتیسی بند ہوگئی تھی۔ اب ماں کے سامنے دیاکھیان دے رہا ہے۔ (سینکوں سے) بڑھو۔ لے جاؤ اور ڈال دو کالی دَہ میں۔

یشودا: نہیں مہاراج نہیں۔ ایسا اتیاچار نہ کیجیے۔ اس گھور کٹھورتا پر آپ کا من انت

تک پچھتائے گا۔ یاد رکھیے، مادھو کے ڈوبنے کے ساتھ ہی یہ جگت بھی ڈوب جائے گا۔

نندراج: جگت کے ڈوبنے کے لیے ابھی بہت دنوں کی دیر ہے۔ میں جگت کے سارے پاپوں کو اس دُراچاری کے ساتھ ہی جل سمادھی دیتا ہوں۔

یشودا: آپ کے وجر سمان وچنوں کی چوٹ سے میرا ہردے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ پربھو۔ مادھو میرا پران ہے۔ میں آپ کا پران اور آپ برج کے پران ہیں۔ اس لیے مجھے دکھی کرکے، اپنے کو دکھی کرکے، سارے دیش کو دکھی نہ کیجیے۔ اس کے جل میں گرتے ہی سنسار جو اس سے شانت ہے اور ہی ادستھا میں دکھائی دے گا۔ ستار کے ملے ہوئے تاروں کی طرح ہر ایک کے مکھ سے دُکھ کا ہاہاکار سنائی دے گا۔

مادھو: ماتا تو اس طرح ولاپ کرے گی تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ پتر کو دُراچار دنڈ کے بدلے نند راجا اس کی ماتا کو پتر پریم کے اپرادھ کی سزا دے رہے ہیں۔ اس لیے پتا کو آروپ سے بچانے کے لیے شانت ہو۔ آنسو پونچھ ڈال اور میرے مکھ کی طرف دیکھ۔ پریہ ماتا بول اس مکھ پر بھے کی چھایا نظر آتی ہے۔ کیا ان آنکھوں میں نراشا کے چنہہ دکھائی دیتے ہیں۔ ماتیشری جگت کی اُنتی کا ورکش دُکھ ہی کے پانی سے پھیلتا ہے۔ دودھ کو جب متھا جاتا ہے تو مکھن نکلتا ہے۔

یشودا: مادھو۔ دھوپ سے تپتی ہوئی دھرتی پانی کے تھوڑے چھینٹوں سے ٹھنڈی ہوتی ہے؟ مجھے ویرتھ شانتی کیوں دے رہا ہے؟ میں شانتی نہیں چاہتی۔ میں تجھ کو چاہتی ہوں۔ میں راجا سے کچھ اور نہیں مانگتی اپنے مادھو کو مانگتی ہوں۔ دو مہاراج۔ بھکارنی کو مادھو کی بھکشا دو۔

نندراج: یشودا۔ نیائے کو ممتا سے لجت کرنے کی باتیں نہ کر۔ اس دُکھ کو سہن کر یا لوٹ جا۔

یشودا: مہاراج نشچے کیجیے کہ مادھو کی آنکھیں بند ہوتے ہی دنیا کا اُجالا چھن جائے۔

گا۔ پرتھوی آکاش آپس میں ٹکرا جائیں گے۔ جگت کی سانس رُک جائے گی۔ دیوتاؤں کے سنگھاسن ڈگمگانے لگیں گے۔ پرلوک نواسی تک سنسار کی بھینکر دُرگتی دیکھ کر تھرانے لگیں گے۔ اس سے جگت کو بچانا ہے تو مادھو کو بچایئے اور اس نردوش ہتیا سے ہونے والے پرلے کو روک دیجیے۔

نندراج: ہٹ جا یشودا، ہٹ جا۔ کیوں میرے گھایل ہردے میں چھریاں بھونک رہی ہے۔ تجھے لاج نہیں آتی کہ ایک نیائی راجا کی رانی ہوکر اپنے پتی کو نیائے مارگ پر چلنے سے روک رہی ہے۔

مادھو: بس کر ماتا بس کر۔ تجھے استری دھرم کے انوسار پتا کی آگیا سویکار کرنی چاہیے۔ اَتی مانیہ ورپتا، میں نے اس دھرم اُدھرم کی سنگرام بھومی پر پنیہ کا سہایک بن کر پاپ کے ساتھ لڑنے اور اسے نشٹ کرنے کے لیے جنم لیا ہے۔ میرے جمنا میں پرویش کرنے کے پشچات سوریہ است ہوکر تین دن تک دھرتی پر اندھیرا پھیلا رہے گا۔ پرکرتی اور راکشسی شکتیوں میں گھور یدھ ہوتا رہے گا۔ تیسرے دن وجے پراپت کرکے شیام روپ میں جمنا سے باہر آجاؤں گا اور دُکھ کے نیچے دبے ہوئے جگت میں دوبارہ شانتی اور پرکاش پھیلاؤں گا۔ آپ کی آگیا اور اپنا کرتویہ پالن کرنے کے لیے پورن پرسنتا کے ساتھ جل سادھی لیتا ہوں۔ نیائے— پریم— ستیہ کی جے ہو۔

(مادھو پانی میں کود پڑتا ہے)

یشودا: مادھو۔ مادھو۔

(مورچھت ہوکر گر پڑتی ہے۔ مادھو کے ڈوبتے ہی سوریہ است ہوجاتا ہے اور جمنا میں طوفان آجاتا ہے۔)

ڈراپ تیسرا — سین پہلا

جنگل

(للتا اکیلی کھڑی ہے)

للتا: میرے پران پربھو۔ آپ نے کرودھ آدھین ہوکر جنگل جنگل پتی ویوگ کا ولاپ کرنے کے لیے نراپرادھنی للتا کو اپنی شرن سے دور کردیا۔ پرنتو میرا پریم بلوان اور میرا پتی ورت دھرم اَجیہ ہے تو آپ ورتمان سوپن سے جاگ کر اپنی بھول کو ضرور وچار کریں گے۔ وہ سمے نکٹ ہے جب آپ اپنے مکھ سے میرا نش پاپ اور مادھو کا ایشوری اوتار سویکار کریں گے۔

(ایک ورکش کے نیچے سادھی لگاتی ہے۔ جٹانند آتا ہے)

جٹانند: ہت تیرے کی۔ میں پاگل بلّے کی طرح ویرتھ ہی برج کا کونا کونا سونگھتا پھرا۔ یہ گرما گرم حلوے کا دونا تو یہاں دھرا ہے— برج سندری للتا۔

للتا: دھیان سوپن میں آنند لین وچاروں کو کون چھِن بھِن کررہا ہے۔

جٹانند: سندری جاگ اور کلیان روپی دیوتا کا درشن کر۔

للتا: کون ہے؟

جٹانند: میں ہوں چت رنجن۔ دکھ بھنجن، گرو جٹانند۔

للتا: کیا چاہتے ہو؟

جٹانند: للتا میں برج کے چندرما کو دکھ کے گرہن سے چھڑانے آیا ہوں۔ اس کلیش

کے گرہ سے باہر نکل۔ اُٹھ اور پرم سکھ کا پرساد لینے کے لیے میرے مندر میں چل۔

للتا: جاؤ جاؤ۔ مجھے اس جنگل کی لتاؤں کے ساتھ جھولنے، تیتروں کے ساتھ کھیلنے، جھرنے کے ساتھ گانے دو۔ میں اس شانت استھان کو چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتی۔

جٹانند: مادھو کے کارن سارے برج میں تیرے نام پر تھوتھو ہو رہی ہے۔ اس دھکار کی برسات سے بچنے کا ایک ہی اُپائے ہے کہ اس اُجاڑ جنگل کو انتم پرنام کر اور میرے ساتھ مندر میں چل کر اس کی چھت کے نیچے میری دیا کی چھایا میں وشرام کر۔

للتا: میں اس تمھاری الجھی ہوئی وارتا کا اَرتھ نہیں سمجھی۔

جٹانند: اس مہاپاپی جگت میں منشیہ کے ہاتھوں انیک پرکار کا دُراچار ہوتا ہے اور اس دُراچار کا نوارن کرنے کے لیے ہم ایسے دکھ بھنجن گروؤں کا اوتار ہوتا ہے۔ سمجھی— ویا بھی چاری مارگ پر چلنے سے ایشور کوپ نے تجھے گردن سے اس طرح پکڑ لیا ہے جیسے بلی چوہے کو پکڑ لیتی ہے۔ اب اس پھانسی سے کیول میری شکتی ہی تجھے مکتی دلائے گی۔ یدی میرا شرن نہ لیا تو نرک کے پرنالوں میں کیڑے کے سمان سڑ سڑ کر مر جائے گی۔

للتا: ہردے کی گپت سے گپت لہروں کو دیکھنے والے ایشور کا نیائے منشیہ کے نیائے کی طرح اندھا نہیں ہوتا۔ وہ ایک نراپرادھنی کو نرک میں کیسے جھونک سکتا ہے؟

جٹانند: للتا نشچے کر۔ تو پتت ہوگئی ہے۔ آکاش سے گرگئی ہے۔ سورگ سے سدا کے لیے نکال دی گئی ہے۔ چل تیرے دُکھی ہردے کا سادھان کروں۔ مجھے کل سوپن میں ایشور نے آگیا دی کہ تیرا کلیان کروں۔

للتا: کیا ایشور نے آگیا کی ہے؟

جٹانند: تو پوچھتی ہے تو مجھے اسپشٹ کہنا ہی پڑے گا۔ سُن۔ پچھلے جنم میں سادھو ہتیا کرنے کے کارن تو اس جنم میں نردئی پربھات کی استری بنی نہیں تو اس جنم

سے پہلے سات جنم تک تو میری دھرم پتنی تھی۔

للتا: کیا کہا؟

جٹانند: ٹھیر۔ مجھے بول لینے دے۔ جیسے وشوامتر رمبھا پر موہت......

للتا: نرلج، نیچ۔ پاپی۔ دور ہو۔ تو منشیہ نہیں، منشیہ روپی پشو ہے۔

جٹانند: پشو۔ میں اور پشو۔ جس نے سات جنم تک تیرا پانی گرہن کیا، وہ پشو کیسے ہوسکتا ہے؟ آ میرے پچھلے جنم کی دھرم پتنی آ۔ ہاتھ میں ہاتھ دے۔ سات جنم کی طرح آٹھویں جنم میں بھی ساتھ دے۔

للتا: شرم کر، شرم کر— سادھو کے دھرم اور کرم کی شرم کر۔ تجھے سادھو کا نام رکھ کر سادھو کرتویہ کا اُلنگھن کرتے ہوئے لاج نہیں آتی ہے۔ رنگے ہوئے پاپی تیرے ہی جیسوں کو دیکھ کر لوگوں کی شردھا سنتوں سے اُٹھتی جاتی ہے۔

جٹانند: سندری کٹھور شبد کومل ہونٹوں کی شوبھا نہیں۔ میں تجھے اُپدیش دیتا ہوں کہ سادھوؤں کے ساتھ شانتی سے بولنا چاہیے۔

للتا: دھرم گھاتک، تجھے سادھو کون کہتا ہے۔ سادھو وہ ہے جو کام، کرودھ، موہ، لوبھ کو تیاگ کر سب پرکار کے بندھنوں سے مکت ہوچکا ہے۔ تیرا تو روم روم پاپ میں جکڑا ہوا ہے۔

جٹانند: سادھو ایشور کی پہیلی ہے۔ اس کو جگت انتر گیان بنا نہیں بوجھ سکتا۔ میرے ساتھ چل اور اس گیان کو پراپت کر۔

للتا: جاجا۔ میں تیرے مندر میں جانے سے شیر کے منہ میں جانا اچھا سمجھتی ہوں۔ پاپی تیرا وہ مندر جس میں تونے پتا اور گروبن کر نہ جانے کیا کیا پاپ کیے ہوں گے۔ ایک دن تیرے سر پر وہ پاپ نشچے ٹوٹے گا۔ تو جگت کے ہاتھ سے چھوٹ جائے مگر نیائی ایشور کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوٹے گا۔

جٹانند: پچھلے جنم میں تو سونٹا تان کر بگڑ جایا کرتی تھی اور اس جنم میں بھی بھوئیں تان کر بگڑ رہی ہے۔ کنتو کتنا ہی بگڑے، جب بھی میرا پریم سات دہائی ستر جنم تک کم نہ ہوگا۔ آ کامنی، گج گامنی آ۔

للتا: پاپی دور کھڑا رہ۔
جٹانند: تو کیا میرا پریم پرساد لینے سے انکار کرتی ہے؟
للتا: جا جا دیا بھی چاری کتے۔ للتا تیرے جیسے سادھوؤں پر دھکار کرتی ہے۔

(وہاں سے چلی جاتی ہے)

جٹانند: کلٹو یاد رکھ۔ یدی میں پاپی باپ کا بیٹا ہوں تو اس اپمان کا تجھ سے ضرور بدلہ لوں گا۔

ڈراپ تیسرا — سین دوسرا

جٹانند کا آشرم

(نندراج کا آنا)

جٹانند: یہ روشنی کیسی۔ کون؟ نندراجا۔ یہ کیوں بوکھلایا ہوا آرہا ہے؟

نندراج: (نکٹ آکر) مہاراج آپ جیسے کشٹ نوارن کرنے والے دیوتا کے ہوتے ہوئے اس دیش کی کیا دُرگتی ہو رہی ہے۔ یہ اندھکار، یہ اُپدرو، یہ انیک پرکار کی آپتیاں دیکھ کر میرا روم روم تھرّا رہا ہے۔ پرجا کا ولاپ سن کر میرا ہردے ٹکڑے ٹکڑے ہوا جارہا ہے۔

جٹانند: دھرم مورتی نندراج کیا ہوا؟

نندراج: مہاراج مادھو کو کالی دَہ میں ڈالنے کے کارن ایشور کی کرودھ سینا چاروں دشاؤں سے گھر کر بھینکر ہتھیاروں سے آکرمن کررہی ہے۔ یدی آپ اپنے بل اور پرتاپ سے نہ بچائیں گے تو ہم سب کے سب نشٹ ہوجائیں گے۔

جٹانند: راجا بچانا اور ترانا تو ہم سادھوؤں کا دھرم ہے۔ پرنتو تونے کیسے جانا کہ مادھو کے کارن ایشور جگت سے اپرسن ہوگیا ہے۔

نندراج: مادھو کے ڈوبنے کے سمے سے اب تک سمست برج اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے۔ گرجنائیں ہورہی ہیں، آندھیاں چل رہی ہیں۔ پردت جیسے ورکش ٹوٹ کر گررہے ہیں۔ جنگل کے پشو نربھے ہوکر نگر کی گلیوں میں پھر رہے ہیں۔ ان ساری باتوں سے کیا پرتیت ہوتا ہے۔ یہی کہ ایشور ہمارا سروناش کرنے کو

تیار ہے۔ یشودا کی طرح برج واسی بھی کہہ رہے ہیں کہ مادھو کے ساتھ اوشیہ اناچار ہوا ہے۔

جٹانند: (دل میں) اس پرانے تنبورے سے آج نئے سر کیوں نکل رہے ہیں۔ راجا میں اِس اُپدرو کا کارن اور دَمن کا اُپائے شنکر سے پوچھ بتا نہیں بتا سکتا۔ ٹھہر میں سادھی لگاتا ہوں۔

(آنکھیں بند کر کے ڈھونگ کرتا ہے)

گوالا: ایشور۔ ایشور۔ اس گھور دُکھ کا انت کب ہوگا؟

جٹانند: چپ چنڈال۔ میری سادھی میں وگھن ڈالتا ہے۔

نندراج: مہاراج۔ اس سے بھول ہوئی۔ شما کیجیے۔

(پھر سادھی لگاتا ہے)

جٹانند: راجن، سن۔ ایک دہکتی ہوئی آگ جس سے سارا برج جل رہا ہے۔ دو چنگاریوں سے اُتپن ہوئی ہے۔ جس میں سے ایک چنگاری بجھ سکتی ہے اور دوسری چنگاری جگت کو سواہا کرنے کے لیے ابھی تک سلگ رہی ہے۔

نندراج: دو چنگاریاں؟ وہ کون؟

جٹانند: ایک مادھو۔ دوسری للتا۔

نندراج: کیا للتا؟

جٹانند: ہاں شروپ نکھا کا اُوتار للتا۔ یدی تو چاہتا ہے کہ ایشور دیامئی ہوکر اس سنکٹ سے نکال دے تو اس دُراچارنی کو بھی ڈھونڈھ کر مادھو کے سمان کالی دَہ میں ڈال دے۔

نندراج: کنتو میں نیائے کا رکشک ہوکر ایسا انیائے کس طرح کرسکتا ہوں۔ لوک چرچا کے سوا للتا کے اپرادھی ہونے کا کوئی پرتیکش پرمان نہیں ہے۔

جٹانند: ارے جب تیرا گرو کہہ رہا ہے۔ شنکر کہہ رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ

کہ پاروتی جی کہہ رہی ہیں، تو پھر پرمان ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے؟

نندراج: تو کیا آپ کی سمادھی میں شنکر جی کے ساتھ پاروتی جی بھی آئی ہیں۔

جٹانند: ہاں۔ جیسے بھادوں کے پیچھے ساون ہوتا ہے۔ ویسے ہی نندی بیل کے اوپر شنکر کے پیچھے پاروتی جی براج مان تھیں۔

نندراج: استری کے وچاروں کو استری ہی سمجھ سکتی ہے۔ جب پاروتی جی اُسے پتت سمجھ کر دَہ میں ڈالنے کی آگیا کررہی ہیں تو پھر یہ دَنڈ نیائے کے انوکول ہے۔ اب اس کے بچاؤ کے لیے ایک شبد بھی بولنا میری بھول ہے۔ جاؤ، ایک ہزار مدرا انعام لینا ہے تو مشعلیں لے کر کونا کونا چھانو۔ ڈھونڈو— اور بنا کسی دیا کے اُسے دَہ میں پھینک دو۔

سینک 1: پرتھوی ناتھ کی جو آگیا۔

جٹانند: ہاں جاؤ۔ مرنے کے بعد اُتّم یونی میں جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ اس پنیہ کاریہ میں جلدی کرو۔ یدی تم سے یہ جگت کا کلیان کاری کام ہوگیا تو اگلے جنم میں شنکر کے بیل کے آگے گھاس ڈالنے کا کام تم سے لیا جائے گا۔

سینک 2: گروجی۔ ہم ابھی چلے۔ پر انوگرہ کر کے سمادھی دوارا یہ بتائیے کہ وہ کہاں ملے گی؟

جٹانند: کیا پھر سمادھی لگاؤں۔ ارے یہ گھڑی گھڑی کا دکھ کیسا۔ کیا سادھو ہونا بھی پاپ ہے؟

سینک 1: مہاراج۔ آپ نہ بتائیں گے تو اس کے ملنے میں دیر ہوگی اور جتنی دیر ہوگی، اتنا ہی ایشور کا کوپ بڑھتا جائے گا۔

جٹانند: یہ بات تو وید وانی کے سمان سچ ہے۔ نِس سندیہہ تیرے شُدھ شریر میں کوئی پرتاپی آتما بول رہا ہے۔ اچھا میں سمادھی لگاتا ہوں (سمادھی لگاتا) ہاں دیکھ لیا۔ وہ آگئی۔ وہ گئی۔ وہ بیٹھی ہے۔

نندراج: مہاراج آپ کی دِوّیہ درشٹی نے ڈھونڈھ کر اس کا پتہ لگا لیا؟

جٹانند: پتہ نہیں لگا رہا تھا تو کیا سمادھی میں حجامت بنا رہا تھا۔

سینک 2: مہاراج، تب وہ کہاں ہے؟

جٹانند: جا۔ یہاں سے دو کوس پر جو کدم کا جنگل ہے، اُسی جنگل میں کسی جھرنے کے کنارے یا ورکش کے نیچے بیٹھی ہوئی ملے گی۔ سن، میں اُسے دھرم اُپدیش نہ سننے پر کئی بار ڈانٹ ڈپٹ چکا ہوں۔ اس لیے یدی وہ جل کر مجھے گالیاں دے، اتھوا میرے لیے کوئی چمتکارک شبد بولے تو وشواس نہ کرنا۔

سینک 1: مہاراج۔ آگ بجھنے سے پہلے شور کیا ہی کرتی ہے۔ وہ آپ کے وشے میں ایک شبد بولے گی تو ہم اس کے منھ میں کپڑا ٹھونس دیں گے۔

جٹانند: جا اور رام چندر جی کی طرح پاپ کی لنکا وجے کر۔

نندراج: مہاراج نمسکار۔

(سب جاتے ہیں)

جٹانند: نیائے کا بیڑا پار۔ گنگا الٹی بہتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ راجا پرجا، اچھے برے، سب کے سب مادھو کی طرف بہے جارہے ہیں۔ یدی مادھو اپنے کھنا نوسار کالی کا سنگھار کر کے ہٹا کٹا، جیتا جاگتا جمنا سے باہر نکل آیا، تو پھر کیا ہوگا۔ لوگ مادھو کی جے جے کار مناتے ہوں گے اور شری سوامی جٹانند کسی کاراگار یا نرک میں چنڈالوں کے ہاتھ سے جوتے کھاتے ہوں گے۔

ڈراپ تیسرا — سین تیسرا

جنگل

(شیو شرما اور اُس کے بیوی بچوں کا آنا)

پریم: دادی جی۔ سے ہوگیا۔ چلیے بھوجن کر لیجیے۔

اما: بٹیا تو تو جانتا ہے کہ میں اَتتھیوں کو کھلائے بنا کبھی نہیں کھاتی۔ دادی کو بھوجن کرانا ہے تو جاؤ اور جو دین دُکھی دَرِدر ملے، اُسے آدر اورمان کے ساتھ اَتتھی بنا کر لے آؤ۔

پریم: جو آگیا۔

(پریم کا جانا)

شیوشرما: دیوی، کال چکر کتنا جلدی جلدی پھرتا ہے۔کل تمھارے پاس دھن، انّ، وستر کچھ بھی نہ تھا اور آج پربھو کی دیا سے سب کچھ ہے۔

اُما: بھودیو۔ اس سب کچھ میں ہمارا کچھ بھی نہیں۔

شیوشرما: وہ کیسے؟

اُما: دیوتا۔ یہ ساری سمپتی جس سے ہم ایک ہی دن میں دَرِدر سے دھنوان ہوگئے ہیں، ہماری کٹی کے پاس کی کٹی میں جو سادھو رہتے تھے۔ اُن کی دان دی ہوئی ہے۔

برہمنی: دان؟

اُما: ہاں۔ انھوں نے مرتیو کے سمے مجھے بلا کر دھرتی میں گڑے ہوئے ایک گپت بھنڈار کا پتہ بتایا اور کہا کہ میں یہ سمست دھن تمھیں غریبوں کی سیوا کے لیے دیتا ہوں۔ اسے سویکار کرو اور اس کے دوارا جگت کے دین دردروں کا اُدھار کرو۔ اس کارن اس پردھن کو اپنا سمجھنا مہا اپرادھ ہے۔ میرا واستوک دھن آپ کا آشیرواد ہے۔

شیوشرما: دیوی۔ تمھارے دھرم بھاؤ کی جے ہو۔

اُما: بھودیو۔ میں نے پتر لکھ کر آپ کو یہاں آنے کا کشٹ اس لیے دیا ہے، کہ اُس دن نراُپائے ہونے کے کارن میں آپ کے دُکھ میں آنسو بہانے کے سوا کوئی سیوا نہ کرسکی۔ کنتو آج پربھو کی دیا سے میں اَسمرتھ اور نردھن نہیں ہوں۔ آگیا کیجیے، آپ کو کس پرکار سنتشٹ کروں۔

شیوشرما: دیوی۔ جیسے پریوجن کے سمے ایک ہندو سے نہ مانگنا برہمن کی بھول ہے۔ ویسے ہی پریوجن نہ ہونے پر کچھ مانگنا برہمن کے لیے پاپ ہے۔ تم نے اپنے پتر کے ساتھ جتنا دھن ہمیں دان میں بھیجا ہے وہ سنتوش پوروک جیون بتانے کے لیے یتھیشٹ ہے۔

برہمنی: آج ہم اُپکار کی دیوی سے مانگنے کے لیے نہیں بلکہ اُس کے چرنوں میں کرتگیتا اور آشیرواد کے پھول چڑھانے آئے ہیں۔

اُما: دیوتا۔ برہمن سیوا ہندو کا دھرم ہے۔ آپ دھرم پالن کا اُپکار بتا کر مجھے دوشی بناتے ہیں۔ پدھاریے۔

(شیوشرما اور اُما جاتے ہیں۔ پریم کے ساتھ لکشمی داس اور مایا آتے ہیں)

پریم: آؤ۔ اتھی دو قدم اور چلے آؤ۔

لکشمی داس: بالک پرتھوی ہمالے کا بوجھ سنبھال سکتی ہے۔ کنتو پاپ اور پاپی کا بوجھ نہیں سنبھال سکتی۔ پاپ پروت کے نیچے دبے ہوئے شریر کے بوجھ سے میری نربل ٹانگیں تھرتھرا رہی ہیں۔ اس سے آگے اپنی اشکت دیہہ کو گھسیٹ کر نہیں

لے جا سکتا۔

پریم: کیا تم بالکل نہیں چل سکتے؟

لکشمی داس: ہاں۔ مجھ پر دیا کرو۔ روگ نے، شوک نے، اُپواس نے میرے پیروں کی شکتی مجھ سے چھین لی ہے۔ میرے لیے اس روگی شریر کا بوجھ لے کر ایک پگ چلنا کانٹوں کے جنگل میں مہینوں تک ننگے پاؤں دوڑنے سے بھی اَدھک کشٹ دایک ہے۔

پریم: اچھا تم یہیں وشرام کرو۔ میں دادی جی کو بلا لاتا ہوں۔ جیسے قیدی کے ہاتھ پاؤں کو بیڑی جکڑے رہتی ہے، ویسے ہی اس کے دکھی شریر کو شوک اور روگ گھیرے ہوئے ہیں۔ ایشور اس ابھاگے منشیہ پر دیا کرو۔

مایا: ہے ایشور، ہم سے دُکھ کے پیالے کے زہری گھونٹ اب نہیں پیے جاتے ہیں۔ اس کڑوے پیالے کو ہمارے ہونٹوں سے ہٹا لو۔ دیا سندھو، ہم پر دیا کرو۔

لکشمی داس: چپ، استری روپی راکشسی چپ۔ جب ہم نے اپنی ماں پر، بھائی پر، بھتیجے پر، اپنوں پرایوں پر دیا نہیں کی تو پھر ایشور پاپ ڈنڈ پورن ہونے سے پہلے کیسے دیا کرسکتا ہے۔ راکشسی، استری پرش کی منتری ہے۔ سنسار ساگر میں پتی کے وچاروں کو اچھے برے رستے پر چلانے والی استری ہوتی ہے۔ یدی تو دان دھرم اور پروپکار مارگ پر چلتی تو یہ بھینکر دُرگتی کبھی نہ ہونے پاتی۔

مایا: اِس دُرگتی کا کارن میں نہیں، سویم تم ہو۔

لکشمی داس: میں۔

مایا: ہاں، سویم تم ایک ہندو گھر کی کل کامنی کو راکشسی بنانے والے تم ہو۔

لکشمی داس: کیا کہتی ہے؟

مایا: میں سچ کہتی ہوں۔ تم نے مجھے دین ہین کی سیوا، دھرم کو پیار کرنا کس دن سکھایا تھا؟ تم نے لوبھ، سوارتھ، کٹھورتا کے سوا، پریم، دیا اور کوملتا کو استری کا دھرم کس دن بتایا تھا۔ تمھیں نے سورگ کے پھول کو کانٹے کے روپ میں بدل دیا۔ یہ تمھارا ہی پاپ ہے۔ یہ تمھارا ہی پاپ ہے، جس نے آج یہ پھل

دیا ہے۔

لکشمی داس: آہ آہ چیخ نہیں۔ چلا نہیں۔ تیری چیخ مرتیو کی چنگھاڑ سے بھی اُدھک بھیشن ہے۔ مرتیو سے مجھے بھیت نہیں ہوتا کنتو تیرے چیخنے سے ڈرتا ہوں۔

(پریم اور شیو شرما کا آنا)

پریم: دیوتا۔ دادی جی کے آنے تک آپ اس دکھی اَتتھی کو شانتی دیجیے۔ نہ جانے بچارے سے کون سا پاپ ہوا ہے، جو ایشور اتنا کشٹ دے رہے ہیں۔

لکشمی داس: آہ میرے جیون کی کھیتی سوکھ چکی ہے۔ اب یہ امرت برسنے سے بھی ہری نہیں ہوسکتی۔ اُف اُف میرا سر گھوم رہا ہے۔ پچھلے پاپوں کی یاد میرے بھیجے میں کروڑوں بچھوؤں کے ڈنک مار رہی ہے۔

(شیو شرما لکشمی داس کے نزدیک جاتا ہے)

شیو شرما: کیا تمھارے سر میں درد ہے؟ لاؤ بھائی میں دبا دوں۔

لکشمی داس: میرے پاس نہ آؤ — مجھے نہ چھوؤ۔ میں پاپی ہوں، دُشٹ ہوں، کوڑھی ہوں۔ تم مجھے ہاتھ لگانے سے اَپوتر ہوجاؤ گے۔

شیو شرما: نہیں نہیں۔ تم دکھی ہو اور جو دکھی کی سیوا اور سہایتا نہ کرے وہ پُرش نہیں پاشان ہے۔ آؤ پریہ بندھو۔ (پہچان کر) کون۔ کون؟ منشیتا کا شترو۔ سوارتھ کا پشاچ، دھرم کا کلنک تو!

لکشمی داس: ٹھنڈی لاش کو لات مار کر کرودھ پرگٹ کرنے والے تم کون ہو؟

شیو شرما: میں کون ہوں۔ دُشٹ۔ نرادھم۔ کیا دیہہ کے ساتھ نیتر بھی پھوٹ گئے۔ میں وہی ہوں جس کو تو نے کتا سمجھ کر ٹھوکر ماری تھی جس کے استری بالک کے رونے کلپنے پر ترس نہ کھا کر ایشور کے نیائے کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا۔ جس پر دیا کرنے کے اَپرادھ میں اپنی ماں، بھائی اور بھتیجے کو دھکا مار کر گھر سے باہر کردیا تھا۔

لکشمی داس: ہاں وہی برہمن۔ یم کی طرح بھینکر اور نرک کی طرح کشٹ دایک وہی برہمن۔

شیوشرما: بتا بتا وہ سونا، وہ چاندی، وہ گھمنڈ، وہ کٹھورتا اب کہاں ہے۔ وہ کرودھ سے دیکھتی ہوئی آنکھیں، چڑھی ہوئی بھنوئیں، کلیجہ نوچنے والے ناخن اب کدھر ہیں۔ دیکھ ادھر ہی دیکھ۔ جس پرکار تو نے دوسروں کا سکھ لوٹا تھا، اُسی پرکار ایشور کے کوپ نے تیرا سکھ لوٹا ہے۔ جس دھن کے لیے دین دکھیوں کو ستاتا تھا وہی دھن برہمن کے شراپ سے تیرے انگ پر کوڑھ بن کر پھوٹا ہے۔

لکشمی داس: آہ میری آنکھ کے سامنے سینکڑوں چکر پھر رہے ہیں، جس کے بیچ میں میرا کرم بھوت بن کر ناچ رہا ہے۔ مرتیو، نروئی مرتیو تو کہاں ہے؟

شیوشرما: مرتیو، اتنی شیگھر مرتیو۔ نہیں کبھی نہیں۔ یدی پاپی پاپ کا دنڈ بھوگنے سے پہلے مرگیا تو اس سنسار میں ایشور کو کون نیائی کہے گا۔ دشٹ تو جانتا ہے کہ یہ داس داسی، سکھ سمپتی سے پری پورن گھر—

مایا: کس کا ہے؟

شیوشرما: پاپی، یہ اُس دیوی کا گھر ہے جس کے گربھ کو اس راکشس نے جنم لے کر کلنکت کیا ہے جس کے پوتر شریر کو پُتر ہوکر لات ماری ہے۔

لکشمی داس: جس دوار پر آج ہم دونوں بھکاری بن کر آئے ہیں، اس پوتر گھر میں کون رہتا ہے۔ ماتا، میری ماتا۔

(اُما، برہمنی، وشواس اور پریم سب آتے ہیں)

اما: یہ آواز۔ پہچانی ہوئی آواز۔ ماتا کا شبد کس نے کہا۔

شیوشرما: اس نے— جس پر سرشٹی اپنی ساری پھٹکار اکشمی برسا رہی ہے— اس نے جس کو دیکھ کر دیا اَنما دی ہوجاتی ہے۔

اما: کون— لکشمی داس؟

وشواس: میرا بھائی۔

پریم: کون۔ اس دکھی اوستھا میں چاچا جی۔
اُما: لکشمی۔لکشمی۔ یہ تیری کیا دشا ہے؟
لکشمی داس: میری وہی دشا ہے جو ایک اُدھرمی سوارتھی، ماتر دروہی کی ہونی چاہیے۔ پوجیہ ماتا۔ آگیا کاری بھائی، نردوش بھتیجے کو گھر سے نکالتے ہی میرا بیاپار، دھن، دھام، سکھ سمپتی سب کچھ ایشور کے کوپ سے نشٹ ہوگیا۔ برہمن کا شراپ کوڑھ کے روپ میں بدن پر لیے ہوئے گلی گلی کی ٹھوکریں کھارہا ہوں اور اپنے کیے پر پشچاتاپ کے آنسو بہا رہا ہوں۔
مایا: ماتا جی۔ ماتا ہی کا دوسرا نام شما ہے۔ ہم کو انّ اور وستر سے پہلے آپ کی شما کا پریوجن ہے۔ اپنی اُدھم نیچ پاپشٹ سنتان کو شما کرو۔
لکشمی داس: ہاں بتاؤ۔ پوجیہ ماتا بتاؤ۔ کیا اس جگت میں مجھے دوبارہ تمھارا پریم مل سکتا ہے۔ کیا اس جنم میں اس مہاپاپی کے پاپ کا پرائشچت ہوسکتا ہے؟
وشواس: اس جگت میں تمھارے پاپ کا ایک ہی پرائشچت ہے۔
لکشمی داس: کہو کہو۔ وہ کیا ہے؟
وشواس: وہ یہ کہ جگت کو پتر دھرم کا گورو دکھاؤ۔ جس ماتا کو لات ماری تھی، آج ہاتھ جوڑ کر اس ماتا کے چرنوں میں شیش جھکاؤ۔ پھر اس برہمن سے شما مانگو۔ ماتا، اپنی دُشٹ سنتان کو دیا کرکے اپنے چرنوں میں استھان دو۔
اما: ٹھہرو۔ ماتا سے برہمن کی پدوی اونچی ہے۔ تم ہندو ماتا کا آشیرواد لینا چاہتے ہو، تو پہلے اس برہمن سے اپنے اَپرادھ کی شما مانگو۔
لکشمی داس: دیوتا۔ کل تم مجھ سے بیاج کے روپے کی معافی مانگتے تھے۔ آج میں بھکاری بن کر تم سے دیا اور شما کی بھکشا مانگتا ہوں— بھو دیو، شما کرو۔
شیوشرما: تمھارے ماتا کے پنیہ پرتاپ سے میں اپنے سارے دکھوں کو بھول کر تمھیں شما کرتا ہوں۔ ایشور تمھارا پرائشچت سویکار کرے۔

(گانا)

ڈراپ تیسرا — سین چوتھا

جمنا کا کنارا

(پربھات پاگلوں کی طرح آتا ہے)

پربھات: ہردے میں بہتی ہوئی سنتوش گنگا سوکھ گئی۔ شانتی کے سوتے بند ہوگئے۔ جیون کا شیتل امرت دکھ کی تپتی ہوئی مرو بھوی میں کھوگیا۔ للتا گئی اور اس کے ساتھ گھر کی شوبھا، سنسار کا سکھ، دن کا چین، رات کی نیند، یہ سب مجھے گھور اندھکار میں پھینک چلے گئے۔ ہے کرم کی کھیتی سے پاپ اور پنیہ کے انوسار پھل دینے والے ایشور، اپنے آتما کا سنتاپ اور سارے برج کا ولاپ دیکھ مجھے پورن نشچے ہوگیا کہ تیرا انیائے نش پکش اورنش کام ہے۔ یہ ساری وپتی نردوش ہتیا کا پرینام ہے۔

(سینک للتا کو پکڑے ہوئے آتے ہیں)

سینک 1: دراچارنی۔ اِدھر چل۔ نرک میں جانے کا راستہ یہ ہے۔

پربھات: یہ کون؟ للتا؟— یہ کیا ہے، یہ کہاں ملی؟ اسے کھینچتے یہاں کیوں لائے ہو؟

سینک 2: جمنا میں جل سادھی دینے کے لیے۔

پربھات: جل سادھی؟

سینک 1: ہاں۔

پربھات: کس کی آگیا سے؟

سینک 2: راج کے راجا کی آگیا ہے۔

پربھات: اس نے راجا کا کون سا اَپرادھ کیا ہے؟

سینک 1: دیش کی دُرگتی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ پھر بھی اس بھرشٹا کا اَپرادھ پوچھتے ہو۔ اس کے اور مادھو کے دُراچاروں کے کارن ایشور نے اپرسن ہوکر اس راجدھانی کی اور سے اپنا مکھ پھیر لیا ہے۔ اس کی مرتیو ہی سے مرا ہوا دیش جیوت ہوگا۔

لتا: جس مادھو کے ساتھ میں راج بھون میں پل کر چھوٹی سے بڑی ہوئی۔ جس مادھو کے ساتھ میرا بہن بھائی کا سا سمبندھ رہا۔ جس مادھو کے اُپدیشوں سے مجھے دھرم اُدھرم کا گیان پراپت ہوا۔ اُس مادھو، اُس پریہ بھائی، اُس پروپکاری گرو کی پوتر بھکتی کو دیا بھی چار بتاتے ہو۔ مورکھو، کیا اتنی وپتی کم ہے، جو ایشور کو کرودھت کرکے دیش کا کلیش اور بڑھاتے ہو۔

سینک 1: راجا اور گرو کی آگیا اٹل ہے۔ یدی تو ایک ہزار بار سکھ سے دہائی دے تو بھی ہم تیرا ایک شبد نہ سنیں گے۔ چل آگے بڑھ۔

پربھات: ٹھہرو۔ میری ہی طرح نردوش کو ستا کر دکھ اور پشچاتاپ کے نرک کا ایندھن نہ بنو۔ جن کو اس شدر جیون میں دھرم دیا اور اَہنسا کا دھیان نہیں ہوتا، اُن کا لوک اور پرلوک میں کسی جگہ کلیان نہیں ہوتا۔

سینک2: ہٹ جاؤ۔ ہم کو روکنا راجا کی ستا کا اپمان ہے۔

پربھات: میں راجا کی ستا کا اپمان نہیں کرتا بلکہ راجا کو جیو ہتیا کے پاپ سے بچانے کا یتن کرکے پرجادھرم کا پالن کررہا ہوں۔

(جٹانند کا آنا)

جٹانند: ارے یہ کیا؟ جمنا کی لہریں ہاتھ پھیلا پھیلا کر کالے کا بھوگ مانگ رہی ہیں اورتم دونوں نے اس پاپنی کو جمنا کو ارپن نہیں کیا؟

پربھات: ساودھان۔ میرے سامنے اسے کون پاپنی کہہ سکتا ہے؟

جنانند: میں پاپی کہتا ہوں۔

پربھات: تم جھوٹے ہو۔

جنانند: کیا؟— میں جھوٹا۔ ہریشچندر کا اوتار جھوٹا؟

پربھات: ہاں ہاں۔ تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔ یہ تیرے سڑے ہوئے ہردے کا گندھ ہے جو اس مکھ روپی جھوٹ کے پرنالے سے بہہ رہا ہے۔

جنانند: ساودھان پربھات ساودھان۔ میں تیرا گرو ہوں۔

پربھات: تو گرو نہیں، گرو کے بھیس میں پربھات کو لوٹنے والا لٹیرا ہے۔ دھرم کے بدن کا پھوڑا ہے، ہندو جاتی کے نام کا ناسور ہے۔

جنانند: واہ، یہ تو ہماری بلی ہمیں کو میاؤں کرنے لگی۔

پربھات: اب میری سمجھ میں آیا۔ جیسے رام اور سیتا میں ویوگ ڈالنے کے لیے اُس نیچ راکشس نے سونے کا مرگ بن کر اس پریمی جوڑے کو دھوکا دیا تھا۔ ویسے ہی تو نے گرو کا روپ دھارن کرکے اپنی چھل بھری باتوں سے میرے سنسار سکھ کا ناش کیا ہے۔ آج میں جگت اور دیوتاؤں کو ساکشی کرکے پورے دُکھ اور لاج کے ساتھ اپنی بھول سویکار کرتا ہوں اور تیرے جیسے بھارت کے شترو چانڈال گرودؤں پرانتہ کرن سے دھکار کرتا ہوں۔

جنانند: ہائے ہائے۔ نیل کنٹھ کا بچہ تو اُلّو کی بولی بولنے لگا— پربھات، شنکر کی گدی کا مالک اس سے اَدھک اپمان سہن نہیں کرسکتا۔ آگیا کرتا ہوں کہ اس مستک میں کرودھ کا بھونچال آنے سے پہلے تو یہاں سے چلا جا۔

پربھات: چلا جاؤں؟ کیوں چلا جاؤں؟ کہاں چلا جاؤں؟

جنانند: گھر میں جا، پاگل خانے میں جا، نرک میں جا، کہیں بھی جا، کنتو یہاں سے چلا جا۔ میرا اُپکار مان کہ شراپ دینے کے بدلے دیا کرکے یوں ہی چھوڑتا ہوں۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ مورکھوں پر کرودھ نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے تیری مورکھتا کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ چل سٹک جا۔

پربھات: پتی استری کے سر کی ڈھال ہے۔ میں اس کی پران رکشا کے سمے اسے چھوڑ

کر کہیں نہیں جاسکتا۔ جب تک ان نسوں میں شتری رکت کی ایک بوند بھی باقی ہے۔ تب تک اپنی جان کی پرواہ نہ کرکے اس کی جان بچاؤں گا اور یدی یہ نہ ہوسکا تو اس کے ساتھ ہی جمنا میں ڈوب کر مرجاؤں گا۔

جٹانند: اچھا مرنے ہی کی اِچّھا ہے تو مر۔ اس کے ساتھ تو بھی نرک یاترا کر۔ ارے تم دونوں گرو چیلے کے گھر کا جھگڑا کیا سن رہے ہو۔ اُٹھاؤ اور پھینک دو جمنا میں۔

پربھات: ٹھہرو۔ میں اپنے جیتے جی گئوسمان استری کی ہتیا کبھی نہ ہونے دوں گا۔

جٹانند: ہٹ جا پربھات ہٹ جا۔ شراپ دینے کے لیے میرے پیٹ میں درد اُٹھ رہا ہے۔ یدی میں نے چلو میں جل لے کر تتھاستو کہہ دیا تو ابھی کھانڈ کے کھلونے کی طرح گھل کر رہ جائے گا۔

پربھات: کتے کے بھونکنے سے چندرما کو گرہن نہیں لگتا۔ وہ نیائی ایشور نرپرادھوں کا سکھ کبھی نہیں لوٹتا۔ اس کے نیائے انوسار پاپی کا شراپ پاپی ہی کے سر پر ٹوٹتا ہے۔

جٹانند: دیکھو شراپ کے شبد میرے ہردے سے نکل کر گلے تک آچکے ہیں۔ اس لیے میرا کلیان کاری اُپدیش سن اور سامنے کھڑے ہوئے یم راج کے منہ پر کیچڑ نہ پھینک۔ منشیہ دُرگا کے بپھرے ہوئے واہن سنگھ اور اندر کے بگڑے ہوئے اَیراوَت ہاتھی کو ٹوک سکتا ہے۔ کنتو آج اس دیش میں ایسا کون شکتی مان ہے جو راج گرو جٹانند کی آگیا کو روک سکتا ہے۔

(یشودا کا آنا)

یشودا: میں روک سکتی ہوں۔ اس نیائے وِرُدھ آگیا کو میں روک سکتی ہوں۔

جٹانند: (خود سے) ہت تیرے کی۔ یہ بھوت سویا تو بھتنی جاگ اٹھی۔

یشودا: جٹانند۔ میں آج تک تم کو نام سے ہندو۔ باتوں سے آچاریہ، اُپدیش سے گرو اور سادھو وستر سے برہم رشی سمجھ رہی تھی، کنتو آج جانا کہ تم نہ سادھو ہو، نہ تیاگی ہو، نہ گرہست ہو، نہ منشیہ ہو۔ کیول ایک دیوتا روپی راکشس ہو۔ تمھارا ہردے جسے دھرم کی جنم بھومی ہونا چاہیے تھا، وہ شمشان ہے۔ تمھارا

سادھو وستر سے ڈھکا ہوا شریر منشیہ کے آتما کا پتن اور پشوؤں کا استھان ہے۔

جنانند: کیا اس شریر روپی چمڑے کے تھیلے میں منشیہ کی آتما کے بدلے پشو رہتے ہیں۔ وچار کے بول رانی وچار کے بول۔ (سینک سے) ابھی تک گرگٹان کی طرح سر ہلا رہے ہو۔ پھینک دو جل میں۔

یشودا: خبردار۔ میں تمھارے راجا کی اردھانگنی ہوں اور اس دیش کی رانی ہوں اور رانی ہونے کے ادھیکار سے آگیا دیتی ہوں کہ اسے چھوڑ دو۔

جنانند: راجا اور گرو کی آگیا سننے کے بعد کسی کی آگیا سننے کی ضرورت نہیں۔ بڑھو آگے— پھر کھڑے ہو— ارے کیا تم دونوں گدھوں کو کھینچنے کے لیے خچر بلانے پڑیں گے۔

سینک 1: چل بڑھ، تیری مرتیو تجھے پکار رہی ہے۔

یشودا: ٹھہرو۔ تم میری پرجا ہو۔ اور پرجا اپنے راجا رانی کو ماتا پتا سمان سمجھتی ہے۔ یدی تم رانی کا ادھیکار نہیں مانتے تو میں تمھیں ماتا کے ادھیکار سے منع کرتی ہوں۔

سینک 2: رانی ماتا ہے تو راجا پتا ہے۔ ہم پرتھم پتا کی آگیا کا پالن کریں گے۔

جنانند: دھنیہ ہے سپوت۔ دھنیہ ہے۔ پھینک دے۔

(کرشن کا مرلی بجاتے ہوئے کالے ناگ پر پرگٹ ہونا۔ سوریہ کا نکلنا)

جنانند: یہ کون۔ ارے یہ تو وہی— سولہ میں سترہ آنے وہی— ہائے ہائے یہ کس نے الٹا چکر چلا دیا۔ تین دن کے بعد جیتا جاگتا جمنا سے باہر کیسے نکل آیا۔

(نندراج کا آنا)

نندراج: مہاراج۔ یہ پنچ مکھی ناگ کے مستک پر مرلی بجاتا ہوا مادھو ہی تو ہے۔ یا میں جاگرت اوستھا میں کوئی سوپن دیکھ رہا ہوں۔

یشودا: سوامی، یہ کلیان کی پرتیما، ستیہ کا سہایک، دھرم کا رکشک، آپ کا پتر مادھو ہی

ہے۔ کیا آپ کو اس کے شبد یاد نہیں رہے کہ تیسرے دن دیجے پراپت کرکے جمنا سے باہر آؤں گا اور اندھکار مئی، اشانت جگت پرشانتی کا پرکاش پھیلاؤں گا۔ (مادھو سے) مادھو، تیرا استھان ناگ کا مستک نہیں، بھارت نواسیوں کا ہردے ہے۔ آ اُتر اور اپنی چرن رَج سے اس دھرتی کو پوتر کر۔

مادھو: ماتا۔ یہ کالیا مجھے نگلنے کے لیے جبڑے پھیلائے ہوئے ہے۔ میں نے اسے اپنی مرلی کی دھن پر مگدھ کررکھا ہے۔ جب تک یہ آگیا نہ دے، میں جل سے دھرتی پر کیسے آسکتا ہوں۔

یشودا: مہاراج۔ یہ آج بھی بچپن کی ہٹ دکھائے گا۔ جب تک آپ ممتا بھرے شبدوں میں نہ بلائیں گے، جل سے دھرتی پر نہ آئے گا۔

نندراج: آمادھو آ۔ میں نے کپٹیوں اور جھوٹوں کا وشواس کرکے تجھے جو دُکھ دیے ہیں، ان کے لیے انتہ کرن سے پچھتاتا ہوں اور پتا ہوکر تیرے گورو اور مریادا کے سامنے اپنا شیش جھکاتا ہوں۔

جنانند: ارے راجا۔ آنکھیں پھاڑ کے دیکھ، یہ مادھو نہیں کوئی اور ہے۔

نندراج: یہ میرا پُتر مادھو نہیں ہے؟

جنانند: نہیں، تیری آنکھوں پر پُتر پریم نے پردہ ڈالا ہے۔ مادھو تو سانولا تھا، اور اس کا رنگ تو بالکل کالا ہے۔

مادھو: ہاں۔ اس کالے کی وِشیلی پھنکاروں سے میرا رنگ بدل کر شیام ورن ہوگیا ہے۔ اب اسی رنگ سے سُرروپ آتماؤں کا رنگ روپ سنوارا جائے گا۔ اس پوتر بھومی پر آج سے مجھے مادھو کے بدلے کرشن کے نام سے پکارا جائے گا۔

(مادھو کا دھرتی پر آنا)

جنانند: چلو چندرما اورسوریہ مل گئے۔ اب دیکھیے اس جھاڑو تارے کی کیا گت ہوتی ہے۔

سب گوال: شا کر پاندھان، شا۔

جنانند: ارے۔ اچانک ان سب کو کیا بیماری ہوگئی۔

گوالا 1: پرجا پال۔ آج ایشوری لیلا دیکھ کر ہمارے انتہ کرن کی آنکھیں کھل گئیں۔

گوالا 2: اب چاہے پھانسی ہوجائے، پرنتو یہ کہے بنا کبھی نہ رہیں گے کہ یہ سادھو روپی چانڈال ہم سب کو سکھا پڑھا کر دربار میں لایا تھا۔

گوالا 3: ماریے یا جلائیے۔ کنتو ہم سویکار کرتے ہیں کہ ہم نے دیوسروپ مادھو پر دیابھی چاری ہونے کا جھوٹا آروپ لگایا تھا۔

جنانند: (خود سے) بس ساپٹ ہوئی دکان داری۔ آگئی جوتیاں کھانے کی باری۔

نند راج: کیا؟ اس نے سکھایا تھا؟ اس نے جھوٹ بلوایا تھا؟ منشیہ کے بھیس میں بھیڑیے اُتر دے، کیا یہ سچ ہے؟

جنانند: سچ تو آج تک ان کے ونش میں کسی نے نہیں بولا۔ یہ کیا بولیں گے۔

نندراج: جنانند، میں تجھے ستیہ کا اوتار، دھرم کا آدھار، کرتویہ کا پجاری، ہندو جاتی کا ہت کاری سمجھتا تھا، کنتو تو اپنے واستوک روپ میں آج دکھائی دیا۔ پاپشٹ، جس بھارت ماتا کی کوکھ سے گوتم، کپل، وششٹھ، وشوامتر جیسے دھرم گرو اُتپن ہوئے، کیا تو اسی پوجیہ ماتا کی سنتان ہے۔ دھکار ہے تجھ پر۔ تجھے سادھو کہنا، سادھو کے شبد کا اپمان ہے۔

مادھو: (کالے ناگ سے) کالیے۔ میرے چرن تیرے مستک پر اُبھر آئے ہیں۔ اس کے پرتاپ سے اب تیرا کوئی شترو تجھ پر وجے نہیں پاسکتا۔ جا تجھے جیون دان دیتا ہوں۔ جمنا کو پرنام کر اور آج سے دَہ کے بدلے نربھے ہو شیوساگر میں وشرام کر۔

نندراج: مادھو۔ کالیے کو ٹھہرا۔ جس نند نے پرجا رکشا کے لیے بیٹے کو مرتیو دنڈ دیا، وہ جگت کے سب سے بڑے پاپی کو دھرم، دیش کا ناش کرنے کے لیے جیتا چھوڑ سکتا ہے؟ کھینچ لے جاؤ اِس پاپی کو اور ڈال دو اس کالیے کے جبڑے میں۔

جنانند: ارے نہیں نہیں۔ ایسا نہ کرو۔ جیسے کوئی ناس سُڑکتا ہے، ویسے ہی یہ کالیا تو ایک ہی سانس میں مجھے ہڑپ کر جائے گا۔

نندراج: نیائے اس سے کم تیرے لیے اور کوئی سزا نردھارت نہیں کرسکتا۔

جٹانند: نہیں مہاراج۔ اس کالیے کو بھینٹ دینے کے بدلے کسی اور سنکٹ کے مکھ میں ڈال دو۔ یدی دنڈ ہی دینا ہے تو میری دُم میں نمدا باندھ کر برج دیش سے نکال دو۔

نندراج: ہاں۔ اس لیے کہ جیسے تم نے اس برج دیش کا ناش کیا ہے۔ ویسے ہی سادھو بن کر دوسرے دیشوں کا بھی ستیاناس کرو۔

جٹانند: ارے دھکار ہے ایسے سادھو بننے پر— بچا مادھو بچا۔ میں گیروے وستر، کمنڈل، مالا، مرگ چھالا، سب کو تلانجلی دیتا ہوں۔ آج سے ٹکیہ تمباکو بیچ کو پیٹ پالوں گا، کنتو سادھو کا نام بھی منھ سے نہ نکالوں گا۔

نندراج: میں اس مہادھرمی کا ایک شبد بھی سننا نہیں چاہتا۔ لے جاؤ۔

جٹانند: ہائے ہائے۔ پانچ گاؤں۔ اٹھارہ لاکھ روپے اور بارہ استریاں چھوڑ کر ڈنڈے بجاتا ہوا اکیلا جارہا ہوں— آج لاؤ۔ لاؤ سے بھرا ہوا جیون ہائے ہائے پرتمام ہوتا ہے۔ اے بھارت کو لوٹ لوٹ کر کھانے والے جٹادھاریو۔ دیکھ لو، ڈھونگی سادھو کا یہ پرنیام ہوتا ہے— شما کرو مادھو شما کرو۔

مادھو: تو آج سے اس سنسار میں نوین جیون آرمبھ کرنا چاہتا ہے تو جا، میں تجھے شما کرتا ہوں۔ (نندراج سے) اِس کو پاپوں کے پرائشچت کے لیے جینے دیجیے۔

نندراج: چھوڑ دو۔

جٹانند: بولو۔ مہا دیالو شری کرشن چندر کی جے۔

(سین ٹرانسفر— سورگ کا درشیہ)

— گوپیوں کا ناچ—

—ڈراپ—

سماپت

بھارت رتنی

بھارت رمنی

(ہندو ناری — بن دیوی)

1920

بھارت رمنی (1920)

یہ ڈراما مختلف جگہوں پر اور مختلف کمپنیوں کے ذریعے ہندو ناری، بن دیوی اور پتی سیوا کے نام سے بھی پیش کیا گیا تھا۔ اس کے زمانہ تحریر پر محققین میں اختلاف رائے ہے۔ مجموعی طور پر وہ اسے 1917 سے 1920 کے درمیانی زمانے کی تخلیق مانتے ہیں۔ لیکن آغاحشر کے دستیاب کاغذات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا اصل زمانہ تخلیق 1920 ہے۔ آغا حشر اس ڈرامے میں بھی ہندوستانی عورت اور اس کی شوہر پرستی کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے اس کے مثالی کردار کو پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ خود آغاحشر سے مختلف شہروں میں علاحدہ علاحدہ ناموں بلکہ اکثر کرداروں کے ناموں کی تبدیلی کے ساتھ پیش کرتے رہے تھے کیونکہ دستیاب دونوں قلمی نسخوں میں یہ اختلاف جگہ جگہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

اس ڈرامے کے اردو رسم خط میں لکھے ہوئے دو قلمی نسخے اور دیوناگری رسم خط میں شائع ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ اس میں استعمال ہونے والے کامک کا بھی علاحدہ سے ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو نہایت خستہ حالت میں ہے۔

پہلا قلمی مسودہ فولز کیپ صفحے کے منتشر اوراق کی شکل میں ہے۔ اس کے سرورق پر 'ہندو ناری یا بھارت رمنی از شیکسپیر ہند آغا کاشمیری' لکھا ہوا ہے۔ اوپر کے حصے میں پنسل سے غالباً آغا حشر کے دستخط بھی موجود ہیں۔ دیکھنے میں بھی یہ نسخہ سب سے قدیم معلوم ہوتا ہے۔ مسودہ صاف اور خوش خط ہے۔ صفحات پر نمبر نہیں ڈالے گئے ہیں۔ اس میں کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ بھی کہیں درج نہیں۔ مشمولہ متن کی تیاری میں اسی نسخے کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔

دوسرا قلمی مسودہ غیر مجلد کاپی میں لکھا ہوا ہے۔ خط شکستہ مگر پڑھنے کے قابل ہے۔ شروع میں ڈرامے کا نام 'بن دیوی' لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت اس میں بھی درج نہیں۔ آخر میں ڈرامے میں استعمال ہونے والے گانے ایک جگہ لکھ دیے گئے ہیں۔ متن کی تیاری خصوصاً گانوں کو لکھنے میں جزوی طور پر اس نسخے سے بھی مدد لی گئی ہے۔ کامک کا مسودہ منتشر اوراق کی شکل میں ہے۔ اس کی بے ربطی کو دیوناگری رسم خط میں شائع ہونے والے مطبوعہ نسخے کی مدد سے دور کیا گیا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ 1969 میں بنارس کے ٹھاکر پرساد اینڈ سنز بک سیلر نے شائع کیا تھا۔ اس نسخے کے سرورق پر ڈرامے کا نام 'بھارت رمنی' لکھا ہوا ہے۔ یہ 108 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخے میں کرداروں اور مقامات کے نام بدلے ہوئے ہیں۔ اس ادارے کے شائع کردہ دوسرے ڈراموں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مالک اپنے منشیوں سے تھیٹر میں ڈراما دیکھنے کے دوران اس کی نقل تیار کروا لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد کسی اچھے ہندی جاننے والے سے اس کا ہندی میں ترجمہ کروا کے اسے چھاپا کرتے تھے۔ اس طریقہ کار سے اصل ڈرامے کی شکل مسخ ہوجاتی تھی۔

ناٹک کے پاتر

پرش پاتر:

1۔	راجا	
2۔	چندرکانت	راج کمار
3۔	پردھان	راجا کا پردھان منتری
4۔	تانترک	ایک دُشٹ برہمن
5۔	رشی	بن دیوی کے پتا
6۔	پرانی	ایک مورکھ گیانی
7۔	پریاشک اور پرتیوشک	پرانی کے متر
8۔	درباری۔ جلاد اور مترگن	

استری پاتر:

1۔	بن دیوی	رشی پتری
2۔	بن مالا	سکھی
3۔	پربھاوتی	پردھان منتری کی پتری
4۔	لکشمی	پرانی کی پتنی
	اور سکھیاں۔	

اَنک پہلا — سین پہلا

رنگ منچ

(گانا)

جے جے ہے دیاندھان، موہے آس توری۔
تمھیں جگت کے آدھار۔
دُکھ نوارن تارن ہار۔
نیّا منجدھار ڈوبت کرے پکار۔ بار بار۔ کرجوری۔
سانس سانس پر سُمرت نس دن تمھرو ہی نام۔
رَٹت ہوں چھن چھن راکھو لاج موری۔
جے جے ہے دیاندھان، موہے آس توری۔

انک پہلا — سین دوسرا

ندی

(سکھیوں کے ساتھ باتیں کرتی پربھاوتی آتی ہے)

سکھی 1: آؤ سکھی۔ آج تو بہت دن چڑھے درشن دیا۔ کہو ایکانت میں بیٹھی ہوئی کیا کررہی تھی؟

پربھاوتی: میں کھڑکی میں بیٹھی ہوئی شانت بھاؤ سے اس بہتی ہوئی ندی کا درشیہ دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی یہ من میں وِچار کررہی تھی کہ آخر یہ سندر ندی خوشی میں گنگناتی اور لہراتی ہوئی کس اور کوجارہی ہے۔ وہ کون سی وستو یا شکتی ہے جو اسے اپنی طرف بلا رہی ہے؟

سکھی 1: تو اس وشے میں اتنا وِچار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک کنواری کنیا بڑی ہونے کے بعد اپنے ماتا پتا سے وداع ہوکر کہاں جاتی ہے؟

پربھاوتی: اپنے سسرال میں۔ اپنے سوامی کے شرن میں۔

سکھی 1: تو بس یہ ندی بھی بن اور پربتوں سے نکل کر جو اس کے ماتا پتا کے سمان ہیں۔ راستے میں اپنی بڑی بہنوں سے ملتی ہوئی اپنے سسرال میں ارتھات اپنے سوامی سمدر دیوتا کے چرنوں میں وشرام کرنے کے لیے جارہی ہے۔ کہو اب سمجھی؟

سکھی 2: ہاں سمجھ گئی۔

پربھاوتی: اچھی طرح سمجھ گئی۔

سکھی 1: نہیں ایک بات مجھے سمجھا دو۔

پربھاوتی: کہو۔ خوشی سے پوچھو؟

سکھی 1: میرا کہنا یہ کہ جب ایک ندی بھی بڑی ہوجانے کے بعد اپنا بوجھ اپنے ماتا پتا کے اوپر نہیں ڈالتی، ایک اگیان اور جڑوستو ہوکر اپنے دھرم کا پالن کرتی ہے، تو ہم ہندو استریوں کی جو بدھی، سمجھ اور ویدشاستروں کا گیان رکھتی ہے، دھرم کا پالن کرنا چاہیے یا نہیں؟

پربھاوتی: ضرور۔

سکھی 1: ایشور کی کرپا سے جب اتنا سمجھ رکھتی ہو، تو کہو، تم شادی سے انکار کر اپنے ماتا پتا کے دُکھ کا کارن کیوں بنتی ہو۔ کیا اس رنگ برنگے پھولوں سے بھرے ہوئے سنسار میں ایک پھول بھی اس یوگیہ نہیں ہے جو اس گلے کا ہار ہو؟

پربھاوتی: سکھی ہمارے شاستروں میں ایسا لکھا ہے کہ یدی ست پاتر دیکھ کر دان نہ دیا جائے تو وہ دان پنیہ کے بدلے پاپ کا کارن بن جاتا ہے۔ جب دھنوان کو گئودان کرتے سے ست پاتر دیکھنے کی آوشیکتا ہوتی ہے تو ایک کنواری کنیا جو گئو سے بھی زیادہ بے زبان اور جیتا جاگتا دھن ہے، کیا اُسے دان دیتے سے ماتا پتاست پاتر نہ دیکھیں اور ایسے ہی جھونک دیں؟ کیا یہ اُن کا انیائے ہے؟ کیا اس گھور پاپ کے روکنے کا کوئی اور اُپائے نہیں ہے؟

سکھی 2: پھر تمھی بتاؤ کہ کیا اپائے کیا جائے؟

سکھی 3: سکھی۔ اگر منہ میٹھا کراؤ تو میں تمھیں ایک نئی خبر سناؤں۔

پربھاوتی: کہو۔ کہو۔

سکھی 3: کہوں تو سہی، مگر سن کر شرما نہ جانا۔

پربھاوتی: اے واہ۔ میں کیوں شرمانے لگی۔

سکھی2: اور منہ مانگا انعام دلوانا۔

پربھاوتی: اچھا۔ کہو تو سہی۔

سکھی 2: کل ہمارے مہاراج کے پاس راج پروہت کچھ سندیش لے کر آئے تھے۔ میں

نے آڑ میں کھڑی ہوکر سننے سے یہ پرنیام نکالا کہ ہماری سکھی کا جنم سمبندھ ایک دو دن میں راج کمار چندر کانت کے ساتھ شیگھر ہی ہونے والا ہے۔

پربھاوتی: جاؤ جاؤ۔ مجھے کیوں بناتی ہوں؟

سکھی 1: سنتے ہی دل کھل گیا ہوگا اور اب اوپر سے شرماتی ہو۔

سکھی 2: کیوں؟ یہ ناتا تو پسند ہے؟

سکھی 3: اجی پسند کیوں نہ ہو۔ یہ تو جنم بھر کے لیے سوریہ اور کرن کا سمبندھ ہے۔

پربھاوتی: سکھی۔ ایک گائے ہری گھاس، اچھا چارا اور اپنی پیٹھ پر پریم کی تھپتھپاہٹ پا کر پرسن ہوسکتی ہے۔ پرنتو ایک کنواری کنیا اپنے ماتاپتا کے گھر میں بہومولیہ وستر اور جڑاؤ گہنے، سونے کی چارپائی پر بیٹھ کر بھی حکومت کرنے سے پرسن نہیں ہوسکتی۔ جہاں اُس کا پتی، وہیں اُس کا پریم اور مان ہے، نہیں تو سورگ بھی ہو تو نرک کے سمان ہے۔

(گانا)

ہاں جانا جانا۔ پیا گھر جانا۔ پریت نبھانا۔
نت سکھ پانا۔
جاؤ جاؤ سیکھ آئی کس سے بنانا۔
پیا درشن کو ترست انکھیاں۔
چھیڑت کیوں سکھیاں۔
بھر رس پیالا پینا اور پلانا۔
جانا جانا پیا گھر جانا۔
پریت نبھانا۔ نت سکھ پانا۔ جانا جانا—

انک پہلا — سین تیسرا

(کومک)

راستہ

(ایک اور سے پریکشک اور دوسری اور سے پُرانی کا چٹھی پڑھتے آنا)

پریکشک: کہو متر پرانی جی۔ کس کا پتر پڑھ رہے ہو؟
پرانی: پتا جی کا پتر آیا ہے۔
پریکشک: ایسی کیا خوش خبری پتر میں آئی ہے جو مارے خوشی کے تمھارے گال دو دو انگل اونچے ہورہے ہیں؟
پرانی: (خوش ہوکر) متر، ہمارا وِواہ نشچے ہوگیا ہے۔ بھلا اب اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہوگی؟ (اشلوک پڑھتا ہے)۔

شری کھنڈ مَنڈِت کلیور ولّھرینڑاں
مُکتا پھلا کُل وشال کچ تَھلیڑاں

وَیدگدُھ مُگدھ بَچُسَام سو ولاس لیڑاں
آلِنگنَم سَکَل داھم پھاکروتی

سمجھے متر۔ دمپتی سماگم کام داہ کے شانت کرنے کو مان سرودر کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔
پریکشک: تو کیا تم پریکشا چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟

پرانی: اوشیہ۔

پریکشک: ارے یہ کیا غضب کر رہے ہو؟

پرانی: متر، آئی لکشمی کو جو چھوڑتا ہے وہ منشیہ پشو کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: اجی لکشمی کہاں جاتی ہے؟ وہ تو ملے گی ہی۔ چار مہینے بعد جاتے تو پریکشا بھی ہوجاتی۔

پرانی: نہیں متر۔ جو منشیہ سے چوک کر کاریہ کرتا ہے وہ مورکھ اور اگیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: (اچنبھے سے) میں نہیں سمجھتا کہ استری کے پیچھے اَمولیہ رتن ایسی وِدیا کو گنوانا، یہ کہاں کی بدّھی مانی ہے؟

پرانی: (ہاتھ ہلا کر)

شروتم، درشتم، اِسپرشتھم مپی نرنژام لھاد جننی

نرتنم استریبھیونیے کچی دپی کرت لوك پتی نام

یعنی۔ برہما نے استری کے سمان دوسرا رتن ہی پیدا نہیں کیا۔ استری انیک رتنوں کی کھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ اس لیے اُس گرہ لکشمی کا پرتھم سماگم کرنا ہمارا پہلا کام ہے۔

پریکشک: پرنتو مہاشے۔ پرتھم سماگم بھی بڑے جوکھم کا کام ہے۔ (ہنستا ہے)

(سیوک کا پرویش)

سیوک: مہاراج بورا بنڈل تیار ہے اور گاڑی کا سمے ہوگیا ہے۔

پریکشک: تو کیا آج ہی جاتے ہو؟ آج تو وَیتی پات ہے اور سمکھ دِشا شول بھی ہے۔

پرانی: نہیں۔ یہ تمھاری بھول ہے۔

اُوشه پرسسُتھ تے گرگه سَکُنے چه ورَهسپتی

آنگی راج منوتسا هو برهم واکیه جَنارِدَ نه

یعنی۔ ہردے کے امنگتے ہی جانا یہ اُنگی راج کا گیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: اچھا میرا بھی پرنام ہے۔ یدی موقعہ ملا تو میں بھی آپ کے وِواہ میں سمّلت ہوؤں گا۔

پرانی: ہاں متر۔ اوشیہ ہی پدھارنا۔

(جاتا ہے)

پریکشک: یہ میرا پرم متر ہے۔ پرنتو کچھ پرانوں کے دیکھنے سے اس کی بدّھی گھوم گئی ہے۔ ہر کام میں شاستر کا پرمان لگایا کرتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وواہ میں بھی کہیں اُپدرَو نہ مچائے۔ اس لیے میں بھی کل اس کے وواہ میں جاؤں گا اور جہاں تک ہوگا، اِسے سدھاروں گا۔

(جاتا ہے)

اَنک پہلا — سین چوتھا

جنگل، مندر اور ندی

(گانا بن مالا اور بن دیوی کا)

جے جے جے تری پراری، ہر ہر چندر بھال، گلے منڈمال
شوبھت بھبھوت انگ، براجت شیش گنگ، ترشول دھاری

بن مالا: نہیں بہن۔ میں یہ تو نہیں کہتی کہ سنسار میں نام ماتر بھی بھلائی نہیں ہے۔ پرنتو میرا یہ کہنا ہے کہ اس کے گن سے اس کے اَوگن، اِس کے پنیہ سے اس کے پاپ زیادہ بڑھے چڑھے ہیں۔ یہ میٹھا پھل کھانے کے یوگیہ نہیں بلکہ پھینک دینے کے لائق ہے۔ کیونکہ یہ اوپر سے سندر، اَتی سندر معلوم ہوتا ہے، پرنتو بھیتر سے سڑا ہوا ہے۔

بن دیوی: اچھا بہن۔ تم میرے ایک پرشن کا اُتر دو۔

بن مالا: ہاں ہاں کہو، وہ کیا ہے؟

بن دیوی: بھلا یہ جگت اپنی مرضی سے پیدا ہوا اور چل رہا ہے یا ایشور کی مرضی سے؟

بن مالا: ایشور کی مرضی سے۔

بن دیوی: ایشور نردئی ہے یا دیالو؟

بن مالا: مہادیالو۔

بن دیوی: وہ ہمیں دُکھی دیکھنا چاہتا ہے یا سکھی؟

بن مالا: سکھی۔

بن دیوی: پھر تم نے یہ کیسے نشچے کرلیا کہ اس مہادیالو جگت پتا نے کیول اپنے بچوں کو دُکھ دینے کے لیے سنسار کو پیدا کیا ہے؟ سنو، دھیان سے سنو۔ اُس جگت پتا نے سندر اور منوہر سرشٹی کی اُتپتی ہماری بھلائی اور بہتری کے لیے رچائی ہے۔ جو اِس جگت کو کلنکت اور تیاگنے کے یوگیہ بتاتا ہے، وہ پرماتما کی دیا اور پوترتائی میں دوش لگاتا ہے۔

بن مالا: تو میں نے جو سنسار کو تیاگنے اور ویراگ لینے کا سنکلپ کیا ہے، وہ ایشور کی مرضی کے وِردّھ ہے؟

بن دیوی: اوشیہ۔

بن مالا: دھرم اور نیتی کے خلاف ہے؟

بن دیوی: اوشیہ۔

بن مالا: پاپ ہے؟

بن دیوی: بے شک۔ سنو بہن۔ ہمارے شاستروں نے منشیہ جیون کے چار بھاگ کیے ہیں۔ پہلا برہم چریہ، دوسرا گرہست، تیسرا بان پرستھ اور چوتھا سنیاس۔ اس لیے گرہست آشرم سے پہلے سنیاس لینا دیوتاؤں کے باندھے ہوئے نیموں کو توڑنا ہے۔ اِسی کا نام دھرم چھوڑنا ہے۔

بن مالا: بہن مجھے آشچریہ ہے کہ شہر سے دور جنگل میں رشی آشرم میں جنم لے کر تمھارے من میں دنیا کا اتنا پریم کیسے اُتپن ہوگیا؟ سچ کہنا۔ کسی سندر جوان پر موہت تو نہیں ہوگئی ہو۔

بن دیوی: اگر ایسا بھی ہے تو یہ کوئی پاپ ہے؟ سیتا جی شری رام چندر پر موہت ہوئی تھیں اور رادھیکا جی شری کرشن بھگوان پر موہت ہوئی تھیں۔ بہن جہاں موہ اور پریم نہیں وہاں دُکھ اور ناش ہے۔

اَنک پہلا — سین پانچواں

ندی، مندر، جھونپڑی

(راج کمار چندر کانت کا دو متروں کے ساتھ آنا)

چندر کانت: بے شک میں مانتا ہوں کہ استری دنیا کی آنند دینے والی وستوؤں میں سے ایک وستو ہے۔

متر 1: تو پھر یہ بھی مانیے کہ جس جگہ ایک سندر استری کا مسکراتا چہرہ آنند اور پریم کی ورشا برسا رہا ہو، وہاں پھر دنیا کی کسی آنند کی ضرورت نہیں ہے۔

چندرکانت: جھوٹ ہے۔

متر 1: سچ ہے۔

چندرکانت: متر اگر کسی ایک وستو پر دنیا کے سارے سکھوں کا آدھار ہوتا تو ایشور نت نئے سکھوں اور اُن کی پراپتی کے لیے اتنے رنگ برنگے سادھن کبھی پیدا نہ کرتا۔ جاڑے کے دنوں میں جو سوریہ ہمیں سکھ پہنچاتا ہے وہی گرمیوں میں ہمارے دُکھ کا کارن بن جاتا ہے۔ چاندنی رات میں جس گنگا جل کو شانت سوبھاو سے بہتا دیکھ کر ہمارے نیتروں میں آنند لہراتا ہے۔ اسی کو برسات میں زور شور سے بہتا دیکھ کر ہمیں بھَے معلوم ہوتا ہے۔

متر 1: مطلب؟

چندرکانت: یہی کہ اس سنسار کی کوئی بھی وستو ہمیں ہمیشہ کے لیے آنند نہیں دے سکتی۔ ہر ایک وستو ایک خاص سمے تک ہمارے اندر آنند کا بھاؤ پیدا کرتی ہے۔ اس

کے بعد جیسے بچہ ایک کھلونا چھوڑ کر دوسرے کھلونے کی طرف دوڑتا ہے۔ ویسے ہی ہماری طبیعت پہلی خوشی سے اُکتا کر نئی خوشی کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔

متر 2: راج کمار۔ بحث اور تجربہ دونوں الگ چیزیں ہیں۔ ابھی تک آپ کسی سندر استری کے نیتر بان سے واقف نہیں ہیں۔ جس دن کسی سندر استری کی آنکھوں کے وار چل جائیں گے، اُس دن سارے وچار بدل جائیں گے۔

چندرکانت: ہوگا بھی۔ میں نے ہزاروں اور لاکھوں سندر سوروپ والی استریاں دیکھی ہیں مگر مجھ پر کسی کے حسن کا آج تک تو اثر ہوا نہیں۔ اس لیے میں اس بات کا یقین ہی نہیں رکھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں عورت کے خوبصورتی کا قائل نہیں۔

متر 1: مطلب۔

چندرکانت: یہی کہ دنیا میں ہر ایک عورت خوبصورت ہے اور کوئی بھی خوبصورت نہیں۔ میرے دوست خوبصورتی اور بدصورتی دل اور آنکھ کی پسند اور ناپسند کو کہتے ہیں۔ جس طرح آنکھ پر لال رنگ کا چشمہ لگاؤ تو لال اور اگر ہر رنگ کا چشمہ لگاؤ تو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ ویسے ہی جب ہم کسی عورت کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ خوبصورت نظر آتی ہے اور جب نفرت سے دیکھتے ہیں تو وہ بدصورت نظر آتی ہے۔

متر 2: راج کمار۔ چار دن بعد آپ کی شادی شریمتی پر بھاوتی سے ہونے والی ہے۔ اگر اُس کنیا کے بھوشیہ پر برا اثر پڑنے کا بھے نہ ہوتا تو......

چندرکانت: تو کیا کرتے؟

متر 2: تو اس جنگل کی سندری جوبن دیوی کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کے درشن کراتا اور ثابت کر دکھاتا کہ ایک سندر استری کے نیتروں میں کتنی شکتی ہے۔

چندرکانت: اگر ایسا ہے تو میں تمھارے دعوے کے ثبوت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب ہم کو اسی طرف چلنا چاہیے۔ آج ہم میں سے کسی ایک کو اپنی بھول سویکار کرنی چاہیے۔

(سب کا چلنا)

گانے کی آواز: دھنیہ دھنیہ ہری گووند دیناناتھ، دھنیہ دھنیہ ہری گووند۔

(بن دیوی کا گانا گاتے مندر میں جانا۔ راج کمار اور اس کے متروں کا ٹھہر جانا)

بن دیوی: (گانا) دھنیہ دھنیہ ہری گووند دیناناتھ۔ دھنیہ دھنیہ ہری گووند۔

متر 1: راج کمار ساؤدھان۔ اب دیکھیے کون جیتتا ہے رَن کا میدان؟

بن دیوی: دھنیہ دھنیہ ہری گووند۔

متر 2: راج کمار۔ اُس طرف ٹکٹکی لگائے کیا دیکھ رہے ہو۔

چندرکانت: یہی کہ بجلی چمکی اور نکل گئی۔

متر 1: کیا کہہ رہے ہو؟

چندرکانت: سنسار میں سورگ کے پرکاش کی ایک جیوتی چمکی اور پھر اندھیرا ہوگیا۔

متر 1: اس طرف تو دیکھیے۔

چندرکانت: تم نے بھی دیکھا۔

متر 1: کیسے؟

چندرکانت: اُسے۔

متر 1: نہیں۔

چندرکانت: تم اس کو نہیں دیکھ سکتے ہو۔

متر 1: مطلب؟

چندرکانت: مطلب یہ کہ جگمگاتے ہوئے سوریہ کو دیکھ کر انسان کی نظر چکاچوند کے سبب چندھیا جاتی ہے۔ سوریہ دیو کے سامنے کسی کی نظر نہیں ٹھہر سکتی۔ سورگ کا اُجالا سادھارن منشیہ کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

متر1: راج کمار ایک عورت کی اتنی تعریف۔

متر 2: وہ پہلا وچار کدھر گیا؟

چندرکانت: ابھیمان کا نشہ اُتر گیا۔

متر 1: دن ہے یا رات؟

چندرکانت: مترتم سچ کہتے تھے کہ دنیا میں سکھ دایک صرف عورت ہی کی ذات ہے۔
متر 1: وہ دیکھیے، واپس آرہی ہے۔
متر 2: شاید مندر میں شیو کے درشن کو گئی تھی اور اب اپنے آشرم کو واپس جارہی ہے۔

(بن دیوی کا مندر سے نکلنا۔ چندرکانت اُس کا راستہ روکتا ہے)

چندرکانت: سندری ٹھہرو۔ میری ایک بات کا جواب دے کر جاؤ۔
بن دیوی: آگیا کیجیے۔
چندرکانت: کیا تم روز شیو پوجا کو مندر آیا کرتی ہو؟
بن دیوی: ہاں، شیو کی پوجا اور پتا کی آگیا ماننا ہی میرا دھرم ہے۔
چندرکانت: بھلا سندری۔ تم نے کبھی جٹادھاری شیو سے یہ بھی پوچھا ہے کہ ہے شیو، جب تم یوگیشور ہو، تب تمھارا اردھانگ روپ کیوں ہے کہ آدھے شریر سے یوگ کرتے ہو اور آدھے سے پاروتی بنے ہو؟
بن دیوی: یہ شیو کی لیلا ہے، جس کو وہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔
چندرکانت: نہیں یہ بات نہیں۔ اگر تم چاہو تو شیو کے اردھانگ ہونے کی لیلا تم بھی سمجھ سکتی ہو۔ سندری پریم اور گیان دونوں اس جگت کو چلانے والی شکتیاں ہیں، جو ایک ہوکر انسان کو پوتر کرتی ہیں اور آنندھام بناتی ہیں۔ جب کرنیں کلیوں کی سنگت میں ملتی ہیں اور چاروں طرف مدھر سگندھ پھیلاتی ہیں— ہیں چلی کہاں؟
بن دیوی: آپ شو درشن کو آئے ہیں تو مندر میں جائیے۔ مجھے نہ ستائیے۔
چندرکانت: سندری جس طرح ستار کے شانت تار اپنے آس پاس کے تاروں کے بجنے سے کانپ کر جھنکارنے لگتا ہے، اُس پرکار تم نے میرے جیون کو جو اس شریر کی کال کوٹھری میں بند تھا، اپنی چکاچوندھ سے جگمگا دیا۔ میرے من کے تاروں کو ہلا کر آتما کو پریم کا راگ سکھا دیا۔
بن دیوی: آپ کرپا کرکے مجھے جانے دیجیے۔ میری بہن اور پتا جی میری راہ دیکھتے

ہوں گے۔

چندرکانت: سندری۔ آدمی کی زندگی ایک سفر ہے۔ جو ماتا کی گود سے شروع ہوتا ہے اور بھڑکتی ہوئی چتا کی گود میں ختم ہوجاتا ہے۔ اس سنسار میں کوئی راستہ بغیر ایک دُکھ سکھ بٹانے والے ساتھی کے طے نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جس طرح دودھ اور مٹھاس آپس میں مل کر ایک ہوجاتے ہیں اُسی طرح ایک دیہہ اور ایک پران ہوکر ہاتھوں میں ہاتھ دو۔ آؤ رمنی آؤ، اس جیون یاترا میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

(رشی کا آنا)

بن دیوی: آیئے۔ پتا جی پدھاریئے۔

چندرکانت: رشی راج نمسکار۔

رشی: آیُش مان ہو راج کمار۔

چندرکانت: آپ جیسے پوتر پرش کے درشن سے میری آتما اور جنم کرتا رتھ ہوا۔ اس بن بھومی میں آکر میرا جنم سوارت ہوا۔

رشی: تمھارے بھکتی بھاؤ اور دھرم کی جے ہو۔

چندرکانت: رشی راج۔ تیاگ اور ویراگیہ کی شکتی پرتھوی اور آکاش کو اپنے سامنے جھکاتی ہے۔ جو مہاپرش اس دنیا کو ٹھوکر مارتا ہے، دنیا اس کے چرنوں کو چومنے آتی ہے۔ میں ایک سادھارن سنساری ہوں اور آپ کی کرپا کا بھکاری ہوں۔

رشی: راج کمار۔ نہ شرماؤ۔ میں سمجھ گیا، جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ سنو، سنسار کے لیے سوریہ کے اُجالے اور زندگی کے لیے سکھ کے پرکاش کی ضرورت ہے۔ دل، جو زندگی کے کاموں کا گھر ہے، پرکاش کو پاگیا، اب ہمیشہ کے لیے اُس کو اپنا بنانا چاہتا ہے۔ ملے ہوئے سکھ اور زندگی کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے آپس میں پریم کی پوتر گانٹھ لگانا چاہتا ہے۔

چندرکانت: رشی راج۔ اب کچھ کہنا بیکار، کیونکہ آپ کی گیان شکتی اَپار ہے۔

رشی: بالکو— آنکھوں کا ملنا ملنا نہیں کہلاتا ہے۔ اصل چیز دلوں کا ملنا ہے۔ جب ایک کے دل میں دوسرے کی طرف سے سچا پریم اور سچا مان ہوگا، تبھی اس دنیا میں پتی اور پتنی کا کلیان ہوگا۔

چندرکانت: رشی راج ایسا ہی ہوگا۔

رشی: کرم میں یوں ہی لکھا تھا کہ اس جگت میں تم ایک دوسرے کا سہارا ہو۔ اس لیے میں سرودیاپک ایشور کے سامنے تم دونوں کو اپنا اپنا دھرم پالن کرنے کے لیے لگن سمبندھ سے ایک کیے دیتا ہوں۔ چلو دونوں سامنے آؤ۔ پتری۔ یہ پتی تمھارے پرم دیوتا ہیں۔ پتر۔ یہ پتنی تمھاری اردھانگنی ہے۔ دھرم، ارتھ، کام، موکش یہ چاروں پدارتھ پرش اور استری کے سہارے اپنا اپنا پھل دیتے ہیں۔ تم دونوں ایک دوسرے کی مدد سے ان چاروں کا پھل پاؤ۔ آؤ بچو ہاتھ ملاؤ..... تتھاستو۔

انک پہلا — سین چھٹا

(کومک)

پرانی جی کی بیٹھک

(پرانی جی دولھا بنے ہوئے ہیں اور پیچھے بہو گانٹھ جوڑ کر چل رہی ہے۔ چار چھ براتی بھی جا رہے ہیں۔)

پرانی: (گاتا)

سب صاحبو پدھارو۔ مری شوبھا کو اُجارو۔ ہوئی شادی مری ہے۔
رتھ پالکی منگاؤ، بگھی ٹم ٹم سجاؤ۔ ایک موٹر منگاؤ۔
بولے پوں۔ پوں۔ پوں۔
ہوئی شادی مری۔
خوب رنگت اڑاؤ۔ اونچے محل بناؤ۔ ڈیوڑھی گھنٹہ بجواؤ۔
بولے ٹھن ٹھن ٹھن۔
ہوئی شادی مری۔

(برات آتی ہے۔ پرانی جی اور پریکشک اپنے کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ پرانی جی کے پتا ماتا ملنے کو آتے ہیں)

پتا: (بھیتر سے پکارتا ہے) ارے ہریا۔ او ہریا۔ ارے بہت دنوں میں تو آیا، میرے پاس بھی نہیں آیا۔

پرانی: کون ہریا۔ کون مورکھا نند ہے۔ (کرودھ میں ہوتا ہے)

پریکشک: آپ کے پتا جی ملنے آتے ہیں۔

پرانی: (رعب سے) یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ پرنتو یہ کیا پشوؤں کے سمان بات چیت۔ پنڈت نہیں، پرانی نہیں، شاستری نہیں۔ ہریا۔ ہریا۔ اب کیا میں ہریا ہوں؟

پریکشک: تو پھر آپ کون ہیں؟

پرانی: وِدوَت در، پنڈت وَر، مانیہ وَر، نیائے دِوّاکر، شاستر وشارد، پنڈت شری ہری داس جی جیوتش مارتنڈ۔

پریکشک: ارے باپ رے۔ انھوں نے تو یہ شبد سنے بھی نہ ہوں گے (ہنستا ہے) اچھا شما کرو۔ بڑوں پر کرودھ نہیں کرنا چاہیے۔ آخر تو وے تمھارے پتا ہیں۔

پرانی: (کرودھ میں) پتا ہیں تو کیا؟ ہر کسی کے پتا ہوں گے۔ جو وِدوان کا اپمان کرتا ہے، وہ منشیہ پشوسمان ہے۔ یہ شاستر کا پرمان ہے۔

پتا: ارے ہریا، جواب کیوں نہیں دیتا؟

پریکشک: بولو۔ بولو۔ پتا جی پکار رہے ہیں۔

پرانی: نہیں میں اُتّر نہ دوں گا۔

دُر دُر آتیر وَکتارہ، تَتُر مونم ھی سودھنہ

جب مورکھ سے کام پڑے تو جو چپ رہے وہ بدّھیمان ہے، ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پتا: (سمکھ آکر) ارے ہریا۔ میں بار بار پکار رہا ہوں۔ تو جواب نہیں دیتا۔ کیا کچھ بیماری ہوگئی ہے؟

پرانی: (گھڑک کر) تم نرے مورکھ اور پشو ہو۔ تمھیں بولنے کا بھی گیان نہیں۔ یہاں بلا کر میرا ایسا اپمان کر رہے ہو؟

(منہ پھیر لیتا ہے)

پتاماتا: (ڈر کر) بٹیا۔ ہم نے کیا اپمان کیا؟

پرانی: ایک دُھرندھر وِدوان، جو کہ نیایاچار، شاستر دِواکر، جیوتش مارتنڈ، وَاچسپتی کی پدویوں سے جھکا پڑا ہے، اُسے ہریا ہریا کہہ کر پدبھرشٹ کرتے ہو۔ دیکھو پدچیوت ہونا بھی اَپمان ہے، ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پتا: (اچنبھے سے) ارے بھائی ہم نے نیا اَچار، دِشا پھر، ماردنڈ، بانس کی پتی ایسے نام آدمیوں کے سنے بھی نہیں۔

ماتا: (جلدی سے) کیا نام بدل گیا ہے؟

پتا: ہاں۔ ہاں۔ لڑکے کا کاشی میں جاکر نام بدل گیا ہے۔

ماتا: کیا نام بتایا۔ دِشاکر (منھ پر ہاتھ دھرتی ہے)

پتا: اپنے ہریا کا نام نیا اَچار۔ پرانی دِشاکر، (زور سے) ماردنڈ۔ بانس کی پتی ہوگیا ہے۔

(ہنستا ہے)

پرانی: (دانت پیس کر) ہائے ہائے۔ کیسا سنسکرت کا اَپبھرنش کرتے ہیں۔ ارے مورکھو۔ تم یہاں سے ترنت چلے جاؤ۔ اب میں یہاں ایک چھن بھی نہیں ٹھہروں گا۔ جہاں اپمان ہے، وہ شیتر شمشاں کے سمان ہے۔

اَدَھما دَھن مچّھنتی، مدھیما دھن مانیو

ستّ مامان مچّھنتی مانو ھی مھتو دھنم

مہان پرشوں کا دھن مان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

ماتا: (سیدھے پن سے) نہیں رے ہریا۔ یہ دِشاکر، پیاب کرنام نہیں رکھنا بٹیا۔ نہیں تو لوگ ہنسیں گے۔

پرانی: ڈھور، گنوار، شودر، پشو، ناری۔ یہ سب تاڑن کے ادھیکاری۔ تاڑنا ہی رعب ماننا ہے۔ جو انان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ نکلو مورکھو۔ نہیں تو سر توڑ دوں گا۔

پتا: (ڈرتے ہوئے) اری بھاگو بھاگو۔ لڑکا تو پاگل ہوگیا ہے۔ کھوپڑی پھاڑ دے گا۔

(پرانی لاٹھی لے کر دوڑتا ہے۔ سب بھاگ جاتے ہیں۔ پیچھے پیچھے پرانی جاتا ہے، پریکشک آتا اور پرانی کو پکارتا ہے)

پریکشک: اجی پرانی جی۔ کیچے میں چلتے ہو؟

پرانی: متر آج تو ہماری شریمتی اردھانگنی جی کا پرتھم سمیلن ہے۔ اس چندرمکھ کی شوبھا کے آگے ونسپتی کیا چیز ہے۔ کمل نینی کا مکھ چندر آنند کا اُدیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ آج کیچے جاکر کیا کرو گے؟ ہماری اَردھانگنی ہی کا درشن کرکے کرتارتھ ہوجاؤ۔

پریکشک: نہیں بابا۔ پوجن کے سامان میں اُسترے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ہی موج اُڑائیے۔ میں تو جاتا ہوں۔

(جانا)

پرانی: کیا اب پیاری گرہ لکشمی کو بلاؤں؟ (کچھ ٹھہر کر) نہیں کچھ اُپماؤں کے ساتھ پدھارنے کی پرارتھنا کرنی چاہیے کیونکہ—

یَدَرتھم دھرماتھو وِبھو وَر سَوکھیہ نچ تَتَو
گرھَے لکشمَیو سَتَتَم وَلّا مانَوِ بَھئو

ارتھات ان کا دھن اور مان سے آدر کرنا چاہیے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ (پکارتا ہے) شری کام دیو کی جیونی۔ سمیرد کے سمان اَتِت اَستنوں کو دھارن کرنے والی، کمل نینی کانتا جی۔ یہ داس کے چکورنین آپ کے مکھ چندر کا دَرشامرت پان کرکرتارتھ ہونا چاہتے ہیں۔ سوہے اندروں کو وَش کرنے والی اندرانی۔ میری پرارتھنا سویکار کیجیے۔

(استری آکر سامنے پریم درشٹی سے شرماتی ہوئی زمین کو پیر کے انگوٹھے سے کھودتی کھڑی ہوتی ہے)

پرانی: (دیکھ کر) واہ واہ۔ دھنیہ ہے۔ ساکشات دیوی کی اَوتار ہے۔ ''آلنگن سَنگل

دٔاہ مہا کروتی" اس کے آلنگن ماتر ہی سے کام داہ کا ناش ہوتا ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ بس اب وِلمب نہیں کرنا چاہیے۔ پرنتو ہاں۔ ایک پرشن اُپستھت ہوتا ہے۔ (رُک جاتا ہے) دیوی ہیں تو ان کی پہلے پوجن کرنی چاہیے۔ "اَرچن بی ہی نم ، بِھگتی۔" جو پوجن کے بنا ور مانگتا ہے، سو اگیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(پوجن کی تھالی لاکر پوجن کرتا ہے اور دیوی کا استوتر پڑھ کر ساشٹانگ نمسکار کرتا ہے۔)

پرانی:

یادیوی سَرُوبُھو تیشو، شانتی روپین سَنستِھتَا
نَمَسُتَسِیے نَمَسُتَسِیے، نَمَسُتَسِیے، نَمو نَمَه
یا دیوی مَم گرهیشو لکشمی روہین سَنُستِھتا
نمستسیے، نمستسیے، نمستسیے، نَمونَمَه

یدی کوئی مورکھ کہے کہ استری دیوی نہیں ہے، یہ بات سروتھا استیہ ہے۔

درشتا دَگدهم من سجم جیویَنتی دِرشٹیوِیا
تریپورا رشیه جینی تماستو وا مَلیشٹهنا

جس کو بھسم کرنے کے لیے شنکر کو بھی تین نیتر دھارن کرنے پڑے۔ ایسی چتون ماتر سے جلانے والی تریپوراری پرم جے پانے والی استری روپانی دیوی، تم کو ساشٹانگ نمسکار کرتا ہوں۔ ہے دیوی (سویم ہی) اتر نہیں دیا؟ ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ گرہ لکشمی اپنا پریم مکھ سے پرکٹ نہیں کرتی۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ تو بنا اُتر دیے ہی ملنا چاہیے۔ (مل کر ہردے سے لگاتا ہے اور گدگد ہو جاتا ہے) واہ۔ واہ۔ ایسی رتی رمبھا برہم دیو نے بھی دوسری نہ بنائی ہوگی۔ ہے دیوی، یہ داس تمھارے درشن ماتر سے کرتارتھ ہوگیا۔ بڑی روپ وتی ہے۔ (افسوس سے) اررر۔ اس سے تو ایک بڑی شنکا اتپن ہوگئی۔ "بھاریا روپ وتی

شترد۔" ارتھات روپ وتی استری شترد کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ اب کیا کروں؟ ہاں ایک یکتی سوجھ گئی۔ اس کی ایک آنکھ پھوڑ دوں۔ تو یہ روپ وَتی کا دوش اس میں سے نکل جائے گا۔ ہاں، ٹھیک ہے دیوی اِدھر آؤ۔

(آنکھ پھوڑ دیتا ہے)

استری: ارے رے رام۔ پربھو۔ داسی سے کیا اَپرادھ ہوا جو یہ دنڈ دیا؟

پرانی: دھیریہ رکھو دیوی۔ بھگوان آپ کا یہ سنکٹ دور کریں گے۔ بس اب نردوش ہوگئی۔ (دیکھتا ہے)۔ ہرے کشن۔ پھر ایک دوسرا پرشن اُپستھت ہوگیا۔ "ایک کانکشی بھاریا اسکّن مئی" ارتھات کانی استری اسکّن کی کھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ تو اس کی دوسری آنکھ اور پھوڑ دوں؟

(دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیتا ہے)

استری: ہائے ہائے۔ میری دونوں آنکھیں گئیں۔

پرانی: (استری سے) دھیریہ رکھو۔ "وپتی دھیریہ متھا بھیودیئے شا۔" دیوی وپتی میں دھیریہ رکھنا مہاپرشوں کا کام ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(سب گھر کے لوگ دوڑ آتے ہیں۔ ہائے ہائے کرکے روتی ہوئی استری کو گھر میں لے جاتے ہیں)

پریکٹشک: پرانی جی صاحب۔ یہ آپ کیا اندھیر کررہے ہیں۔ آپ نے استری کے دونوں نیتر پھوڑ ڈالے۔ یہ کیا بدھی مانی ہے۔

پرانی: متر۔ کیا کیا جاوے۔ ایسے ہی پرشن اُپستھت ہوتے تھے، جس کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑا ہے۔ شاستر کے وپریت چلنے سے نقصان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(چلا جاتا ہے)

پریلشک: اس کی بدّھی پرانوں کو دیکھ کر چکرا گئی ہے۔ پرانوں کا اصلی مَرم نہ جان کر اُلٹا پریوگ کررہا ہے۔ میں نے بار بار سمجھایا۔ پرنتو پرانوں پر ایسا لٹو ہوا ہے کہ ایک نہیں مانتا۔ اب میں نے بھی ایسا بیڑا اٹھایا ہے کہ پرانوں کا اثر اس کے دل سے نکال کر اِسے سدھاردوں اور ٹھیک مارگ پر لگا دوں۔

(پرستھان)

انک پہلا — سین ساتواں

پربھاوتی کا محل

(سکھیوں کا گانا)

آیو ہے ساون، من بھاون، گاو ملھار مدھر تان سے۔
کیا کویل کی کوک سہانی۔
مانو بھگت جنوں کی بانی۔
رم جھم رم جھم برست پانی۔
جیسے دان کرے کوئی دانی۔
آئی بہار، کرسنگھار، آن بان سے۔

پربھاوتی: سکھی، جیسے منشیہ اَنّ جل، پون بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اُسی طرح کیا جھوٹ بولے بغیر بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

سکھی 1: تو کیا دو اور دو کو چار کہنا جھوٹ ہے۔

پربھاوتی: تو کیا سورج کو دیپک بتانا سچ ہے۔ آخر تم لوگ سندرتائی کس چیز کو کہتی ہو؟

سکھی 1: سکھی۔ چاند سے مکھڑے کو، ہرن جیسی آنکھوں کو، پھول جیسے گالوں کو، ہنس جیسی چال کو، چیتے جیسی کمر کو۔

پربھاوتی: پیاری سکھی۔ یہ سب تو مٹی کی مورت پر چڑھائے ہوئے رنگوں کا نام ہے، جس کی رنگارنگی بڑھاپے کے دو ہی چھینٹوں میں ڈھل جاتی ہے اور اس وقت سندرتائی کے ابھیمان میں سوئی ہوئی استری کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

سکھی 2: سکھی چاہے تم اپنی سندرتائی کی نسبت کچھ نہ کہو۔ پرنتو ہم تو یہی کہیں گے کہ جس طرح چندرما اپنے تیج سے اس تارا منڈل کو جگمگاتا رہا ہے اُسی طرح تم بھی اپنی سندرتائی سے اس پرتھوی کو جگمگا رہی ہو۔ جبھی تو پردھان کے گھر میں جنم لے کر راج کمار پر حکومت کرنے جارہی ہو۔

سکھی 1: پرنتو سکھی۔ دیکھنا کہیں سسرال جاکر میکے والیوں کو نہ بھلا دینا۔

سکھی 2: ہاں کہیں نئے پریم کی پریت میں پھنس کر بچپن کے پریمیوں کو نہ بھول جانا۔

(پروہت کا آنا)

پربھاوتی: کیوں— خوشی سے چمکتی ہوئی آنکھیں لے کر گیا اور آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں لے کر واپس آیا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تو کوئی سکھ دینے والی خبر لے کر نہیں آیا۔ پرنتو پھر بھی صبر کے ساتھ سنیں گے۔ بول کیا خبر لایا ہے؟

پروہت: دیوی، جس طرح ڈور سے بندھا لٹو انگلیوں کے اشارے پر ناچتا ہے، اُسی طرح ہم سب بھی بھاگیہ کی ڈگڈگی پر ناچ رہے ہیں۔ ہمارا بھاگیہ ہمیشہ ہمیں اپنی مرضی کا داس بنا کر رکھتا ہے۔ اس کے آگے نہ کسی کا زور چلا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔

پربھاوتی: پروہت جی۔ اس طرح سوئیاں چبھو چبھوکر مارنے سے بہتر ہے کہ ایک دم خنجر بھونک دیا جائے۔ اس کے لیے میں تیار ہوں۔ میرے بھاگیہ نے برا سے برا جو فیصلہ میرے حق میں کیا ہے، اس کو تم بہت جلد اور بالکل تھوڑے شبدوں میں سمجھا دو۔

پروہت: مگر دیوی۔ وہ خبر کوئی سکھ دینے والی نہیں ہے۔

پربھاوتی: جب سکھ کو ہمارے لیے پیدا ہی نہیں کیا گیا اور سکھ کے پیدا کرنے والے کو جب اس کی قیمت ادا نہیں کی گئی تو سکھ کو ہمیشہ کے لیے اپنا سمجھ لینے کا ہمیں کیا ادھیکار ہے؟ سکھ دکھ، برائی بھلائی، اِن سب کا پرماتما کی دیا پر آدھار ہے۔

پروہت: پرماتما کرے کہ آپ اس منحوس خبر کو سن کر اپنے کرودھ کو باسی کچوری کی طرح

ہضم کرلیں۔ وہ جو یہاں سے ٹیکا بھیجا گیا تھا، وہ واپس آگیا۔

پربھاوتی: ٹیکا؟

پروہت: ہاں دیوی ٹیکا۔

پربھاوتی: کس کا؟

پروہت: آپ کا۔

پربھاوتی: کہاں سے؟

پروہت: راج کمار کی طرف سے۔

پربھاوتی: کارن؟

پروہت. راج کمار کی بدنصیبی۔ جوانی کا اندھاپن یا اگلے جنم کا شراپ۔

پربھاوتی: تو بکتا ہے۔ جھوٹا ہے۔ جھک مارتا ہے۔ گنگا جل اپنی پوترتائی کبھی نہیں چھوڑتا۔ ایک شور ویر راجا کبھی ایک استری کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

پروہت: پرنتو دیوی۔ ایسا ہی ہوا۔

پربھاوتی: کبھی نہیں۔

پروہت: نشچے مانیے۔

پربھاوتی: ہرگز نہیں اور اگر یہ سچ ہے تو تمام کنیاؤں کو انھیں کے دوپٹوں سے پھانسی دے دینی چاہیے۔ یہ سب خوشامد کرنے والیاں ابھی ابھی اس چہرے کو چاند بتاتی تھیں۔ ان گالوں کو گلاب کے پھول سے بھی سندر بتاتی تھیں۔ اگر واقعی یہ چاند تھا، پھر اس کی طرف راج کمار کا دل کیوں نہیں ریجھا۔ ان کا دل میری چاند سی صورت پر کیوں نہ للچایا یا تو میرا نصیب پھوٹا ہے، یا تو ان دونوں میں ایک ضرور جھوٹا ہے۔

پروہت: دیوی۔ برہمن تو کبھی جھوٹا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ہی جھوٹی ہوں گی۔

سکھی 1: ارے جا دور ہو موئے ستیاناشی۔ کیا تجھے مرنے کے لیے کوئی اور جگہ نہ تھی جو ایسی منحوس خبر لے کر منہ جھلسنے یہاں چلا آیا۔

سکھی 2: ابابابا۔ آئی اب بچارے برہمن کی شامت۔

پربھاوتی: ابی میں پوچھتی ہوں، تم برہمن ہو یا نہیں۔
پروہت: جنیئو دیکھ لیجیے۔
پربھاوتی: تو برہمن کا دھرم سچ بولنا ہے یا نہیں۔
سکھی 1: کبھی کبھی۔
پربھاوتی: سچ بولنے کے لیے تیرے پاس زبان تھی یا نہیں؟
سکھی 2: ڈیڑھ گز کی۔
پربھاوتی: او بوڑھے بیل۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہا ہے، جو پوچھتی ہوں، اُس کا جواب دے۔ آخر تم نے راج کمار سے میری صورت، چال ڈھال، عادت کا بکھان کیا یا نہیں۔
پروہت: میں نے تو ٹوکرا بھر کے تعریف کی تھی۔
پربھاوتی: تعریف سن کر وہ کیا بولے۔
سکھی 1: ہاں بول بول۔ جلدی۔ تعریف سن کر راج کمار کیا بولے۔
پروہت: ارے بولوں کیا اپنا سر۔ یہاں تعریف ہی کس الو کے پٹھے نے کی تھی۔
سکھی 1: ارے موے۔ تو نے تعریف کی تھی یا نہیں۔ اگر جان کی سلامتی چاہتا ہے تو کہہ دے، خوب تعریف کی تھی۔
پروہت: ارے تو کیا میں نے جھوٹ بولنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟
سکھی 1: ارے موئے بول۔ ورنہ یاد رکھ، سر پر ایک بال بھی سلامت لے کر نہ جائے گا۔
پروہت: ہاں دیوی۔ تعریف سن کر وہ بولے۔ واہ واہ واہ۔
پربھاوتی: پھر۔ پھر۔ پھر۔
پروہت: پھر مجھے ایک نئی بات یاد آئی۔ اُن کے دل پر پورا اثر جمانے کے لیے اُن کو آپ کی چھوی دکھائی۔
سکھی 2: ہاں بول بول۔ چھوی دیکھ کر راج کمار کے دل پر کیا اثر ہوا؟
پروہت: میری مائی۔ میرے جھوٹ کا انت آ گیا۔ اب تو ہی کچھ بول دے۔

سکھی 1: اچھا تو کہہ دے کہ چھوی دیکھتے ہی بیہوش ہوکر دھم سے زمین پر گر پڑے۔

پروہت: ہاں دیوی۔ جیسے ہی میں نے آپ کی چھوی دکھائی تو راج کمار بیہوش ہوکر دھم سے زمین پر گر پڑے۔

پربھاوتی: کیا تو سچ کہتا ہے؟

پروہت: ہاں دیوی۔ پہلے تو وہ پرتھوی کے کیل کی طرح سیدھے کھڑے تھے۔ مگر جیسے ہی آپ کی سندر چھوی دیکھی تو سر نیچے اور پیر اوپر کیے زمین پر لمبے لمبے پڑے تھے۔

پربھاوتی: ہوں۔

پروہت: ہاں۔

پربھاوتی: بھلا جب میری چھوی دیکھ کر ان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے تو پھر انھوں نے دوسری عورت سے شادی کیوں کر لی۔

سکھی 2: ہاں بول بول۔ دوسری عورت سے شادی کیوں رچائی۔

پروہت: ہائے ہائے۔ یہ گنوار کا بیل تو دلدل میں دھنس گیا۔ میں خبر لاکر کس بلا میں پھنس گیا۔

سکھی 1: ارے مونڈی کاٹے۔ کہہ دے کہ یہ شادی جنتر منتر تنتر کے اثر سے ہوگئی۔

پروہت: ہاں دیوی۔ یہ شادی جنتر، منتر، تنتر کے اثر سے ہوگئی۔

پربھاوتی: پروہت۔

پروہت: دیوی۔

پربھاوتی: کیا میں بچہ ہوں، جو مجھے باتوں میں اُڑاتا ہے۔ جھوٹ کے گولے چلاتا ہے۔ کاغذ کی ناؤ کو جھوٹ کی گنگا میں چلاتا ہے۔

پروہت: سندری سنو۔

پربھاوتی: چل موئے بوڑھے بیل یہاں سے نکل۔ آنکھوں کے سامنے سے ٹل۔

سکھی 1: ارے بھاگ بھاگ۔ دھوتی سنبھال کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ۔ ورنہ اتنے جوتے پڑیں گے کہ کھوپڑی بھیک مانگتی پھرے گی۔

پربھاوتی: جا سن۔

پروہت: (سائڈ میں) ہائے ہائے آج یہ یم راج کی بچی مجھے جیتا نہ چھوڑے گی۔
سکھی 2: میں دیکھتی ہوں کہ آج برہمن دیوتا کی لات اور جوتوں سے پوجا کی جائے گی۔
پربھاوتی: اگر تو راج کمار کو دھوکے سے باہر لاتا۔ انھیں سمجھاتا۔ اُپدیش کی کسوٹی پر کھرے کھوٹے کو الگ الگ کرکے دکھاتا۔ تو یہ جو کچھ ہوا، کیوں ہونے پاتا۔ خیر یہ بتا کہ جس عورت کے ساتھ میں راج کمار کی شادی ہوئی ہے، وہ کس کی لڑکی ہے؟
پروہت: سنا جاتا ہے کہ کسی غریب بن واسی سنیاسی کی لڑکی ہے۔
پربھاوتی: وہ عورت جس کے پاس تخت نہیں، تاج نہیں، دھن نہیں، دولت نہیں۔ دنیا کی کوئی وستو نہیں۔ اُس استری کے ساتھ بیاہ کرنے میں ضرور راج کمار کو دھوکا دیا گیا ہے۔ یا اُس کے پاس کچھ ایسے گن ہیں جو میرے پاس نہیں۔ یہ تو بتا کہ تو نے اس عورت کو دیکھا ہے؟
پروہت: ہاں۔ اگلے جنم کے پاپ کی طرح میرے سامنے کھڑی تو ہوگئی تھی۔
پربھاوتی: بھلا اس کی صورت کیسی تھی؟
پروہت: یہ۔ یہ۔ یہ تو میں نے نہیں دیکھا۔
پربھاوتی: تو کیا اُس وقت تیری آنکھیں کرائے پر گئی ہوئی تھیں؟ یا تو اندھا ہوگیا تھا؟
سکھی 1: ارے بول۔ بولتا کیوں نہیں۔ کیا اُس وقت تیری آنکھیں تماشا دیکھنے گئی تھیں۔
پروہت: ارے تماشا کہاں سے دیکھتیں۔ میرے پاس ٹکٹ کے پیسے تو تھے ہی نہیں۔ ہاں دیوی، ہمارے شاستروں میں لکھا ہے کہ بوڑھی آنکھوں سے جوان عورتوں کو نہ دیکھنا چاہیے۔
پربھاوتی: چل نکل موے منحوس یہاں سے دور ہو۔
سکھی 1: ستیاناسی موئے حرام کی کھا کھا کر گدھے کی طرح پھول گیا ہے۔ ہمیں تو بڑی بڑی کتھائیں سناتا ہے۔ وہاں جا کر ساری ودیا بھول گیا۔
پروہت: ہائے ہائے۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ برہمن کل میں جنم لے کر یہ گت بنے گی تو میں اپنی ماتا کی اپنے پتا سے کبھی شادی نہ ہونے دیتا۔
سکھی 1: ارے چل موئے، دم دبا کر بھاگ جا۔

(پروہت کا جانا)

سکھی 2: سکھی مجھے بھے ہے کہ برہمن کا کہنا کہیں سچ نہ ہو اور اس راکشسی نے اپنے جادو ٹونے سے راج کمار کو اپنے بس میں نہ کرلیا ہو۔

پربھاوتی: ممکن ہے، مگر علاج؟

سکھی 1: میرے رائے میں تو اس وشے میں تانترک مہاراج سے مدد لی جائے۔

پربھاوتی: بھلا وہ اس میں کیا کرسکتے ہیں؟

سکھی 1: سکھی وہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ آج پورب سے لے کر پچھم تک جیوتش اور تنتر ودّیا میں ان کا نام ہے۔ نظر اُتارنا۔ موٹھ مارنا، جادو پھونکنا، یہ تو اُن کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

پربھاوتی: ایسا ہے تو اُن کو جلدی بلاؤ۔ اگر یہ کام اُن کے ہاتھ سے ہوگیا تو میں انھیں سونے چاندی سے مالامال کردوں گی بلکہ نہال کردوں گی۔

سکھی 1: جاؤ سکھی۔ تانترک مہاراج کو جلدی بلاو لاؤ۔

سکھی 2: اچھا سکھی جاتی ہوں۔

(سکھی 2 کا جانا اور باقی دونوں کا گانا)

پربھاوتی:

تیور بدل گئے ہیں بے داد، بے وفا کے
گزرا اِدھر سے لیکن دیکھا نہ آنکھ اُٹھا کے
بے درد جانتے تو ہم پیار ہی نہ کرتے
پچھتا رہے ہیں اب تو ظالم سے دل لگا کے

سکھی 1:

پہلے ہی کہہ دیا تھا اُس سے نہ دل لگانا
کیا سوچتے ہو حشرؔ اب زانو پہ سر جھکا کے

(دونوں کا جانا)

اَنک پہلا — سین آٹھواں

راج محل بارہ دری

(راجا اور پردھان منتری کا باتیں کرتے ہوئے آنا)

راجا: تم مطلبی ہو، مورکھ ہو، اگیان ہو۔ تمھاری دیا مرگئی ہے۔ تمھارا ہردے پتھر کا ہوگیا ہے۔ تمھارے دھرم بھاؤ نشٹ ہوگئے۔ ہر دل میں دُکھ۔ ہر آنکھ میں آنسو، ہر ماں کی گود خالی۔ ہر روز بچوں کی لہو میں ڈوبی ہوئی لاشیں دکھائی دے رہی ہیں۔ پرنتو تم دیا دھرم کے جھوٹے وعدے کرنے والے ہو۔ تم یہ سب کچھ دیکھ رہے ہو، سب کچھ سن رہے ہو، سب کچھ جان رہے ہو۔ پرنتو اس دیش کی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے کا یتن نہیں کرتے۔ دور سے کھڑے کھڑے ہاتھ سینک رہے ہو۔

پردھان منتری: مہاراج آگیا کیجیے کہ ہم کیا کریں؟

راجا: دکھ کو مٹانا۔ انیائے کو گرانا اور پاپ کو دبانا، پرجا میں سکھ شانتی پھیلانا راجا کا اُتم کرم ہے اور اپنے بل اور انوبھو سے راجا کو مدد دینا یہ اُتر ادھیکاریوں کا اُتم دھرم ہے۔ راجا کوئی مہاشکتی نہیں۔ وہ پردھان سیناپتی اور راجیہ کے شبھ چنتکوں کے سہارے پرجا کی سیوا کرنے والا ایک منشیہ ہے اور منشیہ جبھی کچھ کرسکتا ہے جب ہاتھ پاؤں کی طاقت اور تلوار کی دھار دونوں زوردار ہوں۔

پردھان منتری: پرتھوی ناتھ۔ آپ کے سیوک اُس اپرادھی کا کھوج لگا رہے ہیں۔ پرنتو اُسے اُس کا سوبھاگیہ سمجھیے کہ ابھی تک سارے یتن نشپھل ہی جارہے ہیں۔

راجا: بکتے ہو۔ بھٹکتے ہو۔ دھوکا دیتے ہو۔ تمھاری زبان تمھارے دل کو، تمھارا دل تمھاری زبان کو جھٹلا رہا ہے۔ جس طرح بہتے ہوئے پانی کے اندر سے سانپ اور بچھو نظر آتے ہیں اُسی طرح تمھارے چہرے سے تمھارا جھوٹ صاف نظر آتا ہے۔ خون۔ خون۔ ہر رات کو ایک نردوش بالک کا خون، ہر صبح کو انیائے انیائے کی پکار۔ ہر روز ایک نیا دِھکار۔ بولو۔ دھرم اور دیا کا جھوٹا دعویٰ کرنے والو۔ تم نے اِس گھور دُکھ کے روکنے کا کیا اُپائے کیا؟ جس دیش نے تمھیں کھلایا پلایا۔ اُس کے بچوں کو بچانے کے لیے تم نے کون سا انتظام کیا۔

(راج کمار کا بھیتر سے بولنا اور ایک تھالی میں کٹا ہوا سر لے کر آنا)

راج کمار: کیا یہی ہوتا رہے گا۔ کیا یہی ہوگا۔ کیا کوئی رات سکھ کی نہ آئے گی۔ کوئی صبح آرام سے نہ اٹھیں گے۔ کیا جو ہوا اور ہورہا ہے، یہی ہوتا رہے گا؟

راجا: کمار۔ کمار۔ اتنی گھبراہٹ۔ کشل تو ہے؟

راج کمار: پتا جی۔ کشل اور اس بھومی پر جہاں دُکھ کے سمندر کا باندھ توڑ دیا گیا ہے۔ کشل اور اس دیش میں جہاں ہر رات کو ایک نردوش بالک کا خون بہایا جاتا ہو۔ کشل اور اُس دیش میں جہاں کے کرمچاریوں سے ایک خونی، ایک اپرادھی کا پتہ نہ لگایا جاتا ہو۔

راجا: سچ ہے یوراج۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ میرے لیے۔ تمھارے لیے۔ اور ان سب کے لیے۔ ہم میں دیا نہیں، دھرم نہیں، شرم نہیں ہے۔ ناؤ ڈوبی جارہی ہے اور ملاحوں کو اس کے بچانے کا دھیان نہیں ہے۔

راج کمار: پتا جی۔ میری کوئی سوتیلی ماں نہیں ہے۔ جو مجھ سے جلتی ہو۔ میرا کوئی سوتیلا بھائی نہیں ہے جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہو۔ میرا ظاہر میں کوئی بھی ایسا دشمن نہیں ہے جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہو۔ جس کو میں نے کبھی دکھ دیا ہو اور اس لیے وہ میرا برا چاہتا ہو۔ میں نے ہمیشہ اپنے بڑوں کی عزت کی ہے، چھوٹوں سے محبت کی ہے۔ اپنے پرائے کو پیار کیا ہے۔ دوسروں میں جو گن تھے انھیں

نمرتائی سے سویکار کیا ہے۔ پھر بھی میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے جو مجھے ستاتا ہے۔ کسی کارن کے بغیر مجھے دُکھ پہنچاتا ہے۔

راجا: دُکھ! تم کو!! اس راج سنگھاسن کے اُتر ادھیکاری کو دکھ!!!

راج کمار: پتا جی۔ اُس اَن دیکھے شترو نے میرے سکھ کی سیج پر کانٹے بچھا دیئے ہیں۔ میرے سکھ کے مندر میں دکھ کی بھیانک تصویر کھینچ دی ہے۔ وہ مجھے راجا پرجا دونوں کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ وہ میری عزت، شہرت، شانتی، سکھ سب کو مٹی میں ملانا چاہتا ہے۔

راجا: کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ کیا یہ سمبھو ہے؟

راج کمار: (کٹا ہوا سر دکھا کر) اِدھر دیکھیے یہ کمرے میں میری سیج پر ملا ہے۔

راجا: یہ کیا؟ وہی گھٹنا، وہی رچنا، وہی دِکھاؤ، وہی بناؤ— ایشور، ایشور۔ جس دیش میں ایسا اندھکار ہو، اُس دیش کا کیا پرینام ہوگا؟

راج کمار: پتا جی۔ پتا جی۔

راجا: ڈھانک دو۔ ڈھانک دو۔ میری آنکھیں یہ بھیانک درشیہ نہیں دیکھ سکتیں۔

راج کمار: پتا جی۔ جس لہو میں ڈوبے ہوئے سر نے آپ کے روم روم کو کلپا دیا ہے، یہ پہلا ہی سر نہیں ہے۔ یہ خونی کھیل برابر آٹھ روز سے کھیلا جارہا ہے۔ ہر صبح دہشت اور خوف سے تھرتھراتا ہوں۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو ایک بالک کا کٹا ہوا سر اپنی بغل میں پاتا ہوں۔

(چوبدار کا آنا)

چوبدار: مہاراج آپ کی آگیا انوسار تانترک مہاراج پدھارے ہیں۔

راجا: اُن کو عزت کے ساتھ یہاں لاؤ۔

چوبدار: جو آگیا۔

(تانترک کا پرویش)

تانترک: مہاراج کی منوکا منائیں سپھل ہوں۔

راجا: پدھاریے مہاراج۔

تانترک: راجن۔ اس برہمن کو کیسے یاد کیا؟

راجا: مہاراج وہ آگ جو اس دیش میں کئی روز سے بھڑک رہی ہے۔ کیا اس کی کوئی چنگاری اُڑ کر آپ کے مکان تک نہیں پہنچی۔ بلکتی ہوئی ماتائیں، تڑپتے ہوئے پتاؤں کی دکھ دایک پکار کیا آپ کے کانوں تک نہیں پہنچی۔

تانترک: (من میں) جو کام میرے ہاتھ سے ہوا اور ہورہا ہے، اُس کا حال مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ (زور سے) پرتھوی ناتھ ایسا انیائے تو اس راجیہ میں کبھی نہیں ہوا۔ ایسا اُپدرو تو بوڑھی سے بوڑھی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔

راجا: مہاراج۔ آپ گیانی ہیں۔ جیوتش اور تنتر وِدّیا کے جاننے والے ہیں۔ اپنے بدّھی بل اور انوبھوشکتی سے بتاؤ کہ اس دیش کی یہ گت کس کے کرموں نے بنائی ہے۔ وہ کون مہاچانڈال ہے جو اس اپرادھ کا اَپرادھی ہے۔

تانترک: مہاراج۔ میں جیوتش اور تنتر وِدّیا کے پرتاپ سے اَپرادھ اور اَپرادھی دونوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی آپ کے پرشن کا اُتر نہیں دے سکتا۔

راج کمار: کارن؟

راجا: سبب؟

تانترک: یہی کہ ہم برہمن ہیں۔ جیو رکشا اور دیا ہمارا دھرم ہے۔ جس کا خون ہونا تھا، ہوا۔ اب خونی کا پتہ بتا کر نیا خون کرانا، یہ مہانیچ کرم ہے۔

راج کمار: مہاراج آپ کا دھرم اور وچار بڑا ہی وچتر معلوم ہوتا ہے...... تم دنیا کا اُجالا ہوکر نیائے مارگ پر چلنے والے راجا کے سامنے اندھیرا پھیلاتے ہو۔ آگ پر پانی ڈالنے کے بدلے تیل چھڑک بجھانے کے بدلے اُسے اور بھڑکاتے ہو۔ پاپ سنہار کرنے کے بدلے پاپ اور پاپی کی رکشا کرتے ہو اور پھر اس اَدھرم کو دھرم بتاتے ہو۔ دھرماتما۔ بھلائی اس میں ہے، جس میں ایک کی نہیں سب کی بھلائی ہو۔ بھلائی وہ ہے جس میں سوتنترتا اور سچائی ہو۔

تانترک: سچائی۔ سچائی۔ ہر منشیہ ایک دوسرے کو سچ بولنے کا اُپدیش دیتا ہے۔ پرنتو کتنے ایسے ہیں۔ جو سچ کے کڑوے پیالے کو نفرت، حقارت ظاہر کیے بغیر پی جاتے ہوں۔کیا دنیا کے رنگ ڈھنگ میرے دیکھے بھالے نہیں ہیں؟ راج کمار۔ دنیا میں سچ کے بولنے والے تو بہت ہیں، پرنتو سچ کے سننے والے نہیں ہیں۔

راجا: مہاراج— سوریہ اُدے ہونے سے پہلے یہ نہیں وِچار کرتا کہ دُنیا مجھ سے اُجالا لے گی یا نہیں۔ جس طرح وہ اپنے سوا بھاوک بھاؤ سے پرکاش پھیلائے بنا نہیں رہتا، اُسی طرح کوئی سنے یا نہ سنے، پرنتو سچ بولنے والا ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے۔

تانترک: مہاراج۔ میرے سچ بولنے سے آپ کو پشچاتاپ ہوگا۔

راجا: پرنتو سچ کو چھپانے سے مہاپاپ ہوگا۔

تانترک: الجھیے گا؟

راج کمار: صفائی سے۔

تانترک: برا ہوگا۔

راج کمار: بھلائی سے۔

تانترک: چونک پڑیے گا۔

راج کمار: سچائی سے۔

تانترک: بہت خوب۔ پہلے میرے چند سوالوں کا جواب دیجیے۔

راج کمار: کہیے۔

تانترک: یہ کیا ہے؟

راج کمار: کسی نردوش کا کٹا ہوا سر۔

تانترک: یہ آپ کو آپ کے محل میں ملا؟

راج کمار: ہاں۔

تانترک: اور وہ بھی آپ کی سیج پر۔

راج کمار: ہاں۔

تانترک: اس وقت آپ کی دھرم پتنی آپ کے پاس ہی تھیں۔

راج کمار: ہاں۔

تانترک: کس طرح؟

راج کمار: کیا معنی؟

سب: کس حال میں؟

راج کمار: مطلب۔

تانترک: اس کی دیہہ میں لرزہ۔ بدن میں کپکپاہٹ۔ کپڑے پر لہو کا داغ۔

راجا: مہاراج۔ آپ سیدھے راستے کو اتنے الٹ پھیر سے کیوں طے کرتے ہیں؟ یدی آپ میں کوئی شکتی ہے تو اس سے کھلے طور پر کام لو۔ اَپرادھ اور اَپرادھی کو جانتے ہو تو صاف صاف شبدوں میں نام لو۔

تانترک: رہنے دیجیے۔ مہاراج۔ اس راز کو اندھیرے ہی میں رہنے دیجیے۔ پاپ پر پردہ پڑا رہنا ہی اچھی بات ہے۔ کیونکہ اس کام میں ایک بہت بڑے آدمی کا ہاتھ ہے۔

راجا: نیائے کا دیوتا اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر چھوٹے بڑے سب کو ایک درشٹی سے دیکھتا ہے۔ یہ میرا یوراج ہے۔ میرا پُتر ہے۔ میری ساری زندگی کی کمائی ہے۔ اگر مجھے یہ ثابت ہوجائے کہ اس بالک کا خون اس کے ہاتھ سے ہوا ہے تو میں اپنی پرجا کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے کے سینے میں خنجر نہ بھونک دوں، تو میرے شتری کل میں جنم لینے پر دِھکّار ہے۔

راج کمار: تم نے بڑے آدمی کی طرف اشارہ کرکے ہم سبھوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے شک پیدا کردیا ہے۔ اب پاپ اور پاپی کو اُجالے میں لانا ہوگا۔ وہ بڑا آدمی کون ہے، تم کو بتانا ہوگا۔

راجا: اس وقت راجیہ کے سارے ہی بڑے آدمی تمھارے سامنے موجود ہیں۔ بولو ان میں سے کون اَپرادھی ہے؟— کیا کوتوال؟

تانترک: نہیں۔

راجا: کیا پردھان؟

تانترک: نہیں۔

راجا: سینا پتی؟

تانترک: نہیں۔

راجا: درباری؟

تانترک: نہیں۔

راجا: تو پھر راج کمار؟

تانترک: نہیں۔

راجا: تو میں خود؟

تانترک: نہیں۔

راجا: پھر؟

تانترک: وہ......

راجا: کیا نام؟

تانترک: سنیے آپ کی بہو بن دیوی کا ہے کام۔

راجا: بن دیوی؟

سب: کیا کہا؟ رشی پتری؟

راج کمار: میری دھرم پتنی۔ کیا کہا؟ پھر تو بول؟

(راج کمار کا تلوار نکال لینا)

تانترک: رہنے دیجیے۔ رہنے دیجیے۔ راج کمار۔ تلوار میان ہی میں رہنے دیجیے۔ ایک برہمن کو آدمی بھیج کر بلانا اور جب وہ آئے تو دباؤ ڈال کر سچ کہلانا اور جب وہ سچ کہے تو اُسے تلوار نکال کر ڈرانا۔ کیا یہ تلوار نردوش کے سر کی طرح پاپیوں کے کندھے کا بوجھ بھی اُتار سکتی ہے؟ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سچ نہ کہلوائیے۔ کیونکہ سچ کے گھونسے کی چوٹ پہاڑ کی چھاتی بھی سہن نہیں کرسکتی۔

راجا: مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم امرت میں زہر ملاتے ہو؟ سورگ کو نرک ٹھہراتے ہو۔ ایک کرم، دھرم، شرم سے بھرپور سیتاستی کو راکشس ٹھہراتے ہو؟

تانترک: شریمان۔ کرم دھرم شرم، یہ سب اس کا ڈھونگ ہے جس سے وہ دنیا کو مورکھ بناتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُس نے ایک یکشنی کی سادھنا کی ہے، جسے وہ ہر رات کو ایک بالک کا گلا کاٹ کر اس کا مانس کھلاتی ہے۔

راج کمار: بس بس۔ یہیں تک رہو۔ اگر آگے بڑھے تو پچھتاؤ گے۔ اس بات کا ثبوت نہ دیا تو میری تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جاؤ گے۔

تانترک: ثبوت چاہتے ہو؟

راج کمار: ہاں۔

تانترک: آپ؟

تاج کمار: ہاں میں۔

تانترک: مجھ سے؟

راج کمار: ہاں۔

تانترک: کب؟

راج کمار: آج، کل یا پرسوں۔

تانترک: اوہ۔ اتنی مدت کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے پرتیکش پاپ کا ظاہر کردینا کون سی بڑی بات ہے۔ پرنتو ہاں۔ ثبوت کا دینا ایک شرط کے ساتھ ہے۔

راج کمار: شرط؟

تانترک: ہاں۔

راجا: بولو۔ اظہار کرو۔

تانترک: راج کمار سے سوگندھ لیجیے کہ ان باتوں سے ایک شبد بھی اپنی دھرم پتنی کے کانوں تک نہ پہنچائیں۔ پھر جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ آج ہی ثابت کردوں گا۔

راجا: آج ہی؟

تانترک: ہاں۔ آج ہی۔

راجا: راج کمار۔ اِدھر آؤ۔ یہ تلوار راجپوتوں کی عزت ہے۔ تم اپنی عزت کی قسم کھاؤ۔

راج کمار: میں اس تلوار کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں اپنے وچن اور آپ کی آگیا کا پالن نہ کروں تو کتے کی طرح ہر جگہ سے دھتکارا جاؤں۔ راجپوت کا بیٹا ہوکر ہجڑے کے ہاتھ سے مروں اور ہجڑے کے نام سے پکارا جاؤں۔

راجا: (تانترک سے) اور کچھ؟

تانترک: بس۔

(سب کا تانترک کی اور غصے سے دیکھنا۔ تانترک کا گھمنڈ سے کھڑے رہنا)

اَنک پہلا— سین نواں

خواب گاہ

(بن دیوی سو رہی ہے۔ راج کمار آتا ہے)

چندرکانت: سو رہی ہے۔ کون؟ عورت یا ناگن؟ دیوی یا راکشسی؟ ایشور ایشور۔ کیا ملیچھ آتما کومل شریر میں رہ سکتی ہے؟ کیا پاپ اتنا سندر ہوسکتا ہے؟ مگر نہیں۔ دنیا اندھیری تھی، سوریہ کی اُتپتی ہوئی۔ بے شوبھا تھی، پھول پرکٹ ہوئے۔ اُداس اور نراش تھی، استری پیدا کی گئی۔ وہ استری، جس کی مسکراہٹ دنیا کے طوفان کو شانتی کا سندیسہ دیتی ہے۔ زندگی کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ تھکے ماندوں کو ہمت بندھاتی ہے۔ پھر کیا وہی استری پھول کی جگہ کانٹے اُگائے گی؟ کیا یہ سمبھو ہے کہ جس استری کا جنم سکھ دینے کے لیے ہوا ہے وہ دکھ کا کارن بن جائے گی؟

(بن دیوی چیختی ہوئی اٹھتی ہے)

بن دیوی: خون۔ خون۔

چندرکانت: پریے۔

بن دیوی: شما کرو— شما کرو۔ چھوڑ دو۔ جانے دو۔ میں نے کسی کو دکھ نہیں دیا ہے۔ میں نے کوئی پاپ نہیں کیا ہے۔ میں نے کوئی اَدھرم نہیں کیا ہے۔

چندرکانت: پریے۔ پریے۔

بن دیوی: کیا تھا؟ کیا ہوا؟ تم تم کون ہو؟

چندرکانت: رمنی۔ کیا ہوا؟

بن دیوی: آہ پران جیون۔ پران، آدھار۔ مجھے اپنی بھجاؤں کا سہارا دو۔ میں ڈر گئی۔ نہیں نہیں ڈرا دی گئی ہوں۔

چندرکانت: پریہ۔ نہ گھبراؤ۔ اور بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا؟

بن دیوی: میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے سمے میں تمھیں ڈھونڈھتی ہوئی ایک دریا کے کنارے پہنچ کر پار اُترنے کا یتن کررہی تھی۔ اتنے میں بجلی چمکی۔ بادل گرجا۔ بادل کی کڑک کے ساتھ ہزاروں بالکوں کے کٹے ہوئے سر دریا کی لہروں میں نظر آنے لگے اور ساتھ ہی چاروں طرف سے ہزاروں راکشس پکڑ لو۔ چور۔ خونی کہہ کر چلانے لگے۔ میں اس بھیانک دِکھاؤ سے ڈر کر بھاگی۔ ایک راکشس میرے پیچھے آیا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور اپنے سامنے آپ کو پایا۔

چندرکانت: اوہ۔ کیسا وچتر سپنا ہے۔ ایشور جانے اس کا کیا پرینام ہوگا۔

بن دیوی: پران ناتھ۔ آج برابر ایک ہفتے سے ہر رات کو مجھے ایسا ہی سپنا نظر آتا اور صبح کو ایک بالک کا کٹا ہوا سر اپنے پلنگ پر پڑا ہوا پاتا، کیا یہ بات بھید سے خالی ہے؟ میرا دل کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی نہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔

چندرکانت: پران پیاری۔ ہر روز ایک بالک کا کٹا ہوا سر کہاں سے آتا ہے؟ اور کون رکھ جاتا ہے؟ اس بات کی پوری پوری ڈھونڈھ ہورہی ہے۔ اس لیے اس بات کی فکر کرنا بالکل بیکار ہے۔ اب رہا سپنا۔ تو سپنے کی بات کا کیا اعتبار ہے؟

بن دیوی: آپ مانیں یا نہ مانیں۔ پرنتو میری ہردے درشٹی ایک گپت بیری کو دیکھ رہی ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی کل میں میرے اوپر دُکھ کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے۔ پران پتی، پران جیون کیا میرا اور تمھارا ساتھ چھوٹنے والا ہے۔

چندرکانت: میری جیون سنگنی، پران پیاری۔ تم ایسی نراش کیوں ہوتی ہو؟ موت کے سوا جگت کی کوئی طاقت ہمیں تمھیں الگ نہیں کرسکتی۔

بن دیوی: جگت؟ جگت کیا ہے؟ جگت کہاں ہے؟ اگر تم ساتھ نہیں ہو تو پھر جگت کہاں

ہے؟ میرا مرن جیون جو کچھ ہے، وہ تمھارے ساتھ ہے۔ میں صرف تمھیں دیکھ کر جیتی ہوں۔ ہر طرف تمھاری ہی آواز سنتی ہوں۔ جدھر دیکھتی ہوں، تم کو ہی دیکھتی ہوں۔ ناتھ۔ تم نے اپنے پریم کی ایسی مَدِرا پلا دی ہے کہ اس کے سامنے اس جگت کے سارے مزوں کو تچھ اور پھیکا پارہی ہوں۔ تم نے مجھے اپنی شرن میں لے کر ایسی نئی دنیا میں پہنچا دیا ہے جسے دیکھ کر اس دنیا کو بھول گئی ہوں اور بھولتی جارہی ہوں۔

چندرکانت: انھیں باتوں سے میں تمھیں پگلی کہتا ہوں۔

بن دیوی: میں پگلی ہوں پران آدھار۔ میں پاگل ہوں۔ پریمی بھونرے کی طرح آپ کے اردگرد پھرنا۔ آپ کی آواز سن کر جھومنا۔ آپ کا مکھ دیکھ کر جینا۔ اگر اسی کا نام پاگل پن ہے، تو میں چاہتی ہوں کہ میں کبھی ہوش میں نہ آؤں، پگلی ہی رہوں اور پگلی ہی رہ کر مار جاؤں۔

چندرکانت: پران پریے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ آج کئی روز سے دُکھ اور بھے نے تمھاری آنکھوں کی نیند چھین لی ہے۔ میں تمھیں اتنا کشٹ سہن کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے اب تم آرام کرو اور میں ساری رات جاگ کر تمھاری رکشا کروں گا۔

بن دیوی: پران آدھار۔ اِس پرتھوی پر تمھارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ میری اس طرح رکشا کرنا کہ میں اِس ہردے سے کبھی الگ نہ ہوں۔

(گانا)

میں تو تورے درشن کی پیاسی۔ او میرے ساجنا۔
دَرس کو ترس رہی داسی میرے ساجنا۔
بیت گیا دن آئی رین۔
تو ہے ڈھونڈھیں مورے رین۔
آؤ میرے من کے چین۔

پیارے ساجنا۔
میں تو تورے درشن کی پیاسی۔ او میرے ساجنا۔

چندرکانت: آہ۔ پریت کی پرتما پوتر استری، تیرا کون برا چاہے گا؟ وہ بڑا ہی اَدھرمی ہوگا جو تیرا برا چاہے گا۔ اُس کا اِس سنسار میں کبھی بھلا نہ ہوگا۔ سو پیاری۔ سکھ کی نیند سو...... میں...... یہ کیا...... میری آنکھیں کیوں بند ہوتی جارہی ہیں— اے نیند تو مجھے کیوں ستا رہی ہے؟ ابھی مجھے جاگ کر اپنی پران پیاری کی رکشا کرنی ہے۔

(بیہوش ہونا۔ تانترک کا جادو کرنا۔ سر تیج پر رکھنا اور واپس جانا)

بن دیوی: چھوڑ دے۔ چھوڑ دے۔ خونی گھات کی۔ مجھے چھوڑ دے۔

چندرکانت: (چونک کر) کون ہے؟ کون ہے؟ میری پران پیاری کو کون دکھ دے رہا ہے؟

بن دیوی: بھاگو بھاگو۔ پران ناتھ۔ یہاں سے بھاگو۔ اس راکشسی استھان سے بھاگو۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ یہ کیا؟ نردوش بالک کا سر؟ پھر وہی دل ہلا دینے والا درشیہ۔ آہ آہ۔

(راجا کو ساتھ لے کر تانترک کا پرویش)

تانترک: یہ دیکھیے۔ پاپ، پاپی اور پاپ کا ثبوت۔ سب آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے موجود۔

راجا: سپاہیو۔ کیا دیکھتے ہو۔ بڑھو اور ڈائن کو باندھ لو۔

چندرکانت: خبردار۔ دور کھڑے رہو۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے، اسے کوئی گرفتار نہیں کرسکتا۔

راجا: ہٹ جا چندر کانت۔ ہٹ جا۔ راجا کے نیائے کی تلوار کو تیری تلوار نہیں روک سکتی۔

چندرکانت: مگر اسے کیوں گرفتار کیا جارہا ہے۔

تانترک: اس کیوں کا جواب یہ خون میں ڈوبا ہوا سر ہے، جو آپ کے سامنے پڑا ہے۔

دن کے وقت اگر آپ سوریہ کو چراغ کے بغیر نہیں دیکھ سکتے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ اب یہ بتانا ویرتھ ہے کہ اس کام میں کس کا ہاتھ ہے؟

چندرکانت: تو کیا یہ خون اس نے کیا ہے؟

تانترک: اپنی آنکھوں سے پوچھیے۔

چندرکانت: اس کا قصور ہے؟

تانترک: دل سے پوچھیے۔

چندرکانت: اس کو سزا ملے گی؟

تانترک: راجا سے پوچھیے۔

چندرکانت: تم بکتے ہو۔ جھوٹے۔ میرے اور راجا کے ساتھ فریب کررہے ہو— پتا جی۔ کیا یہ وہی استری نہیں ہے، جس کو آپ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور گھر کی شوبھا بتاتے تھے۔ پھر آج آپ کا دل اس کی برائیوں کا کیوں وشواس رہا ہے۔ نشچے سمجھیے کہ یہ کوئی ہمارا دشمن ہے، جو ان نیچ چالوں سے ہمارے سکھ اور سنتوش کا ستیاناش کررہا ہے۔

تانترک: راج کمار۔ دلیل کا جواب دلیل ہی سے دیا جاتا ہے۔ جب آپ اپنی استری کو ستی، دھرمی اور ساوتری بتاتے ہیں تو واقعات کے ساتھ اس کا ثبوت بھی دینا ہوگا۔ آپ کی باتیں اور محبت نیائے مارگ پر چلنے والے راجا کے سامنے اندھیرا پھیلا سکتی ہیں۔ پرنتو اس نردوش بالک کے کٹے ہوئے سر کی موجودگی میں دنیا کو دھوکا نہیں دے سکتی۔

راجا: شام کے چھ بجے سے اس وقت تک تمھارے محل کی برابر نگرانی ہورہی ہے۔ میرا حکم تھا کہ کوئی پرندہ تک اندر نہ آنے پائے۔ پھر مجھے جواب دو۔ دروازہ کھڑکی، پھاٹک سب پر سخت پہرا ہوتے ہوئے یہ پاپ کا ثبوت یہاں کون لایا؟

چندرکانت: اس کا جواب میں کچھ نہیں دے سکتا۔

راجا: بس تو حجت بیکار ہے۔ یہ گناہ کا ثبوت ہے اور یہ گناہگار ہے۔

بن دیوی: گنہ گار! گنہ گار!! کون گنہ گار!!!

راجا: تو۔ چڑیل، ڈائن، ناگن، ناری کے روپ میں راکشسی۔ تو نے مجھے سکھا دیا کہ سونے کو بغیر کسوٹی پر کسے ہوئے سونا نہ کہنا چاہیے۔ دنیا کی کسی استری یا منشیہ کی ظاہری اوستھا دیکھ کر کبھی دھوکا نہ کھانا چاہیے۔

بن دیوی: پران ناتھ۔ مہاراج کیا کہہ رہے ہیں۔ میں گھبرا رہی ہوں۔ چاروں طرف اندھیرا پا رہی ہوں۔ یہ لوگ مجھے خونی سمجھتے ہیں۔ اس ہاتھ کو اس کام کا اپرادھی بتاتے ہیں۔ اس بالک کا خونی مجھے ٹھہراتے ہیں۔ مہاراج ادھر دیکھیے۔ اس بالک اور اس نردوش کو دیکھیے۔ جب آدمی کا دل ایک پھول کو مسلتے ہوئے ڈرتا ہے تو پھر میں استری ہوں۔ کومل ہردے رکھتی ہوں۔ اس بالک کا خون کیسے کر سکتی ہوں؟

راجا: دنیا کا ہر گناہ گار پھانسی کا پھندا گلے میں پڑنے تک اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرتا ہے۔ مگر نیائے اپنا فیصلہ سناتے وقت اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ آج تجھے دشٹ کرموں کا مزہ چکھایا جائے گا۔ جس طرح تو نے میری پرجا کے بچوں کا خون کیا، اسی طرح آج تیرا خون اس دھرتی کو پلایا جائے گا۔

(راجا کا بن دیوی کو لات مارنا)

چندر کانت: پتا جی۔

راجا: بس۔

چندر کانت: یہ نردوش ہے۔

راجا: یہ اپرادھی ہے۔

چندر کانت: یہ ظلم ہے۔

راجا: یہ نیائے ہے۔

چندر کانت: یہ کسی دشمن کا چھل ہے۔

راجا: یہ اس کی کرنی کا پھل ہے۔

چندر کانت: پتا جی۔ یہ میرا سکھ اور عزت ہے۔ اگر آپ یوں نہ مانیں گے تو مجھے تلوار

ہاتھ میں لے کر اپنے سکھ اور عزت کی رکشا کرنی پڑے گی۔

راجا: جانتے ہو۔ گناہ گار کا ساتھی بھی گناہ گار ہوتا ہے۔

چندرکانت: مگر ایک شریف اور بہادر ایک کمزور کا ہمیشہ طرف دار ہوتا ہے۔

راجا: اوہو— اتنی دلیری۔ (سپاہیوں سے) سپاہیو۔ باندھ لو۔ اس کو بھی۔

(چار سپاہیوں کا راج کمار چندرکانت کو پکڑنے بڑھنا۔ راج کمار کا لڑنا اور سپاہیوں کو بھومی پر گرا کر اپنے پتا کی طرف بڑھنا۔ راجا کا تلوار چھین کر گردن میں ہاتھ ڈال کر دھکا دینا اور انیہ سپاہیوں کا آکر اُسے گرفتار کر لینا۔)

بن دیوی: یہ کیا۔ یہ کیا۔ میرے لیے، مجھ ابھاگنی کے لیے— نہیں۔ نہیں۔ میں اقرار کرتی ہوں۔ میں سویکار کرتی ہوں کہ یہ خون میں نے کیا ہے۔

تانترک: دیکھا۔ پاپ ظاہر ہوئے بغیر کبھی نہیں رہتا۔

چندرکانت: چپ رہ دُشٹ پاپی۔ اس دُکھ کی پکار کو کون سچ کہتا ہے۔ یہ اس کے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہے، جو شبد بن کر زبان سے آرہی ہے۔ ستیہ، پتنیہ کی دیوی اپنے پتی کو بچانے کے لیے دکھ کے کلھاڑے کے نیچے اپنی گردن جھکا رہی ہے۔

راجا: بس بس۔ تیری پرارتھنا اور اس کے آنسو میرا ارادہ نہیں بدل سکتے۔ جاؤ۔ لے جاؤ۔ مَیں اس کے لیے قید اور اس کے لیے موت کی سزا تجویز کرتا ہوں۔

چندرکانت: کیا کہا— موت؟

راجا: نیائے۔

چندرکانت: انیائے۔

بن دیوی: پران آدھار۔ پران جیون۔

(ٹیبلا)

انک پہلا— سین دسواں

جنگل

(بن دیوی اور جلاد کا آنا)

بن دیوی: یہ تالاب، یہ جنگل، یہ پہاڑ، یہ دھرتی۔ یہ تو وہی میری جنم بھومی ہے۔ دھرتی ماتا، میں تیری گود میں پلی کھیلی— پتا کے پریم سے سکھی ہوئی۔ پتی سیوا کا آنند بھوگا۔ اتنے سکھوں کے پراپت ہونے کے بعد آج تیری ہی گود میں آنند وشرام لینے کے لیے آئی ہوں۔ ماتا۔ جہاں تو نے اتنے اُپکار کیے ہیں، وہاں اتنا اور اُپکار کر۔ میرا آخری پرنام سویکار کر۔

جلاد: لڑکی۔

جن دیوی: بھائی۔

جلاد: کیا دیر ہے؟

بن دیوی: کچھ نہیں۔ صرف اتنی بنتی کرتی ہوں کہ مجھے ایشور کی پراتھنا کر لینے دو۔

جلاد: پرارتھنا اور بھجن کے لیے پورا جنم پڑا تھا۔ مرتے وقت پرارتھنا گویا ایشور کو دھوکا دینا ہے۔

بن دیوی: بھائی۔ کیا تم بھی ایشور کو مانتے ہو؟

جلاد: تو کیا یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔

بن دیوی: وہ کہاں ہے؟

جلاد: کام لینے والوں کی جیب میں۔

بن دیوی: کیا مطلب؟

جلاد: ہمارا ایشور وید شاستروں کا ایشور نہیں ہے۔ بلکہ سونے اور چاندی کا بنا ہوا ساکشات ایشور ہے۔ تم جانتی ہو وہ کون ہے؟

بن دیوی: نہیں۔ میں نہیں سمجھتی۔

جلاد: سنو اور سمجھو۔ ہمارا ایشور وہ ہے جس کو سب روپیہ کہتے ہیں۔ یہ اُسی کا حکم ہے کہ ہم بڑے سے بڑے جرم کو بھی آسانی سے کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ بس سمجھ گئی۔ چل آگے قدم بڑھا۔

(جلاد بن دیوی کی گردن پکڑ کر آگے ڈھکیلتا ہے)

بن دیوی: تو کیا۔ ایشور کے نام پر بھی دیا نہیں کرسکتے؟

جلاد: کیا تو دیا چاہتی ہے؟

بن دیوی: ہاں۔ بھائی ہاں۔

جلاد: اچھا تو لو ہم تم پر دیا کرتے ہیں۔

(جلاد بن دیوی کو گھونسے سے مارتا ہے)

بن دیوی: ارے بھائی۔ جب تمھارے پاس کٹار، تلوار، تیر سب کچھ موجود ہے۔ تو پھر گھونسے سے کیوں مارتے ہو؟

جلاد: چپ رہ۔ تلوار کا نام نہ لو۔ تلوار مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ بہادروں کی تلوار عورتوں پر کبھی نہیں چلتی۔

بن دیوی: بھائی۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ تمھارے چرنوں پر سر رکھتی ہوں۔ ارے اتنا دُکھ تو چور اور گھاتکی کو بھی نہیں دیتے۔

جلاد: بس چپ رہ۔

(جلاد بن دیوی کا گلا گھونٹتا ہے)

بن دیوی: پران ناتھ۔ جیو اور سکھی رہو۔ (گر جاتی ہے)

جلاد: کیا مرگئی یا زندہ ہے؟

دوسرا جلاد: یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ خود مرگئی اور عورت پر ہمیں تلوار نہ اٹھانی پڑی۔ بس اس کی زندگی کے ساتھ ہمارا کام بھی ختم ہوگیا۔

جلاد: اچھا تم چلو۔ میں اس کی لاش ندی یا کسی گڑھے میں پھینک کر ابھی آتا ہوں۔

دوسرا جلاد: اچھا میں اس درخت کے سائے میں بیٹھتا ہوں اور تیری واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔

(دوسرے جلاد کا جانا)

جلاد: زندہ ہے یا مرگئی۔ ایسے سندر اور منوہر پھول کو جو جیون کی ڈالی پر ابھی پورے سے کھلنے بھی نہ پایا کہ ظالم جلاد کے ہاتھوں نے توڑ کر کس بے دردی سے پتی پتی الگ کردی۔ جب پتھر سے چنگاری نکلتی ہے تو کیا مانس کا ٹکڑا، جس کا نام من ہے، اس میں دیا کا بھاو اُتپن نہیں ہوسکتا۔ ہر کام انعام کے لیے کیا جاتا ہے۔ میں نے بھی انعام کے لالچ میں دیا کی ہے۔ اس خونی دھندے کو کرتے ہوئے دس برس ہوگئے۔ کنتو یہ آج پہلا ہی دن ہے کہ میرے من کے اندر آنند کی جیوتی پیدا ہوئی ہے۔ یہ آنند میرے اس کام کا انعام ہے۔ آج معلوم ہوگیا کہ جان لینے سے جان بچانے میں زیادہ آرام ہے۔

(بن دیوی ہوش میں آتی ہے)

بن دیوی: آہ۔کیسا بھیانک سوپن۔کیا میں ابھی تک نیند میں ہوں۔ وہ تو مجھے مار ہی ڈالتا۔

جلاد: دیوی۔ دیوی۔

بن دیوی: کس کی آواز؟ اس بھیانک جنگل میں اور کون؟

جلاد: تمھارے متر کے سوا اور کوئی نہیں۔

بن دیوی: ہائے ہائے۔ یہ موجود ہے۔ ارے نردئی۔ لات سے نہیں، گھونسے سے نہیں۔ تلوار سے میرا تن سے سر جدا کر۔

جلاد: نہیں نہیں دیوی بھے نہ کر۔ مجھے اپنے ساتھی کو دھوکا دے کر تمھاری جان بچانے کے لیے اتنا دُکھ دینا پڑا۔ تمھارے مورچھت ہوجانے پر سوچی ہوئی تدبیر میرا کام کرگئی۔ وہ یہ سمجھ کر میرے دام میں آگیا کہ تم مرگئی ہو۔

بن دیوی: یہ کیا؟ پتھر میں پانی۔ نردئی گھاتکی میں دیا؟ میں جیتے جی تمھارا اُپکار نہ بھولوں گی۔ میرے پاس دھن، سونا چاندی کچھ نہیں ہے۔ جو میں تمھیں دے سکوں۔ بس صرف آشیرواد ہے جو میں تمھیں دے رہی ہوں۔ میں ایشور سے پرارتھنا کرتی ہوں کہ تمھیں دھرم اور اَدھرم کا گیان ہو۔ تمھارا لوک پرلوک دونوں جگہ کلیان ہو۔

جلاد: دیوی۔ میرے لیے دھن سے زیادہ ستی کا آشیرواد ہے۔ جاؤ ایشور تمھاری سہایتا کرے۔ دیوی۔ دیوی۔ یہ سب تمھارا ہی پرتاپ ہے کہ میرا جنم سپھل ہوگیا۔ اب میں اپنے من میں اَتی آنند پاتا ہوں۔

بن دیوی: ارے، یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ اس کے گلے میں جنو کیسا؟

جلاد: دیوی تم اتنے آشچریہ کے ساتھ کیا دیکھ رہی ہو؟

بن دیوی: تمھارا پچھلا جنم۔

جلاد: میرا پچھلا جنم! وہ کیسے؟ یدی پرتیکش ہوتا تو میں نہ دیکھ سکتا؟

بن دیوی: تم نہیں دیکھ سکتے۔

جلاد: کیوں؟

بن دیوی: یوں کہ تمھارے اندر وہ شکتی نہیں ہے۔

جلاد: بڑی وچتر بات ہے۔مجھ میں نہیں ہے۔ پھر تم میں کہاں سے آئی؟

بن دیوی: جس طرح سوریہ سے چندرما کو اجالا ملتا ہے، اُسی طرح یہ شکتی میں نے پتی سیوا کے پرتاپ سے پائی ہے۔

جلاد: پتی ورت دھرم کا یہ پھل، پتی سیوا میں اتنا بل؟ دیوی کیا یہ شکتی مجھے بھی مل

سکتی ہے؟

بن دیوی: نشچے۔

جلاد: کیسے؟

بن دیوی: ماتا اور پتا کی سیوا ہے۔

جلاد: مگر یہ سب کچھ تم نے تو پتی سیوا سے پائی ہے۔

بن دیوی: جو شکتی استری کو پتی سیوا سے پراپت ہوتی ہے، وہی شکتی پرش کو ماتا اور پتا کی سیوا سے مل سکتی ہے۔

جلاد: دیوی جو کچھ تم دیکھ رہی ہو کیا اپنی شکتی کے بل سے مجھے نہیں دکھا سکتی ہو؟

بن دیوی: بھائی۔ اگر درخت پر دھوپ نہ آتی ہو تو دھوپ کو روکنے والی چیز ہٹائی جا سکتی ہے لیکن اگر اس میں پھل نہ آتا ہو تو اس میں پھل لانے کی شکتی کوئی پیدا نہیں کرسکتا۔ میں تمھیں آنکھ نہیں دے سکتی مگر تمھاری آنکھوں کے آگے پڑے پردے کو ضرور ہٹا سکتی ہوں۔

جلاد: بس۔ میں بھی اتنا ہی چاہتا ہوں۔

بن دیوی: استری، بچے اور اناتھ کی رکشا کرنا مہاپنیہ ہے۔ کوئی کرم جب پھل لائے بغیر نہیں رہ سکتا تو آج تم نے جو پنیہ کا کام کیا ہے وہ پھل لائے گا۔ ایشور اگر اس بھائی نے اپنے ماتا پتا کی سیوا سچے من سے کی ہے تو اس کی آنکھوں کو اس کا پرتاپ دکھا دو۔ اس کی آنکھوں سے پردہ ہٹا کر اس کو اس کا پچھلا جنم دکھا دو۔

(جلاد کا ہاتھ جوڑ اور آنکھیں بند کرکے بن دیوی کے چرنوں پر بیٹھنا سین کا پھٹنا۔ نیا سین دیکھ کر جلاد کا چونکنا۔ بن دیوی کا اُس کے سر پر ہاتھ رکھنا)

بن دیوی: کیوں۔ کیا دیکھ رہے ہو؟

جلاد: مہا آشچریہ۔ مہا آشچریہ۔

بن دیوی: بھائی کیا دیکھا؟

جلاد: میں نے دیکھا کہ میں پچھلے جنم میں دھرم اُدھرم کا جاننے والا۔ وید، شاستروں کا جاننے والا ایک برہمن تھا۔ سنسار کے بوجھوں سے پھنس کر ایک راجا کی نوکری کی اور جب راجا شکار کھیل رہا تھا تو کیول اس کو خوش کرنے کے لیے سامنے سے بھاگتے ہوئے ہرن پر تیر چلایا۔ وہ تیر غلطی سے ایک رشی کو جالگا۔ اس نردوش رشی نے مرتے وقت شراپ دیا کہ جا تیرا بھوشیہ برباد ہوگا۔ تو نے برہمن ہوکر جیوہتیا کی ہے، اس وقت اگلے جنم میں جلاد ہوگا۔

بن دیوی: بس یا اور بھی کچھ دیکھا؟

جلاد: جب میں نے چرنوں پر گر کر کانپتے ہوئے اس رشی سے دیا اور شما مانگی تو اس نے کہا کہ جا ماتا اور پتا کی سیوا کا پھل تجھے میرے شراپ سے چھڑائے گا اور ایک ستی کے پرتاپ سے تو پاپ کے بندھن سے مکت ہوجائے گا۔

بن دیوی: دیکھا۔ ماتا اور پتا کی سیوا کا کتنا بڑا پھل ہے؟

جلاد: سچ کہتی ہو۔ میری آنکھیں آج پوری طرح کھل گئیں۔ میں سمجھ گیا کہ جس طرح خراب جگہ اور خراب ہوا میں رہنے سے اچھا آدمی بھی بیمار اور صاف ہوا میں رہنے سے بیمار بھی اچھا ہوجاتا ہے۔ اُسی طرح پاپی کا ساتھ دل کو گندا کرتا ہے۔ ستیہ کا پرکاش من کو پوتر بناتا ہے۔ پرماتما ستیہ ہے۔ ستی۔ یہ آپ کا اُپکار ہے، جس سے میرا بیڑا پار ہوا۔

بن دیوی: آج تک تم اوروں کو مارتے تھے۔ آج سے اپنے من کو مارو۔ اور ایشور بھکتی سے جو سے بچے اُسے ماتا پتا کی سیوا میں گزارو۔

جلاد: ماتا۔ ایسا ہی ہوگا۔

بن دیوی: بھائی تمھارا کلیان ہو۔

(جلاد کا جانا اور دوسرے جلاد کا آنا)

دوسرا جلاد: ہیں۔ یہ کیا۔ دھوکا۔ دھوکا۔ وشواس گھات۔ پاپنی۔ چل مرنے کے لیے تیار

ہو جا۔ کپٹی ناری۔ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔

بن دیوی: دیا۔ دیا۔ بھائی۔ اس ابلا پر دیا۔

دوسرا جلاد: دیا اور وہ بھی تجھ جیسی ڈائن پر۔ چل مرنے کو تیار ہو۔

بن دیوی: ماتا— مجھے اس نردئی کے پنجے سے چھڑا۔

(دیوی کا پرگٹ ہونا)

دیوی: سادودھان۔

جلاد: کارن؟

دیوی: یہ دوشی نہیں نردوش ہے۔

جلاد: تو معلوم ہوا کہ تم دیوی نہیں کوئی اور وستو ہو۔ اس لیے پہلا وار تجھ پر کرتا ہوں۔

(سین میں آگ لگنا اور جلاد کا مرنا)

—ڈراپ—

انک دوسرا — سین پہلا

پربھاوتی کا باغ

(سکھیوں کے ساتھ پربھاوتی کا گاتے ہوئے ٹہلنا)

پیاری نویلی، سب کی سہیلی، بسنتی رچنا۔
سمپتی ارپن کریے۔
بارہ دری میں چکیل پھریے۔
نت کیوں چنتا من میں دھریے۔

سکھی 1: مجھ سے کیوں ناراض ہوتی ہو۔ میں تو تمھاری ماتا جی کی آگیا سے یہ چھوی تم کو دکھانے لائی ہوں۔

پربھاوتی: ارے ہاں۔ ہاں، میں بھی تو یہی کہتی ہوں کہ یہ تصویر خوب ہے۔ اس لیے تو میں اس تصویر کو چھوڑ کر تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔ ہاں سکھی، تم میں سے کوئی برہمن ہے تو پروہت بن کر وواہ رچاؤ۔ آؤ سوامی جی ہاتھ ملاؤ۔

سکھی 1: سکھی مجھ سے بھول ہوئی۔ مجھے شما کرو۔

پربھاوتی: ارے ارے سوامی ہوکر اپنی استری سے شما چاہتے ہو۔ پربھو جی۔ تم تو میرے سر کے چھتر ہو۔ آؤ میں تمھاری پوجا کروں۔

سکھی 2: باتوں سے یا لاتوں سے۔

(تیسری سکھی تصویر لے کر آتی ہے)

سکھی 3: سکھی کا منگل ہو۔

پربھاوتی: کیوں؟

سکھی 3: آپ کے پتا نے آپ کے دیکھنے کو یہ چھوی بھیجی ہے۔

پربھاوتی: واہ واہ۔ ایک تصویر ماتا جی نے بھیجی۔ ایک پتا جی نے۔ واہ رے نصیب واہ رے بھاگیہ۔ ایک کنواری کنیا کے لیے پتیوں کی بارش ہورہی ہے۔ ایک، ایک کے بعد دوسرا ٹپکا پڑتا ہے۔ سکھی دونوں میں سے کون اچھا ہے؟

سکھی 1: جس کو تم پسند کرو۔

پربھاوتی: میری پسند؟ ایک بے زبان کنیا کی پسند کو کون پوچھتا ہے؟ اس کے دکھی اور سکھی ہونے کی کون پرواہ کرتا ہے؟ پسند ماتا کی، پسند پتا کی، پسند لوگوں کی۔ ماں باپ کا لڑکی پر سب حق ہے۔ لیکن لڑکی کا ماں باپ پر کوئی حق نہیں۔

سکھی 3: سکھی۔ آج تو تم وچتر باتیں کررہی ہو۔

پربھاوتی: جب دنیا ہی وچتر ہے تو دنیا کی باتیں بھی وچتر ہوں گی۔ تم ماتا پتا کی طرف سے میری پسند کا حال دریافت کرنے آئی ہو۔ تو میرے البیلے، میرے خوبصورت کھلونے، میں تمھارے سوا کسی کو پسند نہیں کرتی۔

سکھی 4: کیا مجھے؟

پربھاوتی: ہاں ہاں تمھیں۔ کیا تم ان دونوں سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو۔ یہ لو پرماتما کی بھول ہوئی جو تم کو عورت بنا دیا۔ اگر تم مرد ہوتیں تو ستی ساوتری سب سے پہلے تم پر موہت ہوتی۔

سکھی 4: بس سکھی۔ بس معاف کرو۔ میں نے کہنے کی سزا پائی۔ جھک ماری جو یہ تصویر لے کر یہاں آئی۔

پربھاوتی: ارے جاتی کہاں ہو۔ پہلے مجھ سے شادی رچا لو۔

سکھی 4: مگر سکھی۔ ابھی تو اس کے ساتھ وواہ کر رہی تھیں۔

پربھاوتی: بول بول۔ تو شادی کرتی ہے یا نہیں؟

سکھی 1: مجھے تو شما کیجیے۔

پربھاوتی: اور تو؟

سکھی 2: مجھ پر تو دیا ہی کیجیے۔

پربھاوتی: سنو ہمارے ماتا پتا اپنے گھر میں وَر کو بلا کر بیاو دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم نے بھی آج یہی نشچے کیا ہے کہ چاہے جو ہو مگر آج کسی نہ کسی کی شادی ضرور ہونی چاہیے۔ مگر تم دونوں مجھ سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔ میں ایک اور ترکیب بتاتی ہوں۔ غرض شادی سے ہے، اس لیے تم دونوں آپس میں شادی کرلو۔ کسی طرح نیم اور پرتگیا کا پالن ہونا چاہیے۔ بولو تم دونوں میں سے عورت کون اور مرد کون؟ تا کہ میں برہمن بن کر تمھارا گٹھ بندھن کرادوں۔

سکھی 1: نہیں۔ یہ عورت مجھے پسند تو نہیں ہے۔ پھر بھی آپ کہتی ہیں تو میں اس کا مرد بن جاتی ہوں۔ اررر بھول جاتا ہوں مگر یہ بات کان کھول کر سن لو۔ شادی کے بعد میری آگیا کاری بن کر رہنا ہوگا۔ نہیں تو پورے ایک درجن بچے جنوا کر گھر سے باہر نکال دوں گی— گا۔

(تانترک کا آنا)

تانترک: دیوی کا کلیان ہو۔

پربھاوتی: کون تانترک مہاراج؟— وہ کام؟

تنترک: سمپورن ہوا۔

پربھاوتی: کس طرح؟

تانترک: جس طرح تم چاہتی تھیں۔

پربھاوتی: کیا ان دونوں کا سمبندھ ٹوٹ گیا؟

تانترک: ہاں۔ ہنس اور ہنسی کا سمبندھ ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا۔

پربھاوتی: او ہو۔۔۔ تم تو کوئی دیوتا ہو۔۔۔ مہاشکتی وان اوتار ہو۔ تم سر سے پاؤں تک اُپکار ہو۔ اب میں وِش کو امرت سمجھ کر پی سکتی ہوں۔ اب وہ میرا ہو یا نہ ہو، مگر میں ہمیشہ کے لیے اُس کی ہوکر اس دنیا میں جی سکتی ہوں۔

تانترک: اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا تو میں دنیا کا راج ملنے پر بھی جان جوکھم کے اس کام میں ہاتھ نہ ڈالتا۔

پربھاوتی: مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے سوبھاگیہ کے راستے سے اس کانٹے کو کس طرح دور کیا؟

تانترک: میں نے بچوں کے خون کا دوش رکھ کر اس کو مہاراج کے ہاتھ سے قتل کرادیا۔

پربھاوتی: قتل کرایا کس نے؟

تانترک: میں نے۔

پربھاوتی: اس غریب کو؟

تانترک: ہاں۔

پربھاوتی: اس نردوش استری کو؟

تانترک: ہاں۔

پربھاوتی: اس کا قصور؟

تانترک: راج کمار کو چاہنا۔

پربھاوتی: اس کا پاپ۔

تانترک: راج کمار کو تم سے چھڑانا اور اپنا بنانا۔

پربھاوتی: مگر میں نے اس کے قتل کے لیے کب کہا تھا۔ اس گھور پاپ کا حکم کب دیا تھا۔ موئے خونی، نیچ، گھاتکی۔ میں پاپن تھی، لوبھن تھی، سوارتھن تھی۔ مگر میں نے کبھی نہیں چاہا کہ اپنے سہاگ کے لیے دوسرے کا سہاگ مٹا دیا جائے، ایک نردوش کنیا کا خون کرکے اس کے بدلے میری مانگ میں سندور

لگایا جائے۔

تانترک: یہ کیا ہوا؟ ایسے اچھے کام کا ایسا برا پرینام؟

سکھی 1: تم جیسے دھرماتما کے پنیہ پرتاپ سے جو ہونا چاہیے تھا، وہی ہوا۔

پربھاوتی: بھولی، نردوش، غریب قتل کردی گئی۔ ایک پاپن کو خوش کرنے کے لیے ایک پاپی نے اُسے قتل کرادیا— کیا اس گھور پاپ کو کوئی بھول سکتا ہے۔ کیا دنیا کے تمام سمندر مل کر اس نردوش کے خونی دھبوں کو دھو سکتے ہیں۔

سکھی 1: سکھی۔ سکھی۔

پربھاوتی: سورج کا اُجالا میرے اور تمھارے ہی لیے نہیں سارے جگت کے لیے ہے۔ گنگا اور یمنا کا جل ایک کے واسطے نہیں بلکہ سارے جگت کے لیے ہے۔ ایشور نے پریم کرنے کا ادھیکاری کسی خاص استری کو نہیں بنایا بلکہ ہر ایک استری کو پریم کرنے کا حق ہے۔ پھر اس کا کیا قصور تھا جو اس کے جیون کی ڈور کو جس سے وہ اپنے پیارے کے ساتھ بندھی ہوئی تھی کاٹ دیا گیا۔ کیوں کاٹ دیا گیا؟

تانترک: یہ ہے عورتوں کے وعدے اور ان کی باتوں پر بھروسا کرنے کا پرینام۔

(تانترک کا جانا)

پربھاوتی: خون۔ خون۔ نیائے کا خون۔ نردوش کا خون، مگر کس نے کیا؟ اس نے، راجا نے، جلاد نے، جلاد کی تلوار نے۔ نہیں نہیں۔ کیول میں نے۔ میری اندھی بدھی نے۔ میری اریشا نے، اگر میں راج کمار کی چھوی دیکھ کر اس سے پریم نہ کرتی۔ اُس پریم کے جوش میں دوسروں کے پریم سمبندھ کو توڑنے کے لیے ایسے نہ کہتی۔ اگر یہ نردئی وہاں نہ جاتا تو یہ جو کچھ ہوا۔ کیوں ہونے پاتا۔ آنکھ سوئے ہوئے من کو جگاتی ہے۔ من کا مناؤں کو اٹھاتا ہے۔ کامنائیں لوبھ اور سوارتھ کو اکساتی ہیں۔ لوبھ اور سوارتھ پاپ کو ابھارتے

ہیں اور پاپ پاپیوں کو لے کر نرک میں جا گرتا ہے۔ اب میں کہاں ہوں؟
نرک میں۔ ہاں۔ ہاں نرک میں۔ جہاں دھکار ہے— ہر طرف اندھکار ہی
اندھکار ہے۔

(پربھاوتی کا مورچھت ہوکر گرنا اور سکھیوں کا اُسے اٹھا کر لے جانا)

انکؑ دوسرا— سین دوسرا
(کومک)

پرانی جی کا مکان

(رندا۔ جٹا شنکر۔ پھوڑے۔ جھنجھرو آدی کا دکھائی دینا)

رندا: کیوں متر جٹا شنکر۔ آپ میں بالکل اودیچیہ برہمن ہی معلوم ہوتا ہوں نا؟

جٹا شنکر: اجی تمھاری پوشاک سے تو کسی کو شنکا ہو ہی نہیں سکتی۔

رندا: اور اس لپوڑے کو تو دیکھو کہ بالکل پروہت بن بیٹھا ہے۔

پھوڑے: اجی اس پوشاک سے آج پرانی جی پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔ (جھنجھرو سے) مگر یہ تو بتاؤ کہ لڑکی کی عمر تیرہ ہی ورش کی بتائی ہے نا؟

جھنجھرو: ایک بار تو کہہ دیا کہ تیرہ برس کی لڑکی اور تلک پانچ ہزار ہے۔

جٹا شنکر: تو بس سمجھ لو۔ پہلی ہی اُڑان میں بیڑا پار ہے۔ (کھٹکھٹاہٹ سن کر) ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ شاید پرانی جی دروازہ کھولتے ہیں۔ آؤ بغل میں چھپ جاؤ۔

(پرانی جی دروازہ کھول کر دھواں کرتے ہوئے چولھا لے کر باہر آتے ہیں۔ چولھا پھونکتے ہیں اور آنکھ ملتے ہیں۔)

پرانی: اری لکشمی۔ پرماتما کرے اندھی استری کسی کے پالے نہ پڑے۔ گھر کی رکھوالی تو گئی سوگئی۔ اب روٹی وغیرہ بنانے کا بھی کلیش اُٹھانا پڑتا ہے۔ (پنکھا جھلتے ہوئے) اوہ۔ بڑی تکلیف کا کام ہے۔ ''پتنی بنا بھوتی اَرنیہ ٹلیم۔''

ارتھات استری بنا گھر جنگل کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(اندھی پتنی کا آنا)

اندھی: مہاراج۔ میں نے تو آپ سے پہلے ہی پرارتھنا کی تھی کہ ماتا پتا سے الگ رہنا ٹھیک نہیں۔ پرنتو آپ نے نہ مانا۔ پتا سے الگ ہوئے، اچھا نہیں کیا۔

پرانی: کیوں نہیں اچھا کیا؟ جب اُس مورکھ پتا کو دھرندھر وِدوان پتر کو الگ کرتے لجا نہ آئی، تب مجھے اُن دیہاتی گنواروں کو الگ کرنے میں کیا لجا ہے۔ ''کرتم پرتی کرت کریات ہنستم پرتی ہنستم۔'' ارتھات جو جیسے کے ساتھ تیسا کرتا ہے، وہ بدھیمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(چولھے میں زیادہ آنچ ہونے سے اَدہن ابل کر گرنے لگتا ہے)

پرانی: (اندھی سے) لا۔ لا۔ جلدی دال لا۔ سب اَدہن اُبھنا جاتا ہے۔

اندھی: لیجیے۔

(دال کے بدلے میں نمک کی ٹوکری لے آتی ہے)

پرانی: اری مورکھے۔ نمک کیوں اُٹھا لائی؟

اندھی: مہاراج۔ روز اسی ٹوکری میں تو دال رکھی رہتی تھی۔

پرانی: اری، دوڑ دوڑ۔ الماری کے اُس کونے میں دال رکھی ہے۔ جلدی لے آ۔ اَدہن اُبل کر سب آگ کو بجھائے دیتا ہے۔

(پرانی اَدہن کا بٹوا اُتارتا ہے۔ بٹوا چھوٹ پڑتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔ اندھی دوڑتی ہے۔ اُس کے آنچل میں پھنس کر الماری گر پڑتی ہے اور اُس پر کے برتن پھٹ کر دال چاول سب ایک میں مل جاتے ہیں)

پرانی: اری مورکھے۔ یہ کیا کیا؟

اندھی: کیا گرا؟ کیا ہوا؟

پرانی: کمبخت۔ کیا ہوا پوچھتی ہے۔ الماری گرا کر سب برتن اور آٹا دال خراب کیا۔ پھر پوچھتی ہے کیا ہوا؟

اندھی: مہاراج۔ میں نے تو سمجھا۔ بھیتر کی الماری میں دال رکھی ہوگی۔ اس لیے دوڑ کر جانے لگی۔ دوڑنے میں شاید ساڑی کا پلّو الجھ گیا ہوگا۔ کیا کروں۔ میں تو اندھی لاچار ہوں۔

پرانی: (افسوس میں) اب کیا کریں۔ اِدھر تو مجھ اندھے نے بڑا پنگ آگ بجھائی۔ اُدھر اس اندھی نے الماری گرائی۔ دال میں رائی، چٹنی میں ملائی، بھات میں کھٹائی، گھی میں گرم سالہ، سب مل کر ہوگیا۔ گڑبڑگھوٹالا۔ اب کیسے پکائیں اور کیسے کھائیں؟ سچ ہے، جس کا کام اُسی سے ہوتا ہے۔ اَنیتھا نقصان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: سوامی جی۔ آپ کو تو دُکھ ہوتا ہے اور میری یہ دِشا۔ اب تو یہی اَچھا ہے کہ پتا جی کی ہی شرن لینی چاہیے۔ آخر تو وے آپ کے پتا ہیں۔ انھیں کے پاس رہنے سے آپ کو سکھ ملے گا اور ان کو بھی شانتی ملے گی۔

پرانی: شانتی ملے گی؟ آخر ہے تو استری ہی۔ وہی صلاح دے گی جس میں میرا پانی اُتر جائے۔ یہ نہیں جانتی۔ ’کتن سوچامی کرتم نہ منیے۔‘‘ پنڈت لوگ گئی بات کا پچھتاوا نہیں کرتے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: مہاراج۔ پتا کے اَپمان سے پُتر کا کچھ بھی پانی نہیں گھٹتا۔

پرانی: تو مورکھا ہے۔ ہاتھی کے دانت باہر نکل کر بھیتر نہیں جاتے۔ یدی سکھ چاہتی ہے تو مجھ سے صلاح لے اور جو کچھ میں نے سوچا ہے وہی کر۔

اندھی: کیا سوچا ہے؟

پرانی: سن۔ یہاں کے بڑے پروہت جی سے ہم سے ملاقات ہوئی تھی۔ اُن سے میں نے پتا کی مورکھتا اور اپنی وِدوَتا کا سارا حال سنایا تو انھوں نے کہا۔ کہ

آپ ایسے دِوِج وِدوان کو تو دھنی مانی پنڈت لوگ پانچ ہزار کا تلک دے کر بھی اپنی بیٹی بیاہنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ سو ٹھیک ہی ہے۔ وِدوان سروَتر پوجیتے۔ وِدوان کا سب جگہ سمّان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: تو پھر آپ نے اُن سے کیا کہا؟

پرانی: کہا کیا؟ یہی کیا میں بیاہ کرنے کو تیار ہوں۔ یدی آپ لوگ پھل دان لاویں گے تو میں چڑھا لوں گا۔ پنچت شوا پنچو پُرشا نام پتی اَویاوِ دھیتے۔ اَرتھات آپتی کال میں استری پرشوں کے لیے انیک وِواہ کرنے کا وِدھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: سوامی جی۔ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ پرنتو میری سمجھ میں دوسری شادی کرنا ٹھیک نہیں۔ اتہ سوامی جی پتا جی ہی کے پاس چلنا ٹھیک ہے۔ وہاں آپ کی ماتا بہن آپ پر پورن روپ سے پریم رکھتی ہیں۔ وہاں سب آپ کا کاریہ اچھی طرح سے چلے گا۔

پرانی: بس پجاری جی کی دوڑ مندر تک۔ ہیر پھیر کر وہیں چلو۔ اری مور کھے۔ ماتا بہنیں بھوجن بنا کر کھلا دیں گی۔ بہت کریں گی، سونے کے لیے بچھونا بچھا دیں گی۔ کیا استری کا کام تھوڑا ہی چلا دیں گی۔ استری کا کام استری ہی چلا سکتی ہے۔ سن۔ اردھانگنی نیتی منیو پر وَدنتی دیدہ۔ ارتھات استری ہی اردھانگنی ہے۔ یہ منیوں کا وِدھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: سوامی جی۔ جیسی آپ کی اِچھا۔ آپ اپنا بھلا برا سوچ لیں۔ میں تو آپ کی آگیا کارنی ہوں جیسی آگیا دیں گے، ویسا ہی کروں گی۔

پرانی: اچھا تو سن جو کچھ گہنا روپیہ تجھے تیرے پتا کے گھر سے ملا ہے، سو مجھے دے دے، اُس سے میں گہنا تو چڑھاوے میں چڑھا دوں گا اور پانچ وواہ میں لگا دوں گا اور تیرے واسطے ایسی سندر داسی لادوں گا کہ تو بیٹھی بیٹھی حکم چلاتا اور آنند مناتا۔

اندھی: پھر سوامی جی۔ اُدر پوشن کا کیا ٹھکانہ؟ پیٹ پاس ہے ہی۔

پرانی: (ہنس کر) بڑی سیدھی ہے لیکن جو سیدھا ہے وہی اگیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ اری باولی۔ وواہ کے ساتھ ہی پانچ ہزار تلک میں ملے گا۔

اندھی: پانچ ہزار!

پرانی: ہاں پانچ ہزار۔ ذرا جوڑ کے تو دیکھ۔ اس کے ہوتے ہیں کتنے لاکھ؟

اندھی: اوہو۔ اب تو اپنا گھر کُبیر کا بھنڈار ہوجائے گا۔ پرنتو سوامی جی۔ کوئی ٹھگ نہ مل جائے۔ نہیں تو گھر کا سب گہنا پتا بھی اٹھا لے جائے۔

پرانی: ٹھگ نہ مل جائے۔ ایک وکٹ بھیانک وِدوان کو ٹھگ آکر ٹھگ لے جائے۔ ارے میں جو چاہوں تو دنیا کو ٹھگ لوں۔ بھلا کوئی مجھے ٹھگ سکتا ہے۔

اُپادھیائے، نٹے، دھورتے کٹنیا پانچ بہو شروتے

مایا تتر نہ کرتویا — مایا تے نیو نرمِتا

ارتھات وِدوان کے سامنے مایا نہیں چلتی۔ کیونکہ وہ انھیں کارچا وِدھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

اندھی: خیر، یہ سب اپنا بھلا برا سوچ لیویں۔

(چاروں ٹھگوں کا آنا)

رندا: نیایا چاریہ جی۔ نمسکار۔

پرانی: آشیرواد۔ پدھاریے۔

جٹاشنکر: شاستر وشارد جی۔ پرنام۔

پرانی: خوش رہو۔ براجیے۔

لپوڑے: واچسپتی جی۔ ڈنڈوت۔

پرانی: آیوشمان۔ آیئے۔

جھنجھرو: پنڈت جی۔ رام رام۔

پرانی: آؤ بٹیا گنگا رام۔

چاروں ٹھگ: اور تو سب کچھ کُشل ہے نا؟

پرانی: آپ صاحبوں کی کرپا ہے۔

لپوڑے: پنڈت جی۔ دواہ نشچت ہوگیا اور سب سامان بھی تیار ہے۔

جٹاشنکر: تیرہ برس کی کنیا اور تلک بھی پانچ ہزار ہے۔

جھنجھرو: اور ساتھ میں چالیس گھر کا بیوہار ہے۔

رندا: اور سسر بھی لکھ پتی اور ساہوکار ہے۔

پرانی: واہ واہ۔ جب ایسا سسرا رہے، تب تو کہنا ہی کیا ہے۔ ''اَسارے کھلوسنسارے سارم شوستر مندرم۔'' ارتھات سنسار میں سسرال سکھ کی کھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ ہاں یہ بھی تو بتاؤ کہ شریمتی کنیا جی کا سوروپ کیسا ہے؟

جٹاشنکر: سوروپ۔ سوروپ تو ایسا ہے مانو بدلی میں سے چاند نکل آیا ہو۔

جھنجھرو: اور سوروپ میں پرکاش ایسا ہے مانو مجلس میں فانوس جلایا ہے۔

لپوڑے: اور لالتیہ بھی ایسا ہے مانو اَرونودے نے پرکاش پھیلایا ہے۔

جھنجھرو: بس سمجھ لو کہ اندھیری کوٹھری میں دیاسلائی جلایا ہے۔

رندا: انوپم ہے۔ بس سمجھ لو، برہم دیو نے ایک ہی رتن بنایا ہے۔

پرانی: دھنیہ ہے۔ دھنیہ ہے اور پنڈت جی، شریر کی بناوٹ کیسی ہے۔ کوملانگی ہے، یا کھرکھرانگی؟

رندا: کوملتا۔ کوملتا تو ایسی ہے جیسا گلاب کا پھول گدگدایا۔

جٹاشنکر: مانو مخمل پر ہاتھ پھرایا۔

جھنجھرو: دیکھتے ہی وہ آنند آتا ہے، مانو ملائی کی قلفی کھایا۔

لپوڑے: اجی۔ میرے تو منھ میں پانی بھر آیا۔

پرانی: دھنیہ ہے اُس کو۔ جس نے ایسا روپ اور کوملاپن پایا اور دھنیہ ہے اس گھر کو کہ ایسے روپ کا خزانہ اس کوٹھے میں آیا۔ دھنیہ ہے اُن صاحبوں کو جنھوں نے استری رتن کو اس ودیارتن سے ملایا۔ ''گنڑی گنزوم وِیتی نکنزو۔''

ارتھات گنڈی ہی گنڈی کو پہچانتا ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

رندا: اب ولمب کرنا اچھا نہیں ہے۔ وہاں سب لڈو کھانے والے پنچ اکٹھا ہیں۔ کیول دولھا کے پہنچنے کی دیر ہے۔ جلدی چڑھاوے کا گہنا کپڑا نکالیے اور اپنی پوشاک سنبھالیے۔

پرانی: ہاں ہاں۔۔

کالھ کرے تو سو آج کر، آج کرے سو اَب
پل میں پرلے ہوئے گا، پھیر کرے گا کب

سامنے آئے ہوئے کاریہ کو جو ٹکال کرتا ہے وہ بدھی مان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ (لکشمی سے) لکشمی۔ چڑھاوے کا گہنا جلدی سے تھالی میں سجا لاؤ اور وہ پانچ سو روپیوں کے نوٹوں کا بنڈل بھی لیتی آؤ۔

اندھی: جو آگیا۔

(لکشمی جاتی ہے)

جٹاشنکر: کیا کہیں پرانی جی۔ آپ بڑے ہی بھاگیہ وان ہیں۔ آپ ہی ایسوں سے ہم لوگوں کا کلیان ہے۔

پرانی: وِدوان سے وِدوان ملتا ہے، تبھی آنند آتا ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(لکشمی آتی ہے)

اندھی: لیجیے۔ مہاراج یہ گہنا اور نوٹوں کا بنڈل۔

پرانی: (جٹاشنکر سے) لیجیے پروہت جی۔ یہ گہنے کا تھال آپ سنبھالیے۔

جٹاشنکر: (سویم سے) یہ کیا ہم تو نوٹوں کا بنڈل بھی سنبھالیں گے (پرکٹ) لائیے۔

(گانا)

جٹاشنکر: نیتی وان سے کریں گے آج بیاہ دان۔

پرانی: وہ ہی بدھی مان۔ وہی شاستر کا پرمان۔

جٹاشنکر: میرے بھاگیہ۔

چاروں ٹھگ: آج کھل گئے۔

بڑے گنی، بڑھے دُھنی، ملے ہو گیان وان...... نیتی وان......

(سب کا جانا)

انک دوسرا — سین تیسرا

جنگل

(بن دیوی کا مردانہ پوشاک میں گاتے ہوئے آنا)

بن دیوی: بھارت رمنی وو ہی نار
ایک کو مانے، ایک کو جانے، ایک کو سمجھت پران آدھار۔
پتی کو سمجھت جگ کی جوتی جیون کا اُجیالا۔
روم روم اور سانس سانس پر جپتی پریتم نام کی مالا۔
تج دیت ہے سنسار۔
کوئی کو وشنو کی بھگتی، کوئی کرے شیو کی پوجا۔
ستی کے وشنو شیو پتی ہیں یہ جگ میں نا جانے دوجا۔
راکھے نہ اور سے پیار۔
بھارت رمنی وو ہی نار......

بن دیوی: نیلے آکاش پر بادل کے رنگ برنگی ٹکڑے اپنا اپنا سایہ ڈالے ہوئے ایک طرف سے آتے اور دوسری طرف نکل جاتے ہیں۔ یہی منشیہ کے من کی حالت ہے۔ دنیا اور سمپتی کی کروٹ کے ساتھ اس کے اندر ہی اندر طرح طرح کا پری ورتن ہوتا رہتا ہے۔ کبھی سکھ کی فصل کاٹتا ہے اور کبھی دُکھ کے بیج بوتا ہے۔ میرے پربھو، میرے سوامی پتا کے دباؤ اور پتر دھرم کے بچاؤ کے خیال سے میرے مرنے کا پورا پورا وشواس کرنے کے بعد مجبور ہوکر دوسری شادی

کرنے کے لیے جارہے ہیں۔ مجھے اس خبر کو سن کر کیا کرنا چاہیے؟ رنج یا خوشی؟ سکھ یا دُکھ؟ نہیں۔ دُکھی ہونے کا کوئی کارن نہیں ہے۔ پربھاوتی اپنی سیوا اور شکتی سے اُن کے شریر پر قبضہ کرسکتی ہے۔ پرنتو مجھے اُن کے ہردے سے، جس کے ساتھ میرا جیون جڑا ہوا ہے، کبھی الگ نہیں کرسکتی۔

(چندر کانت کا آنا)

چندرکانت: اہاہا۔ تم یہاں ہو۔ میری آنکھیں تمھیں ڈھونڈھ رہی تھیں۔ میرا دل تمھارے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ ارے تم پیچھے کیوں بھاگتے ہو؟ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں چلے آئے ہو؟

بن دیوی: کمار۔ میں تو آپ کے پریم کا پیاسا ہوں۔ بے بس بھونرا اپنے کنول کے اردگرد پھرنے کے سوا اور کہاں جاسکتا ہے؟

چندرکانت: متر۔ اپنی پران پیاری کے جدا ہونے کے بعد میرا جی چاند ستاروں سے چمکتے اور رنگ برنگے وستروں سے دمکتے ہوئے سنسار میں نہیں لگتا تھا۔ میرے لیے تنہائی اور اُداسی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر جب سے تم سے ملا ہوں اور معلوم ہوا ہے کہ تم میری پران پیاری کے سگے بھائی ہو تو اس روز سے یہ دنیا اپنے کو پھر دہرانے لگی۔ سنسار جیون کی بھولی ہوئی کہانی دوبارہ یاد آنے لگی۔

بن دیوی: (خود سے) کہیں پربھو مجھے پہچان تو نہیں گئے۔

چندرکانت: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنسار میں ضرور تم میرے پران آدھار ہوگے۔ یہ تمھارا ہاتھ چھونے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ تمھیں دیکھنے سے میرے دل میں پریم امنڈنے لگتا ہے۔

بن دیوی: (خود سے) آتما کا آتما ساکشی ہے۔ میرا من جس بھاؤنا سے ڈول رہا ہے، اُسے اس جگہ ایشور کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ میں آپ کا متر بننے کے لائق نہیں ہوں۔ البتہ آپ کا داس ضرور بن سکتا ہوں۔

چندرکانت: اہاہا۔ تم کیسے بھلے آدمی ہو۔ پرماتما تمھارا کلیان کرے (بن دیوی کا بیٹھ جانا)

یہ آپ کہاں بیٹھ گئے؟

بن دیوی: آپ کے چرنوں میں۔ آپ اس وقت بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لائیے میں آپ کے پاؤں دبا دوں۔

چندرکانت: شیو شیو۔ متر مجھے پاپی نہ بناؤ۔ تم برہمن ہو۔ تمھاری سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔ مجھے تمھاری سیوا کرنی چاہیے۔

بن دیوی: جب آپ کا اور میرا جی ایک ہو چکا تو آپ کی نہیں، میں اپنی ہی سیوا کرتا ہوں۔

چندرکانت: نہیں متر نہیں۔

بن دیوی: آپ کی سیوا میرے لیے مہا آنند ہے۔ کیا آپ متر ہوکر مجھے آنند دینا نہیں چاہتے۔

چندرکانت: مجبور کرتے ہو۔ اچھا جیسی تمھاری مرضی......

(بن دیوی کا چندر کانت کے پیر دبانا اور گانا)

سنسروا میں کوئی بتلاؤ کون سکھیا جی۔
راجا بھی دُکھیا اور پرجا بھی دُکھیا جی۔
دُکھیا جگت میں نرنار ہے— سنسروا میں......

(گانا سماپت ہوتے ہی دو آدمیوں کا آنا)

پہلا: راج کمار!

چندرکانت: تم پھر آگئے۔ کیا پتا جی نے مجھے قید سے اس لیے رہا کیا تھا کہ جس قدر جلد ہوسکے مجھے اس سے بھی بھاری زنجیر میں جکڑ دیا جائے۔ کیا اس زبردستی کی شادی سے میرا مرجھایا ہوا دل کھل جائے گا۔ کیا مجبور کرکے ہاتھ ملا دینے سے ہم دونوں کا دِل مل جائے گا؟

دوسرا: راج کمار۔ آپ شورویر ہیں۔ جب ایک بار آپ اپنے پتا سے شادی کرنے کا اقرار کر چکے ہیں تو اس کا پالن کرنا آپ کا دھرم ہے۔ سوچیے سوچیے اگر آپ

لگن نہ کریں گے تو ایک شریف گھرانے کی نردوش کنیا کی بڑی ہانی ہے۔

چندرکانت: میں جو ہاتھ بن دیوی کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، وہ دوسری استری کے ہاتھ میں کیسے دوں گا؟

پہلا: مگر کمار۔ وہ تو مرچکی۔

چندرکانت: مرچکی۔ تمھارے لیے۔ پتا جی کے لیے، دنیا کے لیے۔ مگر میرے لیے نہیں مری۔ میں ابھی تک کانوں سے اُس کی آواز سنتا ہوں۔ میری زندگی ابھی تک اپنے اندر اُسے جاگتا، ہنستا، بولتا پارہی ہے۔

بن دیوی: کیا آپ میری بھی ایک پرارتھنا سنیں گے؟

چندرکانت: کہو کہو میرے پیارے متر۔ شوق سے کہو۔

بن دیوی: آپ راجپوت ہیں اور راجپوت دو ہی صورتوں سے پہچانا جاتا ہے۔

چندرکانت: یعنی....

بن دیوی: تلوار سے — یا زبان سے۔ جب آپ کسی دباؤ یا پتر دھرم کے بھاؤ سے مجبور ہوکر ایک مرتبہ اپنے پتا جی کے سامنے زبان ہار چکے ہیں، تب انکار کرنا مہاؤراچار ہے۔ یہ سچ کہتے ہیں کہ آپ کی ہاں اور نا پر ایک نردوش کنیا کے جیون اور بھوشیہ کا آدھار ہے۔

چندرکانت: متر۔ کیا تم بھی ان سے مل گئے ہو۔ یہ تم کہتے ہو؟ زبردستی کی شادی میرے لیے کون سا سکھ کا سامان ہوسکتا ہے۔ تم جسے شادی کہتے ہو، دراصل یہ شادی نہیں ہے بلکہ شادی کے پردے میں میرا بلیدان ہے۔

بن دیوی: نہیں متر نہیں۔ یہ بلیدان نہیں بلکہ دھرم یگیہ ہے اور اس یگیہ میں سب سے پہلے آپ کو بن دیوی کے پریم کی آہوتی دینی ہوگی۔

چندرکانت: خیر متر۔ اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو چلو جہاں تمھاری مرضی ہو وہاں لے چلو۔ میں اپنی پھانسی پر اپنے پیروں سے چلنے کو تیار ہوں۔ متر تم نے گھور دُکھ کو مہان سکھ کے سوروپ میں نہ دیکھا ہوگا۔ کیا تم اس وچتر درشیہ کو دیکھنے کے لیے میرے ساتھ آسکتے ہو؟

بن دیوی: آؤں گا متر ضرور اور تمھیں سکھی دیکھنے کے لیے اپنے ہاتھ سے تمھارا لگن کراؤں گا۔

چندر کانت: آہ تم کیسے بھلے ہو۔ اگر میری پیاری بن دیوی تھی تو تم ضرور بن دیوتا ہو۔

(چندرکانت اور دونوں آدمیوں کا جانا۔ رشی کا آنا)

رشی: گنگاپر پریم سے جھکے ہوئے اور اس کی پوتر دھارا کو نمسکار کرتے ہوئے پہاڑوں کی شانت گپھاؤں میں تونے گونجتی ہوئی آواز دی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تو کسی کاریہ یا کسی سہایتا کے لیے پکار رہی ہے۔

بن دیوی: ہاں۔ پتا جی۔ آپ کے اس کشٹ کا کارن میں ہی ہوں۔

رشی: پتری۔ کیا کام ہے؟

بن دیوی: پتا جی آج اس لگن منڈپ میں ایسے دو دل ایک ڈور میں باندھے جائیں گے جس کا بھاؤ اور سوبھاؤ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اگر ان کے ہاتھ ملے اور دل الگ الگ رہے تو اس شادی کا بڑا بھیانک پرینام ہوگا۔

رشی: تو میں کیا کروں؟ تو کیا چاہتی ہے؟

بن دیوی: میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ جوڑا دو جسم ایک جان ہو۔ دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے پریم اور مان ہو۔ آپ آشیرواد دیجیے کہ اس نردوش جوڑے کا کلیان ہو۔

رشی: آشیرواد دوں۔ تیرے شتروؤں کو، تیرا سکھ اور سہاگ لوٹنے والوں کو۔

بن دیوی: پتا جی۔ اس دنیا میں نہ میرا کوئی دشمن ہے اور نہ میں کسی کی دشمن ہوں۔ جو منشیہ کرم کے پھل کو جانتا ہے، اُسے دوسرے پر کبھی دوش نہیں لگانا چاہیے۔ اگر اس کو کسی منشیہ سے دکھ پہنچے تو اس دُکھ کو اپنے پچھلے جنم کی سزا سمجھ کر ایشور کی مرضی کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے۔

رشی: اس شادی سے تمھیں کوئی دُکھ تو نہیں پہنچے گا؟

بن دیوی: پتا جی مجھے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے تپو بل کی درشٹی

سے میرے دل میں چھپے ہوئے بھاؤ کو دیکھ سکتے ہیں۔

رشی: پتری۔ تیرے ہردے کی پوترتا اور نہ سوارتھ بھاؤ کو دیکھ کر میرے من کو بڑی شانتی ہوئی۔ اگر تو اسی مارگ پر درڑھتا سے چلتی رہی، تو تیرا جنم ضرور سپھل ہوگا۔ بول کیا چاہتی ہے؟

بن دیوی: آپ آشیرواد دیجیے کہ اس جوڑے کا کلیان ہو۔

رشی: ایسا ہی ہوگا۔ جا پتری تیرا کلیان ہو۔

بن دیوی: اب میرے دل کو سنتوش ہوا۔

(دونوں کا جانا)

انک دوسرا — سین چوتھا
(کومک)

ٹھگوں کا مکان

(ٹھگ لوگ گدی تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور ایک لڑکے کو استری کے کپڑے پہنا رہے ہیں)

رندا: کیوں بھائی بغلول۔ کیا دیر ہے؟

بغلول: سب تیار ہے۔ صرف درگا سنگھ کو ساڑی بھر پہنانا باقی ہے۔ ابھی پہنائے دیتا ہوں اور آپ کے حساب کے مطابق نقلی نوٹوں کا بنڈل بھی تیار ہے۔

رندا: اچھا تو میں جاتا ہوں اور پرانی کو لاتا ہوں۔ دیکھو خوب خبردار۔

کالو: بھائی بغلول۔ آٹھوں جوانوں کو بھی میں نے استریوں کے کپڑے پہنا گیت گانے کے لیے بیٹھا دیا ہے اور امید رام کو لڑکی کا پتا بنا دیا ہے۔ اب اسے گدی پر بیٹھاؤ۔ (امید رام کا گدی پر بیٹھنا) یہ لو نقلی نوٹوں کا بنڈل جٹا شنکر کے پاس پہنچاؤ۔

بغلول: (بنڈل لے کر) ٹھیک۔ مگر کچھ پچھلے دروازے کا بھی خیال ہے۔

کالو: وہاں پر بھی سکھ لال ہے۔

بغلول: اچھا دیکھو شاید جٹا شنکر وغیرہ اُسے دولھا بنا کرلا رہے ہیں۔ جاؤ کاریہ آرمبھ کرو۔

(کالو کا جانا۔ اندر سے ڈھولک پر عورتوں کا گیت گانا۔ اُمید رام اور گووند دونوں کا سواگت کے لیے تیار ہونا)

(گانا)

مکٹ دھرشیام رے۔ تو تو باپن کو جام
ایک باپ متھرا بسے رے لالا۔ دو جوگوکل گام— مکٹ......
بوا تمھاری دروپدی رے لالا۔ پانچ مرد کی بام— مکٹ......
لوٹ لوٹ دَدِھی کھائی ہے رے لالا۔
چور تمھارا نام— مکٹ......

پرانی: (نوٹوں کے بنڈل جیب میں دیکھتا ہوا آکر) واہ۔ واہ۔ سسر جی پرنام۔
امیدرام: آیوشمان۔ پدھاریے پدھاریے پنڈت جی۔ اُہو بھاگیہ۔

(جیب کی طرف ترچھی نظر سے دیکھتا ہے)

گووند: بڑی خوشی۔ پرماتما یہ دن سدا دکھائے۔ (سویم سے) اور ہمارے ہاتھ میں ایسی چڑیا آوے۔
جٹا شنکر: (اُمید رام کو پرانی کی جیب کاٹنے کا اشارہ دیتا ہے) پنڈت جی آپ بڑے ہی سجّن ہیں۔
امید رام: (پرانی کا جیب دکھا کر) بیٹا گووند۔ تمھارے بہنوئی دور سے تھکے آئے ہیں۔ ذرا پیر دبا دو (سویم سے) اور وہ نوٹوں کا بنڈل ٹھکانے لگادو۔
گووند: جو آگیا۔

(گووند پیر دباتا ہے اور دھیرے دھیرے جیب میں سے نوٹوں کا بنڈل نکال لیتا ہے اور جٹا شنکر اخباروں کا بنڈل جیب میں رکھ دیتا ہے۔)

جٹا شنکر: (پرانی کی طرف اشارہ کرکے) اجی آپ کی جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔
پرانی: نہیں مہاراج۔ ایسی کوئی زیادہ حرارت نہیں ہے۔ رہنے دیجیے۔
گووند: نہیں نہیں۔ پنڈت جی۔ ہمارے اُہو بھاگیہ جو آپ کی سیوا کرنے کا ہمیں سوبھاگیہ پراپت ہوا۔

پرانی: نہیں مہاراج۔ میں تو صرف وِگّیہ وِدوان ہوں، آپ بڑے سجّن ہیں۔ (سویم سے) لکشمی گھر پر کہتی تھی۔ کہیں ٹھگوں سے کام نہ پڑ جائے۔ وہ کتنی مورکھا اور بھولی تھی۔ بھلا کیسے سجّن لوگ ہیں۔ ذرا ان کی سیوا تو دیکھو۔ کتنے بڑے رئیس اور کتنی نرمی۔ ''مشیزوپی نہ تیاجتی شیل گنزوم کلینہ۔'' سجّن پرش ناش ہونے پر بھی گنزوں کی کھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے (گووند سے) بس رہنے دیجیے۔ (جٹا شنکر سے) پروہت جی۔ اب کیوں دیر ہو رہی ہے؟

جٹا شنکر: (اُمید رام سے) یہاں کا کام تو ہو ہی چکا۔ صرف اندر کی کاریہ واہی میں ابھی کچھ باقی ہے۔ پنڈت جی اندر کی کاریہ واہی جلدی نپٹائیے۔ سمے تھوڑا ہے۔ دیر کرنے سے لگن سنکھی میں آجائے گی۔ (سویم سے) اور پھنسی پھنسائی چڑیا پنجرے سے اُڑ جائے گی۔

پرانی: لگن بتا کر وِدھی کرانے میں بہت نقصان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

امیدرام: سب تیار ہے۔ آپ آیئے اور ویدی کی تیاری کرایئے۔ (سویم سے) اور گہنا بھی ٹھکانے لگوایئے۔ گووند، تم بھی آؤ۔

پرانی: (استری بنے ہوئے لڑکے کو دیکھ کر) واہ وا۔ ایسی سندر استری! کیسا روپ پایا ہے! پیاری یہ داس تمھاری سیوا میں سدا اُپستھت رہے گا اور رہنا ہی چاہیے۔ کیونکہ ''کل بنیتا کین تلیا سیات۔'' سنسار میں کون استری کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

استری: (ہاتھ جوڑ کر اور سویم سے) ٹھہر جاؤ۔ دو گھڑی کے بیچ میں صفا چٹ میدان ہے۔ (پرگٹ) اوں ہوں۔ ہم سے ایسی باتیں نہ کرو۔

پرانی: (سویم) آہا۔ ''نوینا مینا کشی دیتھ یتی منی نامپی منہٗ'' نوین استری منیوں کا من بھی ڈگانے میں بلوان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ ہردے کی تراوٹ سے دیکھو، اس کا دستر بھی کیسا ٹھنڈا ہے؟

استری: (سویم سے) اوپر ہی ٹھنڈا ہے۔ اندر تو مسنڈا ہے۔

پرانی: ابھی بڑی نادان ہے۔

استری: (سویم سے) تو ہی اگیان ہے۔ یہ تو ٹھگوں کا ندان ہے۔

پرانی: پیاری۔ ذرا نظر تو ملاؤ۔

استری: (روٹھتے ہوئے) ہٹو۔ مجھے ایسی باتیں نہ سناؤ۔

پرانی: آہا۔ سور بھی کیسا کچا ہے۔

استری: (سویم سے) کیونکہ ابھی دُرگا سنگھ بچہ ہے۔

پرانی: اِن کی زلف تو دیکھو۔ ناگن کی طرح لہراتی ہے۔

استری: (سویم سے) ارے مورکھ، یہ تو اوپر سے لگاتی ہے۔ جو کہ دو روپے میں خرید کر آئی ہے۔

امیدرام: (نے پتھیہ سے) پروہت جی۔ کنیا کو چوک پر بٹھانے کو لے آیئے۔

جٹاشنکر: جو آگیا— (پرانی سے) آپ یہیں براجیے۔

(جٹاشنکر آکر استری کو لے جاتا ہے)

جٹاشنکر: (جاتے ہوئے) گووند۔ یہ چڑھاوے کا گہنا اور کپڑا بھی لیتے آؤ۔ چوک پر لڑکی کو پہنایا جائے گا۔ (سویم سے) اور سیدھا گڑپ کرایا جائے گا۔

(گووند کا آکر پرانی جی کے پاس سے کپڑا گہنا لے جانا)

گووند: مہاراج۔ کچھ پان پتا کھایئے (سویم سے) یہاں تو ایسا سامان ہے۔ اندر تو صفا چٹ میدان ہے۔

پرانی: (سویم) پہلے تو کنیا گئی۔ پھر گہنے کی باری ہے۔ بس اب بندے کی باری ہے۔ تب دلھن ہماری ہے۔ پہلے ہوم، پیچھے اَنشٹھان، جس کے بعد پانی گرہن وِدھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ (مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے) بس اب لکشمی کو پلنگ کے نیچے اُترنے کا کوئی کام نہیں۔ پلنگ پر ہی پانی، پلنگ پر ہی کھانا۔ بیٹھے بیٹھے ہی پان چبانا اور موج اُڑانا۔ (کندھا اُچکا کر) بس جس سے پیاری گھر آوے گی تو میں کہوں گا۔ پیاری ذرا اِدھر آؤ۔ تو وہ

کہے گی۔ چھوڑو چھوڑو۔ میری نازک کلائیاں نہ مرکاؤ۔ تب میں کہوں گا۔ پران پریا، اتنا تو نہ ترساؤ۔ تب وہ نگاہ چرا کر مسکرائے گی۔ تب میں بھی چونچلا ہی بگھاروں گا اور ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچوں گا (ہاتھ چلاتا ہے) اگر وہ اس پر بھی نہ آئے گی تو میں جھوٹی ناراضگی دکھاؤں گا اور منہ پھلا کر اینٹھ جاؤں گا۔ پرش کا روٹھنا ہی استری کا اُکلیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(داروغہ کا پرویش)

داروغہ: (چھپ کر سویم) بس یہی شیطان ہے۔

پرانی: (داروغہ کو نہ دیکھ کر سویم) تب تو بڑا آنند آئے گا۔ جب وہ مجھے منائے گی۔ تب میں بھی کہوں گا کہ اب روٹھ گیا۔ تب وہ کہے گی۔ نہیں میرے پیارے۔ تب میں جھپٹ کر کہہ دوں گا کہ چل دور ہٹ کنارے۔

داروغہ: واہ بے بھٹیارے۔ اب تو پڑگیا پنجے میں ہمارے۔

(جیوں ہی پرانی جھڑکنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے تیوں ہی داروغہ ہاتھ پکڑ لیتا ہے)

پرانی: ہے بھگوان۔ یہ پولس کیسا؟

(مالک مکان کا آنا)

مالک مکان: کم بخت نے تین مہینے سے مکان پھنسا رکھا ہے۔ ایک پیسہ بھی کرائے کا نہیں دیا ہے۔ نوکروں کو پھرا پھرا کر پریشان کرڈالا۔ ایک اُدھیلا بھی گانٹھ سے نہ نکالا۔ تمام مکان کا سامان بیچ ڈالا۔ مکان چوپٹ کرڈالا۔

داروغہ: بول بے بول۔ وہ سب سامان کہاں گیا؟

پرانی: کیسا سامان؟ یہ تو ہماری سسرار ہے۔ ابھی گھڑی آدھ گھڑی میں ہمارا بیاہ ہونے والا ہے۔ اندر سب تیاریاں ہورہی ہیں۔ تو یہاں کہاں سے آدھمکا؟ کم بخت نے تمام میرا آنند ہی خاک کرڈالا۔

داروغہ: ہاں۔ یہاں آپ کا بیاہ ہونے والا ہے؟
پرانی: جی ہاں۔
داروغہ: گویا آپ اس مکان میں رہتے ہی نہیں، داماد بن کر آئے ہیں؟
پرانی: کہہ تو دیا یہ ہماری سسرار ہے۔ سسر پُر نواسم سورگ تلیم نرانام۔'' سسرال آنند کا استھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔
داروغہ: کیوں بھتیجے۔ چچا سے بھی بہانہ۔ دال بھات تو تو نے بہت کھایا ہے۔ مگر اب سوکھا ملیدہ بھی کھاتے جانا۔

(پرانی کو کوڑے سے مارنا)

پرانی: ارے یہ کیا اندھیر کرتے ہو؟ کیوں ایک دُھرندھر وِدوان کی عزت دھول میں ملاتے ہو؟ ''ودیا دھنم سرودھنم پردھانم۔'' ودیادھن سب سے پردھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔
مکان مالک: اگر مار نہیں کھانا ہے تو ہمارا تین مہینے کا کرایہ اور مکان کا سب سامان رکھ دو۔ نہیں تو کوتوالی میں چل کر الٹا ٹنگواؤں گا اور بیتوں سے تمھارا چمڑا اُدھڑواؤں گا۔
پرانی: اجی صاحب۔ ذرا آدمی کو بھی پہچانو۔ ''نہ جاناتی کتھم ودتی۔'' وہ کیسے بتا سکتا جو کہ انجان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔
داروغہ: (کوڑے مارتے ہوئے) تیرے پرمان کی ایسی تیسی۔ کمبخت رذالا۔ ٹکیہ تماکو بیچنے والا۔ باتوں ہی بات میں مچا دیا گڑبڑگھوٹالا۔
پرانی: ارے ٹھہرو ٹھہرو۔ کیوں مارتے ہو؟ ذرا سن لو۔ ارے او پنڈت جی۔ او سسر جی۔ او سالے جی، کہاں چلے گئے؟ کیا سب کے سب مرگئے؟ داماد کی کیسی دُر دَشا کراتے ہو۔ ''جاماتا پتر تلیم سیات۔'' داماد بیٹے کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔
پولس: بول کس کو پکارتا ہے؛ اندر کون ہے؟ وہاں کیا ہوتا ہے؟

پرانی: ہمارا بیاہ ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔ ابھی ابھی تو سارا گہنا کپڑا لے کر دلھن کو پہرانے گئے ہیں۔

داروغہ: اجی یہ یوں نہیں بتائے گا۔ بس اسی کوڑے کے ذریعے سیدھے راستے پر آئے گا۔

(کوڑے ماتا ہے۔ اُسی سے پریکشک آتا ہے)

پریکشک: (آکر) ہیں۔ ہیں۔ کیا کرتے ہو؟

پولس: اجی، یہ کمبخت تمام مکان کا سامان نکال لے گیا اور تین مہینے کے کرائے میں بھی کچھ نہیں دیا۔ اُس پر سے بہانے بناتا ہے۔

پریکشک: ارے بھائی، تم بھولتے ہو۔ یہ تو اپنے گنگا کمار دیاس کا بڑا لڑکا ہے۔

مکان مالک: (اچنبھے سے) ایں۔ گنگا کمار دیاس کا بڑا لڑکا؟

پریکشک: ہاں۔

مکان مالک: پھر یہاں کیسے آگئے؟ اور دے کرائے دار سب کہاں چلے گئے؟

پرانی: اجی صاحب۔ وہ تو میرا بھی ستیاناس کر گئے۔ تمام گہنا کپڑا اُٹھا لے جا کر مجھے بھکشک بنا گئے۔ ''منورتھم ورجناتام، دیوو نہ جاناتی کتو منشیہ۔'' پاپی کے منورتھ سے دیو بھی انجان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: اجی صاحب۔ میں نے تو ابھی سنا ہے کہ بیاہ کرنے گئے ہیں۔ سب کپڑا گہنا لے گئے ہیں اور پانچ سو کے نوٹ بھی لے گئے ہیں۔ یہی سن کر میں بھی دوڑا آیا اور ان کی استری بھی آرہی ہے۔ پرنتو انھوں نے تو یہاں سب گنوایا۔ پورا دھوکا کھایا۔

(پرانی کی استری اندھی لکشمی کا آنا)

اندھی: کیوں سوامی جی۔ نئی دلھن ملی؟

پرانی: نئی دلھن کا نام مت لے۔ اس کمبخت کے پھیر میں تو سب گہنا کپڑا گیا اور

کوڑوں کی مار سے پیٹھ کا چمڑا اُڑ گیا۔

اندھی: اور نوٹ؟

پرانی: نوٹ تو ہمارے پاس ہیں۔ بھلا وہ کون لے سکتا ہے؟

اندھی: تو لاؤ۔ وہی مجھے دے دو۔

پرانی: ہاں۔ لے لو۔

(پرانی جیب سے نوٹ کا بنڈل نکال کر اندھی کے آگے پھینکتا ہے)

پریکشک: اجی۔ یہ نوٹ نہیں۔ یہ تو اخبار ہے۔

پرانی: نہیں۔ اخبار ہے۔ کیا اُن دشٹوں نے نوٹ بھی نکال لیے۔ ارے یہ کیسا بہتان ہے۔

پریکشک: ''ارتھو دوشو نہ پشیتی۔'' ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پرانی: ہائے ہائے۔ میں نے تو سروسو گنوایا۔

پولس: تب تو ہم نے بھی دھوکا کھایا۔

مکان مالک: میں نے بھی انھیں ناحق پکڑوایا۔

پرانی: ارے متر پریکشک۔ ذرا اندر تو دیکھو۔

مکان مالک: وہاں کیا ہے؟ وہاں تو سب سنسان ہے۔

پولس: صفا چٹ میدان ہے۔

پرانی: یہ کیسا انوسندھان ہے۔

پریکشک: انوسندھان نہیں۔ یہ بھی شاستر کا پرمان ہے۔

پولس: اچھا بھائی۔ ہمیں شما کرنا۔ ہم نے تمھیں فضول ستایا۔

مکان مالک: مجھے بھی شما کرو کہ میں نے دوسرے کے دھوکے میں تمھیں پکڑوایا۔

(گانا)

اندھی: کیسی آفت میرے سوامی۔ سب ہیں دیوانہ۔

مالک پاگل۔ پولس پاگل۔ چکر میں آنا۔
سب نے گھن چکر مجھ کو جانا۔
ہے پربھو۔ کیا ہوا غضب۔

پرانی: یہ پاگل ہیں سب کے سب۔
غلطی ہوئی ہم سے بھاری۔
تھی لچوں کی مکاری۔
سب نے مارا پیٹا۔ معاف کرو ہم سب کو۔

اندھی: سب نے گھن چکر مجھ کو جانا۔

(پولس اور مکان مالک کا جانا)

پریکشک: متر۔ اب بھی تمھارے ہوش ٹھکانے ہوئے یا نہیں؟ یہ شاستر کا پرمان کہاں تک لگاؤ گے؟ کیا سب گھر دوار خاک میں ملاؤ گے؟

پرانی: پرمانت کاریہ کرنے سے یدی گھر کا ناش ہوا تو کیا پران جھوٹے ہیں؟ سروسیہ لاچنم شاسترم یسیہ ناستیندھ ایوسہ'' — بنا شاستر کے جانے منشیہ اندھے کے سمان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

(جانا)

پریکشک: یدی شاستر کا پرمان ہے تو بھولے ہوئے کو جو راہ پر لاتا ہے، وہ اس لوک اور پرلوک دونوں جگہ کیرتی وان ہے۔ ایسا میرے بھی شاستر کا پرمان ہے۔ میں بھی تیرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوں۔

(پریکشک کا جانا)

اَنک دوسرا— سین پانچواں

لگن منڈپ

(چندرکانت اور پربھاوتی گٹھ بندھن کیے بیٹھے ہیں۔ براہمن وِواہ کرا رہے ہیں۔سکھیاں گاتی ہیں)

دُلہنیاں ٹھک ٹھک چلے چال۔ تو ہے نجر لگ جائے گی۔
کانھیا گورے گورے تورے گال، تو ہے نجر لگ جائے گی
نیناں کالے، مدھو کے پیالے، گھونگھر والے بال۔
تو ہے نجر لگ جائے گی۔
ہونٹ تھا سوکھا۔ پیٹ تھا بھوکا۔ آ گیا ترمال۔
تو ہے نجر لگ جائے گی۔

نٹ: جب براہمن تتھاستو بولیں گے تو رشی اور بن دیوی آ جائیں گے۔

براہمن: تتھاستو۔

(رشی اور پُرش ویش میں بن دیوی کا آنا)

رشی: کمار کا کلیان ہو۔

چندرکانت: کون؟— بن دیوی کے پتا؟

پربھاوتی: کون؟ بن دیوی؟ نردوش بالیکا؟

(پربھاوتی کا رشی کے پیروں پر گرجانا۔ چندرکانت کا ہاتھ جوڑ کر رشی کے سامنے بیٹھ جانا۔ رشی کا آشیرواد دینا اور بن دیوی کا خوش ہونا)

اَنک دوسرا— سین چھٹا

جنگل

(تانترک اور جلاد کا آنا)

تانترک: کیا کہا— کیا کہا؟
جلاد: ہاں مہاراج سچ کہا۔
تانترک: کیا تم نے اپنی آنکھوں سے بن دیوی کو دیکھا ہے؟
جلاد: ہاں مہاراج۔ دیکھیے وہ اسی طرف کو آرہی ہے۔
تانترک: تو جاؤ پکڑ لاؤ۔

(جلاد کا بن دیوی کو پکڑ کر لے آنا)

بن دیوی: چھوڑ دے۔ چھوڑ دے۔ نردئی چھوڑ دے۔
تانترک: دیکھ سامنے کیا ہے؟
بن دیوی: بھگوان شیو کا مندر۔
تانترک: مندر کے دوار پر؟
بن دیوی: نندی جی کی مورتی۔
تانترک: مورتی کے سامنے؟
بن دیوی: جلتی ہوئی چِتا۔
تانترک: جس شیو کا سمودھن کرتی ہوئی تو یہاں آئی ہے اُسی شیو کے سامنے تجھے جلتی ہوئی چتا میں جلایا جائے گا۔ جاؤ جاؤ لے جاو۔ (جلاد بن دیوی کو لے کر جاتا ہے۔ تانترک سویم سے) راجا پرجا سب کو اندھا بنایا۔ ست یگ میں دھرم کی جیت تھی پرنتو کل یگ میں ادھرم کی جیت ہے۔

باب دوسرا— سین ساتواں

شیومندر— چتا

(جلاد بن دیوی کو چتا میں جلانے کے لیے لاتا ہے)

جلاد: پکار پکار۔ اب اپنے شیو کو کیوں نہیں پکارتی ہے؟ شیو جی کی جٹا میں نواس کرنے والی گنگا کو کیوں نہیں بلاتی ہے؟ شیو جی دیکھ رہے ہیں۔ نندی جی! تمھاری بھگتنی چتا میں جل رہی ہے، اُسے کیوں نہیں بچاتیں؟

(شیو اور نندی کا پرگٹ ہونا)

—ڈراپ—

انک تیسرا۔ سین پہلا

محل

(پربھاوتی اور چندرکانت کا سیج پر بیٹھے دکھائی دینا)

۔ گانا۔

کویلیا مت کر پکار۔
کربجوا میں لاگے کٹار۔
مدھر مدھر تورے بین۔ برہن کے ہرت چین۔
بھربھر آوت ہیں نین، ہوک اٹھت بار بار۔
کویلیا۔ جا اُن کے دیس۔ پریتم کو دے یہ سندیس۔
تم بنا لیا جوگیا بھیس، تج دیا سنسار۔
کویلیا مت کر پکار......

پربھاوتی: گنگا اور یمنا کا سنگم ہوجانے کے بعد دونوں دھارا مل کر ایک ہوجاتی ہیں اور ایک ہی راستہ اختیار کرتی ہیں۔ پھر میں اور آپ ایک ہونے کے بعد اس جیون میں الگ الگ راستے پر کیوں چل رہے ہیں۔ جس ورکش میں پھول پیدا ہونے چاہیے، اُس میں کانٹے کیوں پھل رہے ہیں۔

چندرکانت: پربھاوتی۔ کیا میں تمھیں اپنی اردھانگنی نہیں سمجھتا ہوں؟

پربھاوتی: ضرور۔

چندکانت: کیا اس محل کی استریوں میں سب سے زیادہ عزت کے قابل نہیں سمجھتا ہوں؟

پربھاوتی: ضرور۔

چندرکانت: کیا میں تم سے اچھا برتاؤ نہیں کرتا ہوں؟

پربھاوتی: ضرور۔

چندرکانت: کیا تمھاری خوبصورتی میں کوئی عیب نکالا ہے؟

پربھاوتی: نہیں۔

چندرکانت: تمھاری کسی بات یا برتاؤ پر کرودھ کیا ہے؟

پربھاوتی: نہیں۔

چندرکانت: پھر تمھاری آنکھوں میں ہر وقت آنسو کیوں بھرے رہتے ہیں؟ ایک استری اپنے پتی سے اور اس سے زیادہ کیا چاہتی ہے؟

پربھاوتی: پران ناتھ۔ سونا، چاندی، موتی، زیور، کپڑا، کھانا یہ سب نیتروں کو سکھ دینے والی چیزیں ہیں۔ مگر دل کا سکھ دل ہی سے ملتا ہے۔ استری کے من کا کنول، دکھاوے کے پیار اور مان پان کی بوچھار سے نہیں، سچے پریم کے چھینٹوں سے کھلتا ہے۔

چندرکانت: پربھاوتی۔ پریم کوئی دھن نہیں ہے کہ میں تم کو دے دوں۔ پریم کوئی جائداد نہیں ہے کہ تمھارے نام لکھ دوں۔ کوئی راج پاٹ نہیں ہے، جو فتح کر کے تمھارے سپرد کردوں۔ محبت دل کے طوفان کی ایک لہر ہے جو سمجھانے بجھانے سے اپنا راستہ نہیں بدلتی۔ اپنی ہی دُھن میں بہتی ہے اور اپنے ہی راستے پر چلتی ہے۔

پربھاوتی: تو کیا میری قسمت میں آپ کے پیار کا حصہ نہیں ہے؟

چندرکانت: پربھاوتی۔ پیار کرنا دل کا کام ہے اور دل میرے بس میں نہیں۔

پربھاوتی: پران پتی کی مسکراہٹ پتنی کے جلتے ہوئے من پر امرت چھڑکتی ہے۔ اس کی آنکھیں سنتوش دیتی ہیں۔ اس کا پریم اُسے دنیا میں زندہ رکھتا ہے۔ جب تمھارا دل ہی مجھ سے ناراض ہے تو پھر اس دنیا میں میرا جینا بیکار ہے۔

چندرکانت: پربھاوتی۔ منشیہ دنیا میں ہزاروں چیزوں کی اِچھا رکھتا ہے۔ پرنتو ساری چیزیں

اُسے نہیں ملا کرتیں۔ جوانی ہے تو دولت نہیں۔ دولت ہے تو تندرستی نہیں۔ تندرستی ہے تو خوشی نہیں۔ اس لیے نصیب سے لڑ کر اُس پر وجے پانے کی آشا چھوڑ دو۔ میرے ہاتھ پر قبضہ کرو۔ میرے دل کا خیال چھوڑ دو۔

پربھاوتی: آہ۔ اس کا نام ہے، دنیا کی آشا۔ یہی ایک پیاس سے تڑپتے ہوئے منشیہ کو پگھلی ہوئی چاندی سے زیادہ صاف اور جھلکتا ہوا پانی دور سے دکھا کر اپنے پاس بلاتی ہے اور جب وہ زخمی پیروں کو دھوپ سے تپتی ہوئی زمین پر گھسیٹتا ہوا پہنچتا ہے تو ریت کے سوا وہاں اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ پہلے میں بھی فریب میں آکر اپنے آپ کو کیا کہہ رہی تھی۔ اس دیش میں سب استریوں سے زیادہ بھاگیہ شالی ایک شورویر راجا کی بہو۔ مگر اب میں کیا ہوں؟ دنیا کی استریوں میں سب سے زیادہ دکھی۔ رانی کے بدلے بھکارن۔ سہاگن کے بدلے میں بیوہ۔ مگر یہ سب کس لیے ہوا؟ پاپ۔ میرا ہی پاپ، بن دیوی کی آتما کا شراپ، جو دُکھ کا پہاڑ بن کر میرے سر پر ٹوٹ رہا ہے۔ سچ ہے، جو دوسروں کا برا چاہ کر اپنا بھلا چاہتا ہے، اُس کا اس دنیا میں کبھی بھلا نہیں ہوتا۔ پربھاوتی۔ دنیا میں تیری شانتی چھن گئی۔ اگر موت کے بعد شانتی چاہتی ہے تو اپنے لیے پرائشچت کر اور پرائشچت کے لیے چل۔ نیائے کے دربار میں چل۔ بدنصیب پاپی چل اور بھرے دربار میں اپنے پاپ کا نیائے کے سامنے اقرار کر۔

(گانا)

عشق ظالم کے پھندے میں آتا نہیں۔
دل کسی بے وفا سے لگاتا نہیں۔
پیار کرنا، مگر دل پھنسانا نہیں۔
چاہ کرنے کا ظالم زمانہ نہیں۔
عشق ظالم کے پھندے میں آتا نہیں۔

جھوٹی باتوں میں فقط جانا نہیں۔
پیار ہی جب نہیں دل کہاں بچے
کون ہے جو کہ غم کا نشانہ نہیں۔
جان دینا مگر دل پھنسانا نہیں۔
عشق ظالم کے پھندے میں آنا نہیں۔

انک تیسرا — سین دوسرا
(کومک)

پرانی جی کا مکان

(پرانی اور پریکشک باتیں کرتے ہوئے آتے ہیں)

پرانی: پریکشک۔ آج اتنا ولمب کیوں کیا۔ اب تک کہاں رہے؟

پریکشک: کیا کہوں مہاراج۔ راستے میں آم کا ورکش بہت ہی پھل رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر میرا جی بہت ہی للچایا۔

پرانی: پھر کچھ کھانے کو پراپت ہوا یا نہیں؟

پریکشک: کیوں نہیں مہاراج۔ یہ دیکھو، پیٹ اوپر تک بھر گیا ہے۔

پرانی: کیا تم کو کسی نے دیا تھا؟ یا تم سویم پیڑ پر چڑھ گئے تھے؟

پریکشک: نہیں مہاراج۔

تھا بہت وہ پیڑ اونچا۔ چڑھ سکا اوپر نہیں
کاٹ کر سر پیڑ پر پھینکا لگا کھانے وہیں
بھر گیا جب پیٹ دھڑ پر سر کو اپنے جوڑ کر
چل دیا واں سے یہاں پر آیا ہوں میں دوڑ کر

پرانی: (سویم سے) دیکھیے اتینت جھوٹ کا نمونہ۔ کھانے کی چاہ میں اپنا سر ہی کاٹ ڈالا۔ (پریکشک سے) مورکھ کیا تو دُشٹ کال کا مارا تھا جو کھانے کے کارن اپنا سر کاٹ ڈالا؟

پریکشک: وو بھگشتہ کم نہ کروتی کرم۔" دُکھ کال سے تو میں بہت ہی بھے بھیت ہوتا ہوں۔ لوگ چھدھاتر ہو آتم گھات کرتے ہیں۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔ ماتا کے گربھ میں سنا کہ بارہ ورش کا اکال پڑا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ میرا دم سوکھ گیا اور بارہ ورش تک پیٹ میں ہی بیٹھا رہ گیا۔

پرانی: کیا سنسار بھر کا جھوٹ تیرے ہی پیٹ میں برہما نے بھر دیا ہے؟

پریکشک: پربھو۔ میری جِھوا سے جھوٹ بچن کداپی نہیں نکل سکتے۔

پرانی: کداچت تیرے سمان استیہ بھاشی وِشو میں دوسرا نہ ہوگا۔ جھوٹا کہیں گا۔ استیہ بھاشی ہی اُدھک شتیا دکھاتے ہیں۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: کیا کچھ اس میں سندیہہ ہے؟

پرانی: ارے مورکھ کہیں کا۔ ماتا کے گربھ میں بھی کوئی منشیہ بارہ ورش تک بیٹھا رہ سکتا ہے، اور کیا کسی کا سر کٹ کر اپنے آپ جٹ بھی گیا ہے؟

پریکشک: پربھو۔ آپ میری بات جھوٹ مانتے ہیں تو میرا جی جل کر خاک ہوجاتا ہے۔ کیا ایک میرا انوکھا سر جٹ گیا ہے؟ ؎

راون نے نو شیش کاٹ، شنکر کے چرن چڑھائے تھے
مانگ لیا وَر پھر اپنے دھڑ پر سب سر چپکائے تھے

پرانی: اس پر شنکر مہاراج نے کرپا کی ہوگی۔ وے سروشکتی مان ہیں۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: مان لیا جاوے کہ راون کے سروں کو شنکر جی نے جوڑ دیا۔ کنتو ؎

شری کنٹھا اپنے بیٹے کا چھینکے میں سر لائی تھی
وہاں چلی تلوار سربیوں میں بھی سیس کٹائی تھی
اُچھل کے چھینکے سے سر اُس کے دھڑ پر جاکے چپک گیا
وہی ہوا یہ وِدھی مکھ راجا یہ والمیکی کا کہا ہوا
جب غیروں کے دھڑ پر سر غیروں کے جڑ جڑ جاتے ہیں
میرا تو اپنا سر تھا، اس کو کیوں جھوٹ بتاتے ہیں

پرانی:　کداچت اُن کا پورو جنم سے ایسا ہونہار رہا ہوگا۔ کیونکہ کرم ہی جگ میں پردھان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک:　یدی اُن کا ویسا ہی ہونہار ہو تو اور سنیے ۔

دانویندر کی دو رانی کو آدھا آدھا پُتر ہوا
جان اُسے بے کام نرزنھک جنگل میں پھنکوائے دیا
جُنا نام کی راکشسی نے دونوں ٹکڑے ملا دیے
ملتے ہی وہ دونوں مل کر جراسندھ بلوان ہوا
سوامی کارتِک جی کو بھی چھ ٹکڑے جوڑ بنایا تھا
گنیش جی کے دھڑ پر بھی ہاتھی کا سر چپکایا تھا
ٹکڑے ٹکڑے کا جڑ کر بننا جب گرنتھ بتاتے ہیں
تو میرا سر جڑنے میں سوامی کیوں شنکا لاتے ہیں

پرانی:　(وسمت ہوکر) اس کا بھید میں نے بھی نہیں سمجھا۔ گرنتھ دیکھ کر تجھے سمجھاؤں گا۔ کنتو پہلے تو یہ بتلا کہ گربھ میں تو نے درکھکش کا ساچار سن لیا۔ اپنی اِچّھا نوسار بارہ ورش تک وہاں بیٹھا رہ گیا۔ یہ سروتھا استیہ بیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک:　یہ بھی شاستر کا آکھیان ہے۔ وچاریے۔ جب اُرجن نے سبھدرا کو چکرویوہ کا بھید بتایا تھا تب اس کے گربھ میں ابھیمنیو نے اُسے سن لیا تھا تو مجھے گربھ میں سننے میں کیا برائی ہے؟ رہی بات گربھ میں بیٹھے رہنے کی، سو بھی سنیے۔ یم نامامنی کے عورت سے اُتپن ہوئی پتری کو انھیں کا گربھ رہ گیا تھا۔ انھوں نے لوک نندا کے بھے سے اُسے سات ہزار ورش تک گربھ میں روک دیا۔ تدُپرانت اندرجیت پیدا ہوا تھا، تو میں کیول بارہ ورش تک گربھ میں بیٹھا رہا، اس میں کیا سندیہہ ہے۔ جواب دیجیے۔

پرانی:　ارے یہ پران کی عجیب رچنا معلوم پڑتی ہے۔ اسمھو کا بھی پرمان اور سمھو کا بھی پرمان۔

پریکشک: بولیے بولیے۔ مون کیوں ہیں؟

پرانی: اچھا اس کا جواب میں وچار کردوں گا۔ آج تو مجھے مہاراج اَجے پال کے دربار میں ضروری جانا ہے۔

پریکشک: (سویم سے) کچھ کچھ رنگ آتا ہے۔

(پریکشک جاتا ہے۔ پرتیوشک بھٹ کا آنا)

پرتیوشک: پرانی جی۔ پرنام۔

پرانی: کیوں پرتیوشک۔ تمھاری یہ کیا دشا ہو رہی ہے؟

پرتیوشک: آج میں بڑی وپتی میں پھنس گیا تھا۔

پرانی: کہو کہو۔ کیا ہوا؟

پرتیوشک: آپ کے پاس سے جو میں کمنڈل میں پانی لینے گیا تھا—

پرانی: ہاں ہاں۔

پرتیوشک: نگر سے باہر ہوتے ہی ایک ہاتھی میرے پیچھے دوڑا۔

پرانی: ارے۔ نارائن۔

پرتیوشک: میں اپنا جی لے کے بھاگا۔ پرنتو ہاتھی نے میرا پیچھا کیا۔ مجھے کوئی گڑھا نہ ملا کہ اُس میں چھپ جاؤں۔

پرانی: تب کیا کیا؟

پرتیوشک: وہاں ایک بھنڈی کا جھاڑ دکھائی دیا۔ جھٹ اُسی پر کمنڈل ٹانگ کر اُسی کمنڈل میں گھس گیا۔

پرانی: غضب۔

پرتیوشک: پرنتو ہاتھی بھی کرودھ کا بھرا اُسی کمنڈل میں آگھسا اور مجھے لگا جھنجھوڑنے۔ میں موقعہ پاکر کمنڈل کی ٹونٹی سے نکل گیا۔ وہ بھی میرے پیچھے ٹونٹی سے نکلا پرنتو اس کی پونچھ کا بال ٹونٹی میں پھنس گیا۔ اُس نے بہت زور لگایا۔ پر بال نہ نکلا۔ انت وہ تو اُسی طرح الجھا رہا اور میں اِدھر بھاگ آیا۔

پرانی: ارے باپ رے۔ اتنا جھوٹ۔ ہاں سمجھا۔ اوشیہ یہ کسی افیمچی کی پنک کا بیان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پرتیو شک: کیا کہا جھوٹ؟

پرانی: اجی جھوٹ ہے کہ جھوٹ کا بھی بابا۔ یہ ایک بھی نہیں مانی جاسکتی کہ کمنڈل میں ہاتھی گھس گیا، جس کا نہ انومان ہے نہ پرمان ہے۔

(پریکشک کا آنا)

پریکشک: اس میں بھی خاص شاستر کا پرمان ہے۔

پرانی: پرمان ہے تو دکھلایئے۔

پریکشک: کیوں صاحب۔ جب واراہ اوتار میں بھگوان مَیَ سرشٹی، اگست منی کے سرسوں برابر سے کمنڈل میں جاکر سورہی تھی، تب ہاتھی کمنڈل میں چلا گیا تو کیا ہانی ہے۔ کیوں نہیں۔ شاستر کا پرمان ہے۔

پرانی: تو اس میں ہانی نہیں۔ پرنتو وچار تو کرو کہ ٹونٹی سے ہاتھی نکل آیا اور بال پھنس گیا۔ یہ سروَتھا استیہ بات ہے۔ وہ استیہ ہے، جو اَپرمان ہے، ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پریکشک: اَپرمان نہیں، یہ پرتیکش پرمان ہے۔ یاد کرو۔ جب بھگوان کی نابھی سے برہم دیو تینوں لوک لے کر نکل آئے، اُن کے گپت استھان کا بال نابھی میں پھنس گیا، تب وہ ان سے نہ نکلا۔ آخر اُسی بال کو کمل بنا کر وہیں نواس کر رہے ہیں کہ نہیں؟ جب تینوں لوک نکل آیا اور بال پھنس گیا تو ہاتھی نکلنے سے بال کا پھنس جانا کیونکر اسمھو ہے؟

پرانی: پہلا اسمھو تو یہی ہے کہ ہاتھی کا بوجھا بھنڈی کا جھاڑ کیسے سہہ سکتا ہے؟

پریکشک: کیوں نہیں سہہ سکتا؟ جس کمنڈل میں تینوں لوک لے کر بھگوان بیٹھے تھے، وہ کمنڈل تو اُلسی کے جھاڑ پر ٹنگا ہوا تھا۔ جب اُلسی کا جھاڑ تینوں لوک کا بوجھ سہتا تھا، تب ہاتھی کا بوجھا بھنڈی کا جھاڑ کیوں نہیں سہے گا؟

پرانی: بھائی پریکشک۔ ایک نئی شنکا کھڑی ہوتی ہے۔ جب سب سرشٹی وشنو بھگوان کے پیٹ میں تھی تو تیسی کا پیڑ کا ہے پر لگا تھا؟ وہ کون سا استھان ہے؟ ایسا شاستر کا پرمان ہے؟

پریکشک: شاستر کے وِرُدّھ بولنے میں نقصان ہے۔ ایسا شاستر کا پرمان ہے۔

پرانی: متر پریکشک۔ تم نے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا جو مجھے ان۔پرانوں کے چکر سے چھتیہ کرایا۔ جن کو میں نے شاستر کا پرمان سمجھ کر اپنا گھر نشٹ کراڈالا، وے ہی گرنتھ پران نہیں، ورن اوگن کی کھان پرتیت ہوتے ہیں۔ اب میں پرن کرتا ہوں کہ بنا بچارے پرمانوں کے آدھار پر کوئی کام نہ کروں گا۔ تو میرا گرو ہے، جو میری آنکھ کا پردہ ہٹایا اور مجھے شدّھ دھرم کا درشن کرایا۔

پریکشک: اچھا تو آؤ۔ ہم اور تم دونوں شدّھ ویدانت سے ہی اپنا کلیان کریں گے۔

(گانا)

پریکشک: ہوئی جے سیری جی۔

پرانی: جھوٹا کبودھ۔ دیا ستیہ بودھ— جے تیری جی۔

پریکشک: ایسا متھیا سردھان۔

پرانی: کیا مجھ کو حیران۔

پریکشک: نہیں آیا ست گیان۔

پرانی: پڑا چکر میں آن۔

پریکشک: دیا ستیہ گیان۔

پرانی: میں نے تو اپنی ناری کی آنکھیں دیں پھوڑ۔

پریکشک: پرانی ہوا بھولوں کا انت۔ ملا سچا سدّھانت۔ چاہیے اب تو ویدانتی کہا کے۔ اُسی مت کو پاکے۔ کرنا اپنا کلیان۔

—ٹیبلو—

اَنک تیسرا — سین تیسرا

جنگل

(بن دیوی کا پرش ویش میں اور تانترک کا آنا۔
تانترک کا کوڑھی ہوجانا اور اسٹیج پر گرجانا)

تانترک: نہیں۔نہیں۔کبھی نہیں۔ ایک گنہگار کے لیے شانتی کہیں نہیں۔

بن دیوی: مہاراج ایک بیمار کا کھلی ہوا میں اس طرح پھرنا ٹھیک نہیں۔ آشرم میں چلیے۔ میں جاتا ہوں اور آپ کے لیے دوا تیار کرکے لاتا ہوں۔

تانترک: تم درخت کی جڑ پر کلھاڑا چلانے کے بدلے اُس کی شاخوں پرحملہ کررہے ہو۔ اصلی بیماری سے بچاؤ کرنے کے بدلے اُس کےسائے /کے پیچھے دوڑے جارہے ہو۔ اگرتم مجھے اچھا کرنا چاہتے ہوتو سنو میرا شریر نہیں بلکہ میرا من بیمار ہے۔

بن دیوی: کیوں مہاراج، آپ کے من میں کیا دکھ ہے؟

تانترک: نہیں کہہ سکتا۔نہیں سمجھا سکتا۔ دشمن مجھے ذلیل سمجھتے ہیں۔ دوست مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔ دنیا مجھ سے بھاگتی ہے۔ تنہائی، اشانتی اور بھیانک سپنوں کے سوا میرا اور کوئی ساتھی نہیں۔

بن دیوی: مہاراج آپکے من کی تکلیف آپ کے چہرے پر دکھائی دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاتھ سے کوئی بھیانک پاپ ہوا ہے،جس کی یاد آپ کو ستا رہی ہے۔

تانترک: وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ بال کھولے ہوئے ماتائیں، چھاتی پیٹتے ہوئے پتا، خون

میں نہائے ہوئے نردوش بالک نیائے نیائے چلا رہے ہیں اور یہ سب پاپ کی دُہائی دیتے ہوئے پرماتما کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔

بن دیوی: مہاراج اگر آپ اپنے بکھرے ہوئے وچاروں کو جمع نہ کیا تو کس طرح اچھے ہوں گے؟

تانترک: پاپ کا سانپ میری آتما کے اندر بیٹھا ہوا مجھے ڈس رہا ہے۔ جس کے زہر کا کوئی اُپائے نہیں۔ پاپ کا پرائشچت، موت۔ اس کے سوا میری بیماری کی کوئی دوا نہیں ہے۔ جاؤ جاؤ۔ میرے بچنے کی آشا چھوڑ دو۔ جب دیا، دھرم، سکھ، شانتی، سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو تم بھی مجھے چھوڑ دو۔

بن دیوی: نہیں مہاراج۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ برہمن ہیں اور ایک برہمن کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔

تانترک: تم بکرے پر چھری چلا رہے ہو اور سانپ کو دودھ پلا رہے ہو۔ اس کا پرینام پشچاتاپ ہے۔ پاپی کی سیوا بھی مہاپاپ ہے۔ دیکھو دیکھو اس لہو اور مانس کی آرسی میں صورت دیکھتا ہوں تو برہمن کی جگہ ایک خونی راکشس کا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ دھکار دھکار کی آواز کے سوا مجھے اور کچھ نہیں سنائی دیتا۔

بن دیوی: اے آنکھ دیکھ۔ شروع میں دھرم نربل اور پاپ بلوان نظر آتا ہے۔ آخر میں دھرم اور ادھرم کی لڑائی میں دھرم ہی وجے پاتا ہے۔

تانترک: کوئی نہیں۔ کوئی نہیں دور کرسکتا اور کوئی نہیں مجھے بچا سکتا۔ پرماتما کے نیائے نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ اس کا ہاتھ میرے گلے تک پہنچ چکا ہے۔ وہ کھینچ رہا ہے اور میں کھنچا جارہا ہوں۔ اندھیرے میں نرک کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ بس کچھ نہیں۔ دنیا ہیچ ہے۔ دنیا کا سکھ، آنند، آتما کی شانتی سے حاصل ہوتا ہے۔ بس چل تانترک نیائے کے دربار میں چل۔ اب تیرے لیے کہیں جا سنتوش اور اُجالا نہیں۔ پرماتما کے سوا کوئی تجھے بچانے والا نہیں۔

بن دیوی: مہاراج آپ اس حالت میں کہاں جارہے ہیں؟

تانترک: بس ہٹ جا۔ مجھے چھوڑ دے۔ میں پاپی ہوں، راکشس ہوں، خونی ہوں۔

میں اپنے من کی شانتی تلاش کرنے نیائے کے دربار میں جارہا ہوں۔

(تانترک کا جانا)

بن دیوی: شوک۔ مہاشوک۔ یہ ہے معتیہ اور اس کی زندگی۔ جس دھن اور دولت کے لیے اس نے ایسے ایسے گناہ کیے، اُن کو آج نفرت سے ٹھکرا رہا ہے۔ چل تو بھی اور ایشور کے نیائے کا چمتکار دیکھ۔

(بن دیوی کا جانا)

انک تیسرا — سین چوتھا

آخری دربار

(راجا سبھا سدوں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ پربھاوتی کھڑی ہے)

راجا: پربھاوتی۔ تمام دربار کے کان تمھاری آواز پر لگے ہوئے ہیں۔ تم راج پاٹ کے کام سے دور، سنسار کے جھگڑوں سے الگ، محل میں رہنے والی ہوکر ہم سب کو ایک نئی بات بتانا چاہتی ہو۔ کہو۔ وہ کون سی بات ہے جس کو بھرے دربار میں سنانا چاہتی ہو۔ وہ کون سا بھید ہے جس کو اندھیرے سے اجالے میں لانا چاہتی ہو۔

پربھاوتی: مہاراج۔ یہ سونے چاندی سے منڈھا ہوا، ہیرے، پنّے، موتی، جواہرات سے جگمگاتا ہوا سنگھاسن، جس پر آپ کی ذات شوبھا دے رہی ہے۔ یدی اس پر نیائے دیوتا بیٹھ کر ستیہ اور دھرم کی رَکشا کرے تو یہی پوتر استھان ہے اور یدی اس کے ہاتھ سے نیائے اور ستیہ کا خون ہو تو یہ راج سنگھاسن نہیں ایک حلوائی کی دکان ہے۔

راجا: اوشیہ پتری۔ تو سچ کہتی ہے۔ درخت اپنے پھل سے، سوریہ اپنی جیوتی سے اور راجا اپنے نیائے سے راجا مانا جاتا ہے۔

پربھاوتی: اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ نیائے اپنا فیصلہ سناتے وقت کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا؟

راجا: بے شک۔

پربھاوتی: دھرم کی آواز کے سوا کسی کی بھی آواز نہیں سن سکتا؟
راجا: اوشیہ۔
پربھاوتی: تو وہ صرف سچ ہی سنتا اور سچ ہی بولتا ہے؟
راجا: بے شک۔
پربھاوتی: وہ ایک ہی پیمانے سے ناپتا اور ایک ہی ترازو سے تولتا ہے؟
راجا: بے شک۔
پربھاوتی: تو کیا میں یقین رکھوں کہ آپ نیائے کریں گے۔ میں قسمت کی ستائی ہوں اور اس دربار میں ایک استری کے خلاف فریاد لائی ہوں۔
راجا: استری! کون استری؟
پربھاوتی: نیچ، کنگال، کمینی، جو دراصل پیتل ہے، مگر کھرا سونا نظر آتی ہے جو راکشسی ہے اور دیوی نظر آتی ہے۔
راجا: ایسی عورت؟
پربھاوتی: ہاں مہاراج۔
راجا: ایسی خراب عورت؟
پربھاوتی: ہاں مہاراج۔
راجا: میرے راجیہ میں؟
پربھاوتی: ہاں مہاراج۔
راجا: اچھا۔ بتا کہ اُس نے کیا کیا؟
پربھاوتی: کیا کیا؟ پرجا سے فریب۔ راجا سے دھوکا، جس نے دنیا کو اندھا بنایا، اپنے لوبھ اور سوارتھ کے کارن منشیتا کو کلنک اور سبھیتا کو دھبہ لگایا۔
راجا: ایسی عورت؟ ایسا پاپ۔ پربھاوتی، تم مجھے آشچریہ میں ڈال رہی ہو۔
پربھاوتی: مہاراج آپ اس کا نام سنیے گا تو اور آشچریہ میں پڑیے گا۔
راجا: مجھے بتاؤ کہ اس نے کیا کیا؟ کس کو ستایا؟ کس کا دل دُکھایا۔
پربھاوتی: پرتھوی ناتھ۔ اس نے ایک ستی ساوتری نردوش استری پر بچوں کے مانس کھانے

کا جھوٹا الزام لگا کر بنا اپرادھ راجا کے ہاتھ سے قتل کرایا۔

راجا: اوہ۔ قتل کرایا؟

پربھاوتی: ہاں مہاراج۔

راجا: ایک استری کو؟

پربھاوتی: ہاں مہاراج۔

راجا: اور راجا کے ہاتھ سے؟

پربھاوتی: ہاں مہاراج۔

راجا: پرماتما مجھے شما کرے۔ میرے من میں شنکا پیدا ہورہی ہے۔ بولو، وہ نردوش استری جو راجا کے کرودھ اور انیائے کی بھینٹ چڑھائی گئی، وہ کون تھی؟

پربھاوتی: آپ کی بہو۔ بن دیوی

راجا: بن دیوی؟

سب: رشی پتری؟

چندرکانت: میری دھرم پتنی بن دیوی!

پربھاوتی: ہاں ہاں۔ بن دیوی۔

چندرکانت: کیا وہ نردوش تھی؟

پربھاوتی: ہاں۔

راجا: کیا وہ بے قصور ماری گئی؟

پربھاوتی: ہاں۔

چندرکانت: اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔

پربھاوتی: ہاں۔

راجا: مجھے دھوکا دے کر قتل کرایا گیا؟

پربھاوتی: ہاں مہاراج۔

چندرکانت: سنتے ہو پتا جی۔ سنتے ہو۔ میں نے آپ کا کون سا اَپرادھ کیا تھا جو آپ نے میرا سکھ لوٹ لیا۔ میں نے آپ کی کون سی برائی کی تھی جو آپ نے میری دنیا

کا سوریہ، آتما کا سکھ، میرے پریم کا اُجالا مجھ سے چھین لیا۔ کیا جس آسانی کے ساتھ آپ نے اسے قتل کرادیا ہے، زندہ بھی کراسکتے ہیں؟

راجا: دھوکا۔ دھوکا۔ نردوش صرف جلد بازی میں ماری گئی۔ میری چھری میرے ہی کلیجے میں میرے ہاتھ سے اُتاری گئی۔ پربھاوتی جلدی بول کہ وہ چنڈال، پاپی عورت کون ہے؟ میرا خون کرودھ سے کھول رہا ہے۔ اب میری تلوار ہے اور اس پاپن کا گلا ہے۔

پربھاوتی: آپ اُس کو جاننا چاہتے ہیں؟

راجا: نیائے کے لیے۔

پربھاوتی: اس کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں؟

راجا: ہاں ہاں۔ بدلہ لینے کے لیے۔

پربھاوتی: اچھا تو اِدھر دیکھیے— بدلہ لینے کے یوگیہ، دھکار کی ادھیکاری، وہ پاپی ناری میں ہوں۔

راجا: تو؟

چندرکانت: بے قصور کو قتل کرانے والی۔ نیائے کے اوتار سے انیائے کرانے والی، کیا تو نے ہم سب کو دکھ دینے کے لیے جنم لیا تھا۔ اتنی بڑی برائی، اتنا بھیانک پاپ۔ کیا اُس غریب نے تجھے ستایا تھا؟

پربھاوتی: نہیں۔

چندرکانت: تجھے کسی سے برا بتایا تھا؟

پربھاوتی: نہیں۔

راجا: جب کچھ نہیں تو اتنے بڑے پاپ کی تجھے کیسے ہمت ہوئی۔ ایسی گھاتکی اور نردئی بننے کی تجھے کیا ضرورت تھی؟

چندرکانت: پتا جی۔ ترسکار اور کرودھ مجھے پاگل کیے دیتے ہیں۔ میرا ہاتھ تلوار کے قبضے کو ڈھونڈھ رہا ہے۔ بولیے بولیے۔ اس قابل نفرت عورت کے لیے آپ کون سی سزا تجویز کرتے ہیں۔

راجا: موت، بھیانک موت۔ جاؤ۔ بغیر ترس کھائے ہوئے اس کے کلیجے میں خنجر بھونک دو۔

پردھان: شما اَنّ داتا۔ شما۔

راجا: چپ رہو۔

پردھان: مہاراج دیا کیجیے۔

راجا: ہرگز نہیں۔

پردھان: معاف کیجیے۔

راجا: کداپی نہیں۔

پردھان: یہ آپ کی بہو ہے۔

راجا: ہرگز نہیں۔ یہ میری شترو ہے۔

پردھان: یہ نادان ہے۔

راجا: جان کا بدلہ جان ہے۔

پربھاوتی: (پردھان سے) پتا جی تم میری آگ میں نہ کودو، برے کام کا برا پرینام ہوتا ہے۔ پاپ اور پاپی کا یہی انجام ہوتا ہے۔

راجا: بس دیر نہ لگاؤ لے جاؤ خونی کو۔

(تانترک کا پرویش)

تانترک: خونی! کون کون خونی؟ کیا دنیا میں ہر طرف انیائے ہی انیائے ہورہا ہے۔ مہاراج اس پاپ کی اپرادھنی راج کماری نہیں کوئی اور ہے۔

راجا: اور؟

تانترک: ہاں۔

راجا: کون؟

تانترک: (اپنی طرف انگلی سے اشارہ کرکے) یہ۔

راجا: کون۔ تو؟

تانترک: ہاں میں۔

چندرکانت: نکالو نکالو۔ اس پاپ کی مورتی کو یہاں سے جلدی نکالو۔ اسے دیکھ کر مجھے وہ بھیانک گھڑی یاد آتی ہے۔ اِسے دیکھ کر میری آتما تھرّاتی ہے۔

تانترک: مہاراج۔ تنتر ودّیا شکتی سے راج کمار کا دل بن دیوی کی طرف سے پھر جائے، اس کے سوا راج کماری نے کوئی اور اِچّھا ظاہر نہیں کی۔ بچوں کو خون میں نہلانا، آپ کو دھوکا دے کر مانس کھانے کا الزام لگانا، ان سارے کاموں سے یہ کوسوں دور ہے۔ یہ سب میرا ہی پاپ اور میرا ہی قصور ہے۔

راجا: پھٹکار ہو تجھ پر، دھکار ہو تجھ پر۔ اس سے تجھ کو کون سی دشمنی تھی جو اتنا بڑا اپرادھ کیا۔ چانڈال تونے کس جنم کے لیے اس کی دنیا اور اپنا دھرم برباد کیا؟

تانترک: مہاراج اس دربار کی طرح ایشور نے منشیہ کے من کے اندر بھی ایک عدالت بنا رکھی ہے۔ وہ عدالت جو نیائے دیتی ہے، اس سے بڑھ کر اپرادھی کو اور کوئی سزا نہیں مل سکتی۔ میں آپ کا، ایشور کا، سب کا اپرادھی ہوں اور کڑی سے کڑی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔

چندرکانت: کتے کی موت اور نرک۔ اس سے کم تجھ کو کیا سزا دی جاسکتی ہے۔ بدمعاش تجھ کو بھی مرنا ہوگا۔ خون کا بدلہ خون سے ہی ادا کرنا ہوگا۔

(چندرکانت کا تانترک کو خنجر مارنے جانا۔ بن دیوی کا پرش ویش میں آنا)

بن دیوی: ٹھہرو۔ اگر اس نردوش برہمن پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو کل سے زیادہ آج پچھتاؤ گے۔

چندرکانت: ہیں — تو کون؟

بن دیوی: برائی سے بیزار اور سچائی کا طرف دار۔

چندرکانت: تو کیا یہ قصور وار نہیں ہے؟

بن دیوی: نہیں۔ راج کماری یا برہمن۔ ان دونوں میں سے کوئی گنہگار نہیں ہے۔

راجا: کیا کہا؟

بن دیوی: سچ کہا۔

راجا: ایک نہیں؟

بن دیوی: کوئی نہیں۔

راجا: ان کے ہاتھ خون سے رنگے نہیں ہیں؟

بن دیوی: نہیں۔

چندرکانت: کیا انھوں نے اس کی جان نہیں لی؟

بن دیوی: نہیں۔

راجا: وہ ماری نہیں گئی؟

بن دیوی: نہیں۔

چندرکانت: جھوٹ ہے۔

بن دیوی: سچ ہے۔

راجا: اس کا ثبوت۔

بن دیوی: (چہرے سے مونچھ نکال کر) ثبوت یہ آپ کے سامنے ہے موجود۔

سب درباری: کیا؟ رشی پتری!!

راجا: بن دیوی!

چندرکانت: میری دھرم پتنی ہے ایشور تیری مایا۔کیا یہ وہی ہے یا اُس کا سایہ۔ اگر وہی ہے تو اس کو کس نے بچایا؟

بن دیوی: پربھو۔ پرماتما کی شکتی پر وشواس رکھتے ہوئے اتنے آشچریہ کی کیا ضرورت ہے۔ ایشور کی لیلا نے جلاد کے وچاروں کا رُخ برائی سے بھلائی کی طرف موڑ دیا۔ اُس نے استری ہتیا کے پاپ سے ڈر کر مجھے زندہ چھوڑ دیا۔

چندرکانت: تو کیا پران پیاری تم زندہ ہو؟

بن دیوی: ہاں۔ ہاں پران ناتھ، میں زندہ ہوں۔ وہ اَجر اَمر کسی سے ہارنے والا نہیں ہے۔ جسے پرماتما بچائے اُسے کوئی مارنے والا نہیں ہے۔

(دونوں کا آپس میں ملنا)

راجا: آہا۔ کیسا وچتر ملاپ۔ ایشور تیرا اُپکار ہے۔ آج مجھے نشچے ہوگیا کہ تیری لیلا اَپار ہے۔

تانترک: ستی۔ تجھے ہندو جاتی کی دھرماتما دیوی سمجھ کر یہ غریب برہمن بھی تجھ سے دَکشنا مانگتا ہے۔

بن دیوی: کیا؟

تانترک: شما۔ شما۔ دیوی شما۔

بن دیوی: پرماتما مجھے بھلے برے کی پہچان دے۔ ست مارگ اورست دھرم کا گیان دے۔

پربھاوتی: بہن۔ تجھے یہ سارے دکھ میری وجہ سے سہن کرنے پڑے ہیں۔ اپنے روم روم کو تمھارا اَپرادھی پاتی ہوں۔

بن دیوی: بہن۔ گزری ہوئی باتوں کا لانا بیکار ہے۔ دنیا میں جو ہوا اور ہورہا ہے، سب کرم انوسار ہے۔ پربھو اتنے دکھوں کے بعد مجھے سکھی دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے پیار میں ہم دونوں کو برابر کا حصہ دار کیجیے۔ ایک ہاتھ سے ان کو اور دوسرے ہاتھ سے مجھے اپنی سیوا میں سویکار کیجیے۔

(رشی کا آنا)

رشی: نہ سوارتھ پریم کی جے۔ تم سب کا کلیان ہو۔

سب: جے جے بن دیوی کی جے۔

(سکھیوں کا ناچنا اور گانا)

وہ چتون چتوت موہے گھونگھٹ سے ہر بار۔
مانو پٹ کی اوٹ سے جھانکت چنچل نار۔
دن آئے سکھی ری بہار کے۔ بانہیں ساجن کے گرے ڈار کے۔

آؤ لوٹیں مزے آج پیار کے۔
تال تان پر جھوم جھوم۔ سب سکھیاں ناچیں چھنن چھوم چھوم۔
مل مل گائیں نرتیہ دکھائیں گھوم گھوم، مُکھ چوم چوم۔
چھینے من یوون سنگھار کے......

—پردہ—

سماپت

بھگیرتھ گنگا

بھگیرتھ گنگا

1920

بھگیرتھ گنگا (1920)

یہ ڈراما بھی آغا حشر کے ہندو دھرم اور قدیم ہندستانی تہذیب کے موضوع پر مشتمل ڈراموں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے انھوں نے 'بھارت رمنی' کے فوراً بعد لکھا تھا۔ اس کی زبان عوامی ہندی کے مقابلے سنسکرت سے زیادہ قریب ہوگئی ہے۔ شاید موضوع کی قدامت کے سبب حقیقی ماحول پیدا کرنے کے لیے آغا حشر نے ایسا کیا ہے۔ اس ڈرامے میں انھوں نے راجا بھگیرتھ کے اپنی تپسیا اور کوشش سے گنگا کو سورگ سے زمین پر لانے کے مشہور قصے کو بڑے دل نشین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے اپنے تخیل اور اپنی منطق کا بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایک راجا اور ایک ڈاکو کے ذریعے سرزد ہونے والے ایک ہی جیسے ظالمانہ اعمال کا احتساب کرکے راجا کے کام کو دھرم، پنیہ اور راستی سے تعبیر کیا ہے جب کہ ڈاکو کے کام کو ادھرم، پاپ اور بے راہ روی کا نام دیا ہے۔ آغا حشر کا یہ ڈراما بھی ان کے دوسرے ہندی ڈراموں کی طرح ہندو ناظرین میں بے حد مقبول ہوا۔

آغا حشر کے ذخیرے سے اس کے دو قلمی نسخے ملے۔ پہلا اور قدیم نظر آنے والا نسخہ فولز کیپ سائز کے منتشر صفحات پر پنسل سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے پہلے صفحے پر ڈرامے کا نام 'بھگیرتھ گنگا' درج ہے۔ اس مسودے پر صفحات کے نمبر بھی پڑے ہوئے ہیں جو ایک سے شروع ہوکر 102 پر ختم ہوتے ہیں۔ کاتب کے نام اور تاریخ کتابت کا کہیں اندراج نہیں لیکن اس میں جگہ جگہ خود آغا حشر کے ہاتھ کی اصلاح معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے اس نسخے ہی کو اس ڈرامے کا معتبر ترین مسودہ تسلیم کرتے ہوئے کلیات میں شامل متن کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

دوسرا مسودہ مجلد کاپی میں آغا جانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے پہلے صفحے پر

سیاہ و سرخ روشنائی میں ڈرامے کا نام 'بھگیر تھی گنگا' لکھا ہوا جو اصل نام 'بھگیر تھ گنگا' سے جزوی طور پر مختلف ہوگیا ہے۔ سرورق پر اس کی کتابت کے آغاز کی تاریخ 31 جنوری 1931 درج ہے اور آخری صفحے پر اختتام کتابت کی تاریخ 5 فروری 1954 لکھی ہوئی ہے۔ یہ مسودہ اچھی حالت میں اور خوش خط لکھا ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ خود آغا جانی کی ہندی دانی مشکوک ہے، اس لیے اس مسودے سے صرف وہیں مدد لی گئی ہے جہاں اصل مسودے میں کسی لفظ کے سمجھنے میں دشواری پیش آئی ہے۔

پاتر

پرش پاتر:

1۔ وشنو بھگوان
2۔ شنکر بھگوان
3۔ برہما جی
4۔ نارد جی
5۔ راجا بھگیرتھ
6۔ پردھان
7۔ سینا پتی۔ مصاحب وغیرہ
8۔ جے پال (ڈاکو)
9۔ جے سنگھ (منتری)
10۔ منی ور (ایک رشی)
11۔ تپسوی
12۔ کھیا
13۔ نگر واسی
14۔ چوب دار
15۔ دیوتا گن (اگنی، وایو، اندر وغیرہ)
16۔ لال داس (ایک سیٹھ)
17۔ گوکل۔ (رام داس کا نوکر)

انک پرتھم — درشیہ پرتھم

دیولوک

(گانا)

شنکر:

ناتھ کے ناتھ، بھکت وتسل، دیال، جگ پال، کشٹ ہاری
انادی، انوپم، اگم، اگوچر، اجر، امر، سروتیج دھاری
مٹھاس، آنند، پریم، شوبھا، تمھیں سے ہے اس جگت میں ساری
تمھارے ہی دوار کا شھنکر، سکل برہمانڈ ہے بھکاری
تمھیں سے میں تم کو مانگتی ہوں، تمھیں ہو سکھ اور چین مرے
پلاؤ درشن سدھا دیا ہے کہ ترپت ہوجائیں نین میرے

(ناردمنی کا پرویش)

نارد: ناراین۔ ناراین۔
گنگا: دیورشی پرنام۔
نارد: دیوی۔ ـــ

تیج سے مکھ پر ہے بادل شوک کا چھایا ہوا
آج کیوں ہے سورگ کا یہ پھول مرجھایا ہوا

گنگا: دیورشی۔ ؎

وہی شبد اور وہی رسنا، وہی میں اور وہی باتیں
ہوئے جاتے ہیں پھر کیوں ہرش کے دن شوک کی راتیں
جگت میں سرو ویاپک ہو کے اپنے کو چھپاتے ہیں
نہ آتے ہی ہیں بھگون اور نہ چرنوں میں بلاتے ہیں

نارد: دیوی گنگے۔ جیسے کرم جیون کو کھینچتا ہے ویسے ہی بھکتی بھگوان کو اپنی اور کھینچتی ہے۔ یدی تمھاری پریم شکتی پربل ہوتی تو تمھاری درشن ابھیلاشی کامنا اوشیہ سپھل ہوتی ؎

سوچ کریں، سنکوچ کریں پرانت سکل جن سیس جھکائیں
شیش، مہیش، سریش، گنیش، سبھی بھکتی کا مان بڑھائیں
بھکتی کی شکتی ہے اُدبھت واکو گن جگدیش بھی گاویں
نین نیر بہے، گنبھیر تو بھکت سمیت اُدھیر ہوجاویں

گنگا: تو اس سرشٹی میں میری بھکتی سے ادھک بھگتی اور کس کی ہے؟

نارد: اس کی جس کا پربھو نے اس سے اُدھار کیا ہے جس کے پریم کو تم سے پہلے سویکار کیا ہے۔

گنگا: وہ کون؟

نارد: مہادیو لکشمی۔

گنگا: لکشمی؟

نارد: ہاں پربھو پر یہ لکشمی ؎

آنند کے شیتل وایو سے ہے من کی کلیاں پھول رہی
سکھ، بھاگیہ،سہاگ کے جھولے میں ہے وشنو رمنی جھول رہی
درشن کا سدا جل پیتی ہے بھربھر کے نین کٹورے میں
ہے بھگتی بل سے باندھ رکھا بھگوان کو پریم کے ڈورے میں

گنگا: تو کیا میری پرارتھنا کے نشپھل ہونے کا کارن لکشمی ہے۔نہیں دیورشی نہیں۔

مجھے اپنے پریم کا شکتی ہین ہونا سویکار نہیں ہے۔ بھگوان کی دیا پر مجھ سے
اُدھک لکشمی کا ادھیکار نہیں ہے ۔

جن، دین، دیہہ، پران، راکھت ہیں بھکت مان، دکھ پر سکھ دائی ہیں
پوچھیں نہ جات پات، ہوگی نہ دن کی رات، دینا ناتھ نیائی ہیں

نارد: ۔

رَس بات میں، پریم آنکھ میں، آشا ہے من میں
وہ سوامی کے چرنوں میں ہے، سکھ اُس کے چرن میں
کس طرح موہے رہتی ہے وہ پران پتی کو
لو دیکھ لو دیو لوک میں سوبھاگیہ وتی کو

(وشنو کا وشرام کرتے ہوئے اور لکشمی کا چرن دباتے دکھائی دینا)

گنگا: (درشیہ سماپت ہونے پر) اُف یہ کیا دیکھا؟

نارد: ایسم بھکتی کا چمتکار۔

گنگا: یہ کیا تھا؟

نارد: اتم پریم کا پرسکار ۔

وہاں نہ مان رائے کا نہ پوچھ ہے غلام کی
نہ یوگ اور تیاگ کی، نہ دھن کی اور نہ دھام کی
نہ جات کی، نہ پات کی، نہ روپ کی، نہ نام کی
نہ اونچ کی، نہ نیچ کی، نہ شویت کی، نہ شیام کی
اُسی کے ہیں دیاندھان، اُسی کا بڑھ کے مان ہے
کہ جس کے من کا پریم بھاؤ سب میں شکتی مان ہے

گنگا: دیورشی، بھگوان ترلوک کا دھن ہیں۔ اَت ایواس دھن پر کیول اپنا ہی ادھیکار
سمجھنا، یہ لکشمی کو اُچت نہیں۔

نارد: نہیں۔

گنگا: نہیں۔

نارد: کس لیے؟

گنگا: اس لیے کہ اس سے یہ پرمانت ہوتا ہے کہ وہ سوارتھی ہے۔ اور سوارتھی ہے وہ پاپشیہ ہے۔ اور جو پاپشیہ ہے، وہ ڈنڈ پانے کے یگیہ ہے۔ دیورشی اُس کو اس پاپ کا نشچے ڈنڈ دینا ہوگا ؎

ابھیمان ٹوٹ جائے گا بھکتوں کے شراپ سے
ترلوک کانپ اٹھے ہیں لکشمی کے پاپ سے

(لکشمی کا پرویش)

لکشمی: کیا کہا؟

گنگا: سچ کہا۔

لکشمی: پاپ ہوا؟

گنگا: اوشیہ ہوا۔

لکشمی: مجھ سے؟

گنگا: تم سے۔

لکشمی: گنگے! گنگے!!

گنگا: لکشمی کیا تم یہ چاہتی ہو کہ بھگوان کی دیا درشٹی تمھارے مکھ کے اَتی رِکت اور کسی طرف نہ دیکھے ؎

تمھارا ہو ترلوک میں بول بالا، بگڑتی رہے اور کی بات بن کر
تمھارے ہی گھر میں رہے نت اُجالا چھپاتے رہو سوریہ کو رات بن کر

لکشمی: تو گنگے، اس میں نوینتا کیا ہے؟ ؎

سدا ہی سنگ ہے اُن اک، سدا ہی ساتھ ہیں میرے
میں اُن کی جنم کی داسی ہوں اور وہ ناتھ ہیں میرے

کبھی تم نے مجھے شن بھر کو اُن سے دور پایا بھی
جہاں پر تیج ہے اُن کا، وہیں ہے اُن کی چھایا بھی

گنگا: افوہ، تم اپنے سوبھاگیہ کا ابھیمان دکھاتی ہو، پربھو کی تیجسوی دیہہ کی چھایا بننے پر اتراتی ہو، سنو لکشمی سنو۔ چھایا ہونے سے تمھاری پدوی بھکتوں سے شریشٹھ نہیں ہوسکتی۔

نہ سمجھو تم کہ اوروں سے اُدھک سمان میرا ہے
جسے کہتے ہیں چھایا، دیہہ کا گھر نت اندھیرا ہے
میں تم کو جانتی ہوں دون کی لوجا کے غیروں میں
پربھو کے بھکت ان کے من میں ہیں تم ان کے پیروں میں

لکشمی: گنگے، میں نارائن کی اردھانگنی اور جگت کی آرادھیا دیوی ہوں۔
گنگا: پھر؟
لکشمی: تمھیں میرے کرودھ سے شنکت ہونا چاہیے۔
گنگا: میں تمھارے کرودھ کی کچھ پروا نہیں کرتی۔
لکشمی: شن ماتر نہیں؟
گنگا: سوئی کی نوک کے برابر بھی نہیں۔
لکشمی: گنگے، ابھیمان کا تیاگ کر نہیں تو...
گنگا: کیا کرو گی؟
لکشمی: اپنی سمپورن شمتا سے میں تجھے شراپ دوں گی۔
گنگا: میں تمھارا اور تمھارے شراپ دونوں کا ترسکار کرتی ہوں۔
لکشمی: اچھا، تو لے میرا شراپ سن۔

(کمل پشپ سے وشنو پرگٹ ہوتے ہیں)

وشنو: (ہاتھ اٹھا کر) شانت لکشمی شانت۔ گنگے اپنی رکشا کر۔
گنگا: بھگون۔ جیسے اگنی ترن کی، وَجر پربت کی، سمیرو آندھی کی پروا نہیں کرتا، ایسے

ہی میں لکشمی کے شراپوں کو تچھ سمجھتی ہوں۔

سو بار کہا اور یہ سو بار کہوں گی
یہ ایک سنائے گی تو میں چار کہوں گی

لکشمی: اچھا تو سن اَہنکارنی، میرا شراپ سن۔

وشنو: لکشمی ساودھان۔ کرودھ تمھارا سوا بھاوک گن نہیں ہے۔ گنگے اس کے شراپ سے بچنے کے لیے میرے چرنوں میں ادرشیہ ہوجا۔

گنگا: بھگون، اس سے تو لکشمی اور بھی اِترائے گی، میری آگیا پالن کو اپنی جے بتائے گی۔

وشنو: تو کیا میری آگیا تجھے اسویکار ہے۔

گنگا: یدی آپ کی یہی اِچھا ہے تو پربھو کا چرن ہی میرا آدھار ہے۔

(گنگا وشنو کے چرنوں میں لپٹ ہوجاتی ہے)

لکشمی: جا گنگے، مایا ناتھ کی دیا ہے جو تو میرے شراپ وجر سے بچ گئی۔

گر نہ لیتی آسرا تو شیکھر ہی بھگوان کا
میں دکھاتی کس طرح جھکتا ہے شیس ابھیمان کا

(دیوگن سہت برہما کا آگمن)

دیوبرند: رکشا کیجیے بھگون۔ دیولوک واسیوں کی رکشا کیجیے۔

برہما: بھگون، گنگا کے ادرشیہ ہوجانے سے سارا دیولوک سنتپت اور وچلت ہورہا ہے۔ دیوی گنگا کو مکت کرکے ہم سب کو کرتارتھ کیجیے۔

وشنو: جگت پتامہ۔ نربدا، یمنا، سریو، سرسوتی آدی کے ہوتے ہوئے دیولوک واسی گنگا کے لیے کیوں اتنا نرانند ہورہے ہیں؟

نارد: پربھو، جیسے دیوتاؤں میں اندر کا، سرپ سموہ میں شیش کا، ساگروں میں شیر ساگر کا، ہاتھیوں میں اَیراوت کا، پروتوں میں سمیرو کا، نکشتروں میں سوریہ کا آسن

اونچا ہے۔

ویسے ہی ترلوک کی ندیوں میں ہے گنگا کا مان
کس کی مہما تیج میں ہے ان کی مہما کے سمان
اُن کی مریادا نہیں معلوم ہے کیا آپ کو
چار چھینٹے اُن کے دھو دیتے ہیں لاکھوں پاپ کو

وشنو: پتامہ۔ گنگا میرے پریم سے دوسرے کو بھاگ دینا نہیں چاہتی۔ یدی میرے چرنوں سے نکلتے ہی پھر لکشمی سے لڑ پڑی تو ان دونوں کا ہی امنگل ہوگا اور دیوتاؤں کا اُدیشیہ بھی وِپھل ہوگا۔

برہما: یہ بادھا ہے تو میں ان دونوں دیویوں کو ایک استھان میں اِکتر ہونے کا کبھی اوسر ہی نہ دوں گا۔ لایئے گنگا کو میرے کمنڈل میں دیجیے۔

وشنو: اَتی اُتم، اَتی پوتر، اتی پریہ گنگے، ترلوک کا کلیان کرو۔ میرے چرنوں سے باہر آؤ اور لوک پتامہ کے کمنڈل کو اپنا نواستھان کرو۔

(گنگا کا وشنو کے چرنوں سے جل دھار روپ میں نکل کر برہما کے کمنڈل میں پرویش کرنا)

دیوبرند: شری گنگا دیوی کی جے۔

اَنک پرتھم — درشیہ دوتیہ

لال داس کا گھر

لال داس: ستیاناس ہو ایسی جورو کا اور ستیاناس ہو ایسی جورو دلانے والوں کا، ہائے ہائے سر پر چڑھا ہوا بھوت اتر جاتا ہے۔ رشی کا شراپ اتر جاتا ہے کنتو یہ ماتا پتا کی گلے میں ڈالی ہوئی پھانسی اترتی ہی نہیں۔ محلے میں اس کے ساتھ کی کھیلی ہوئی پورے تین کوڑی استریاں مرچکیں، پرنتو یہ پشاچ کی بچی مرتی ہی نہیں۔

(گوکل اندر سے آواز دیتا ہے)

گوکل: سیٹھ جی۔ اجی سیٹھ جی۔ سیٹھ سیٹھ جی۔ دروازہ کھولو۔

لال داس: کون ہو نام بولو۔

گوکل: دروازہ کھولو تو بتائیں یا یہیں سے ساری کتھا سنائیں۔

لال داس: یہ آنے والا تو میری جورو کی طرح بگڑے دل معلوم ہوتا ہے۔

(دروازہ کھول کر گوکل کو اندر لاتا ہے)

گوکل: کام چور۔ اس گھر کا نمک کھا کر جواب تک نہیں دیتا۔ (لال داس کو مارتا ہے) آنے دے اپنے سیٹھ کو دیکھ تو اس کھوپڑی پر کیسا جوتوں سے طبلہ بجواتا ہوں۔

لال داس: سیٹھ۔ کون سیٹھ؟

گوکل: اس گھر کے سوامی سیٹھ لال داس۔

لال داس: تو آنکھ کے اندھے نام نین سکھ۔ میرا ہی نام لال داس ہے۔

گوکل: آپ ہی کا نام ہے۔ تو آپ اُلو کی طرح منہ کیوں تاکتے رہے۔ پہلے ہی سے کیوں نہ کہہ دیا۔ شما سیٹھ جی، شما۔

لال داس: آتے ہی ڈھول کی طرح ڈھماڈھم ٹھوک ڈالا اور اب کہتا ہے شما، سیٹھ جی، شما۔

گوکل: سیٹھ جی میں بڑا بھولا آدمی ہوں۔ (لال داس کے سر پر ہاتھ رکھ کر) آپ کے چرنوں کی سوگندھ، مجھ سے بھول میں یہ اپمان ہوا۔

لال داس: سن۔ یدی تو نے منھ سے اپمان کیا ہوتا تو میں منھ سے شما دیتا۔ کنٹو تو نے ہاتھ سے اپمان کیا ہے، اس لیے ہاتھ سے ہی شما بھی دوں گا۔

(مارتا ہے۔ گوکل داؤ بچاتا ہے۔ وہ گر پڑتا ہے)

گوکل: اررررے۔ یہ کیا؟ آپ تو مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ پھیلا کر لمبے ہو گئے۔ اٹھیے۔

(ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہے)

لال داس: (اٹھ کر) اچھا بول کیا چاہتا ہے؟

گوکل: میں نے سنا ہے کہ آپ کو ایک نوکر کی ضرورت ہے۔

لال داس: ہاں۔ مجھے ایک نوکر کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ایک جورو کی بھی ضرورت ہے۔

گوکل: سمجھا۔ آپ جورو کے لیے نوکر چاہتے ہیں۔

لال داس: کیا بھونکتا ہے؟ ہم نوکر چاہتے ہیں گھر کی سیوا کے لیے اور جورو چاہتے ہیں اپنی سیوا کے لیے۔

گوکل: بہت اچھا، تو مجھے نوکر رکھ لیجیے۔ میں آپ کے گھر کی، آپ کی اور آپ کی جورو کی، سب کی سیوا کرسکتا ہوں۔

لال داس: تو کون سی سیوا کرے گا۔ یہی جو ابھی آتے ہی کی ہے۔ دھمادھم۔ دھمادھم۔ جا یہاں سے جا، میرے پاس نوکری موکری نہیں ہے۔

گوکل: نہیں ہے، کیسے نہیں ہے؟ آپ کو نوکر رکھنا ہی ہوگا۔

لال داس: رکھنا ہی ہوگا؟ زبردستی۔
گوکل: ہاں۔ زبردستی۔
لال داس: میں کبھی نہیں رکھوں گا۔
گوکل: میں رہوں گا۔ آپ رکھیں گے۔ آپ کو رکھنا پڑے گا۔

(زور سے گلا پکڑتا ہے)

لال داس: ارے، کیا تو مار مار کر مالک بنانے آیا ہے۔
گوکل: ہاں، جب ایشور نے آپ کو نوکر بننے کے لیے نہیں پیدا کیا ہے تو مالک بننا ہی پڑے گا۔ بولیے، بنتے ہیں یا نہیں؟

(پھر گلا پکڑتا ہے)

لال داس: بنتا ہوں بابا۔ بنتا ہوں۔
گوکل: میرے جیسا نوکر ملنے پر اپنے کو دھنیہ واد دیجیے اور کچھ آگیا کیجیے۔
لال داس: اچھا تو زبردستی کے نوکر سن۔ جیسے لوگ کتے کے گلے میں پٹا باندھتے ہیں، ویسے ماتا پتا نے بیاہ کی رسی سے میرے گلے میں ایک بن بلاؤ کی بچی باندھ دی ہے۔ اب تیرا پہلا کام یہ ہے کہ کسی طرح اس جیتی جاگتی بلا سے میرا گلا چھڑا دے۔ اپنی پرتیکش یکتی سے اس کو کسی یکش کا بھکش کرا دے۔
گوکل: سیٹھ جی۔ ایشور نے استری کو پرش کے جنم مرن کا ساتھی بنایا ہے۔ کیا آپ سچ مچ اپنے جنم کی سنگنی کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔
لال داس: ہاں۔ اب ہم سے یہ گلے پڑا ڈھول بجایا نہیں جاتا، اس لیے اسے سدا کے لیے چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

(لال داس کی استری تارا کا پرویش)

گوکل: کنتو اس ترسکار کا کارن کیا ہے؟

لال داس: ارے کارن کیا پوچھتا ہے۔ وہ استری نہیں چھپتی ہے۔ ناری نہیں ہیضے کی بیماری ہے۔ تیری قسم۔صورت دیکھتے ہی یہ جی چاہتا ہے کہ اس کے منہ پر تے کردوں۔

تارا: (سامنے آکر) کیا کہا؟ کیا کہا؟

لال داس: باپ رے۔

تارا: بول۔کیا بول رہا تھا؟

لال داس: جے اندرانی، جے بھوانی۔

(ڈنڈوت کرتا ہے)

تارا: کیوں۔ میں چھپتی، ہیضے کی بیماری۔ بول کیا میرے ماں باپ نے میرے یہ نام رکھے ہیں۔

لال داس: گرہ لکشمی۔ بھول میں زبان پھسل گئی۔ میں ہاتھ جوڑ کر اپنے اپرادھ کی شما مانگتا ہوں۔

تارا: پُرش کی طرف سے اتنے اپمان کو کوئی استری شما نہیں دے سکتی اور کیوں رے (گوکل سے) کیوں رے تو پرائی استری کی نندا کیوں سن رہا تھا۔

(گوکل کو دو ہتھڑ مارتی ہے)

گوکل: سنبھالو۔ میں تمھاری مار نہیں کھا سکتا۔

تارا: کیوں؟

گوکل: کیونکہ استری کی مار کھانے کے لیے کیول پتی بھگوان پیدا ہوئے ہیں۔

تارا: (لال داس سے) موے۔ یہ رات دن میری نندا کرنے کا کیا کارن ہے؟ آخر میں تیری استری ہوں یا نہیں۔ میرا کوئی مان ہے کہ نہیں؟

لال داس: کیوں نہیں۔ استری کیا، میں تو تمھیں اپنی ماتا کے برابر مانتا ہوں۔

تارا: اچھا تو اس بھول کے لیے پکڑ کان اور مار منھ پر طمانچہ۔

لال داس: شریمتی۔ جیسی آگیا۔

(تارا کا کان پکڑ کر اس کے منھ پر طمانچہ مارتا ہے)

گوکل: آہا ہاہا۔ کیا سم پر تھاپ پڑتی ہے۔
تارا: موئے، تیرے ہاتھ ٹوٹیں، یہ کیا کیا؟
لال داس: وہ ہی۔ تم نے کہا تھا نا کہ پکڑ کان اور مار طمانچہ۔
گوکل: ارے، مگر انھوں نے یہ کب کہا تھا کہ میرے توے پر اپنی روٹی سینکو۔
تارا: میں نے تو یہ کہا تھا کہ اپنے منھ پر دو ہتھڑ مار۔
لال داس: پتی پتنی میں کیا کچھ انتر ہوتا ہے۔ میں تمھارے منھ کو اپنا ہی منھ سمجھتا ہوں۔
تارا: نکھٹو، استری پر ہاتھ اُٹھاتا ہے، اور اوپر سے باتیں بناتا ہے۔ کھڑا تو رہ۔ میں ابھی گھر میں سے موسل لاکر تجھے دھان کی طرح کوٹے دیتی ہوں۔

(بگڑتی ہوئی جاتی ہے)

لال داس: (گوکل سے) کیوں دیکھا۔
گوکل: ہاں دیکھا۔
لال داس: کیا پرتیکش ہوا؟
گوکل: یہ ہی پرتیکش ہوا کہ اس کی آنکھ میں لاج نہیں ہے اور تمھارے منھ پر ناک نہیں ہے۔ وہ استری کے روپ میں پرش ہے اور تم پرش کے روپ میں استری ہو۔
لال داس: بس بس۔ چاہے مجھے مرنے کے پشچات سورگ نہ ملے، پرنتو میں اس چلتے پھرتے نرک کے ساتھ ایک پل بھی نہ رہوں گا۔
گوکل: تب کیا کرو گے؟
لال داس: دوسرا بیاہ۔
گوکل: کسی عورت کے ساتھ؟
لال داس: اور نہیں تو کیا کسی مرد کے ساتھ۔
گوکل: کنتو اس بڑھاپے میں؟

لال داس: ارے میں بوڑھا ہوں تو کیا، میرا دل تو بوڑھا نہیں ہے۔
گوکل: تو کس عمر کی عورت چاہیے؟
لال داس: سولہ برس کی۔
گوکل: تو یہ کہو کہ جورو کے بدلے بیٹی چاہیے۔ سیٹھ جی شما کرنا، مجھ سے بنا بولے رہا نہیں جاتا۔
لال داس: دیکھ میں نے تجھے نیائے اور نیتی کا اُپدیش دینے کے لیے نوکر نہیں رکھا ہے۔ یدی اپنی نوکری اور تنخواہ بڑھانا چاہتا ہے تو میری ہاں میں ہاں ملانا ہوگا اور کسی سولہ برس کی کنیا کے ساتھ میرا گٹھ بندھن اوشیہ کرانا ہوگا۔

(لال داس چلا جاتا ہے)

گوکل: میں کون تھا؟ دھرم دھرندر، ودّیا ساگر۔ شریمان کیلاش ناتھ کا بیٹا۔ گیان بھنڈار، ساتھ النکار، سرسوتی اوتار شری ۱۰۸ سوامی آتما نندا چاریہ کا چیلا اور اب کون ہوں؟ روٹی کپڑے کا بھکاری۔ مہاوِدّوان ہوکر ایک مہامورکھ کا کرم چاری۔ ہائے ہائے یدی میں جانتا کہ مجھے وید، اُپنشد، درشن، اسمرتی اتیادی سمست پراچین اور نوین ودّیاؤں کا ادھین کرنے کے پشچات ایک اُلّو کے بیٹے کے سامنے دس پندرہ روپے مہینہ پر شیش نوانا اور ہاں میں ہاں ملانا ہوگا، تو میں بڑے بازار میں کپڑے کی دھلائی کرتا، کنتو پاٹھ شالاؤں میں پھونک پھونک کر اپنا بھیجا کبھی نہ خالی کرتا۔

یہ جیون جب پرائے دوار پر مرمر کے کاٹیں ہم
تو ایسی ودّیا کو کیا لگا کر شہد چاٹیں ہم
سدا ڈنڈے بجاتے ہم نے پایا اپنے جیسوں کو
یہاں کس کو کہیں سب پوجتے ہیں چار پیسوں کو

(جانا)

انک پرتھم — درشیہ ترتیہ

راج سبھا

چوبدار: ساودھان۔ شتری کل تلک، پرجاپتی، شری مہاراجا بھگیرتھ سبھا کو شوبھادان دینے کے لیے براجمان ہوتے ہیں۔

(مہاراجا بھگیرتھ کا پرویش)

سب سبھاسد: آریہ ورت کے دھرم ویر سمراٹ کی جے ہو۔
بھگیرتھ: ایشور تمھارا کلیان کریں۔

(راجا بھگیرتھ سنگھاسن پر بیٹھتے ہیں)

بھاٹ:

جگت کے نواسی رہیں داس داسی۔
چھبن دیہہ سوہے، مکٹ سیس راجے۔
نہ ہوناش، آکاش پرکاش جب تک،
مہاراج کو راج کا ساج چھاجے۔
رہے بول بالا، کرے مکھ اُجالا، دیا کی درشٹی سرشٹی نواجے۔
شری، دنت، بلونت کے گن کا ڈنکا،
ہر اک ٹھور، چھوں اور، گھنگھور باجے۔

(جے سنگھ کا پرویش)

جے سنگھ: پرتھوی ناتھ کے لیش، پرتاپ کی جے ہو۔

بھگیرتھ: جے سنگھ، کیا سماچار لائے۔

جے سنگھ: نرناتھ، آپ کے راجیہ اور پرجا کا سب سے بڑا شترو ڈاکو جے پال گرفتار کرلیا گیا۔

بھگیرتھ: کیا۔ میری پرجا کے دھن، سکھ، شانتی کا لوٹنے والا جے پال گرفتار ہوگیا؟

جے سنگھ: ہاں پرجاپالک۔ وہ سنگھ سے ادھک نربھیتا اور گج سے ادھک بل رکھنے والا ڈاکو شرنکھلاؤں میں جکڑا ہوا اپنے پرار بدھ کا نرنے سننے کے لیے اُپستھت ہے۔ اس راج دروہی کے لیے کیا آگیا ہے؟

بھگیرتھ: سامنے لاؤ۔ (جے پال کا پرویش) ماتا کے گربھ کے کلنک، جس دیس کی کوکھ سے جنم لیا، جس دیس کی ندیوں کا جل پیا، جس دیس کے کھیتوں کا انّ کھایا، جس دیس کے سوریہ چندر سے اُجالا پایا، اُسی دیس کے سنتانوں کے سکھ شانتی پر چھری چلایا۔

جس نے پران اور دیہہ دی، باہو دیے، کس بل دیا
تونے اُس ماتا کے پیار، اُپکار کا یہ پھل دیا
جن کے کاٹے ہیں گلے، کیا وہ ترے بھائی نہ تھے
ایک ہی ڈالی کی کلیاں تھیں جنھیں مل مل دیا

جے پال: میں کال کو پتا، پرکرتی کو ماتا، بھجاؤں کو سدھی، تلوار کو متر، بل کو بندھو سمجھنے کے سوا کسی استری کو اپنی جننی اور کسی پرش کو اپنا بھائی نہیں سمجھا۔

ہورہا ہے سوارتھ اور پرمارتھ میں نت سنگرام
اک طرف ہے تیاگ اُپکار، اک طرف کرودھ اور کام
مان اور ادھیکار، لیش اور کیرتی، دھن اور دھام
اس جگت کے جتنے سکھ ہیں سوارتھ بل کے ہیں غلام
وہ ہیں اندھے جو نظر رکھتے ہیں پاپ اور دوش پر
واردوں میں لاکھ ایسے دیس کو سنتوش پر

بھکیرتھ: دھرم دروہی۔ جیسے ورکش کے پتے انت ہیں، ساگر کی ترنگیں انت ہیں، آکاش کے نکشتر انت ہیں، ویسے ہی تیرے سوارتھی ہردے کے پاپ بھی انت ہیں۔ ؎

پیس دوں کولھو میں یا کتوں سے نچوا دوں تجھے
بول تو ہی تیرے پاپوں کی سزا کیا دوں تجھے

جے پال: وہی سزا جو تیرے ہاتھوں سے سویم تجھے ملنی چاہیے۔

بھکیرتھ: مجھے؟

جے پال: ہاں۔

بھکیرتھ: کارن؟

جے پال: کارن کہ سنسار اور سماج کے سامنے جیسے میں اَپرادھی ہوں، ویسے ہی تو اپرادھی ہے۔ جس پرکار میں ڈاکو ہوں، اسی طرح تو بھی ڈاکو ہے۔

بھکیرتھ: کیا میں تیرے جیسا لٹیرا ہوں۔

جے پال: ہاں لٹیرا اور مجھ سے بڑا لٹیرا۔ میں جنگل میں لوٹتا ہوں، تو شہر میں لوٹتا ہے۔ میں گھروں کو لوٹتا ہوں تو نگروں کو لوٹتا ہے۔ میں دھن چھینتا ہوں تو سوتنترتا چھینتا ہے۔ میں تلوار سے دباتا ہوں تو راج یکتی سے دباتا ہے ؎

راستہ دنیا میں میرا اور تیرا ایک ہے
کرم سے دیکھو تو راجا اور لٹیرا ایک ہے
ایک ہی جیسے سبھاؤ، ایک جیسے کام ہیں
ایک ہی وستو ہے جس کے دو طرح کے نام ہیں

بھکیرتھ: ادھم آتما۔ تو مجھے اور اپنے کو ایک ترازو میں تول کر پاپ اور پنیہ کا بھار برابر کرنا چاہتا ہے۔ کُکرمی، تیرے جیون کا آدرش سوارتھ ہے اور میرے جیون کا آدرش سیوا ہے۔ تیرے کام کا راستہ پاپ ہے، میرے کام کا راستہ دھرم ہے۔ تیری تلوار دوسروں کی ہتیا کرتی ہے اور میری تلوار دیس اور جاتی کی رکشا کرتی ہے اَتہ، میں اجالا ہوں تو اندھیرا ہے، میں راجا ہوں، تو لٹیرا ہے۔ ؎

اتنا ہی انتر ہے میرے اور تیرے کرم میں
آدمی سے الگاؤ ہے جتنا ادھرم اور دھرم میں

جے پال: نہ لے کایر، شتریہ دھرم کا نام نہ لے۔ تجھ میں دھرم اور نیائے ہوتا تو میری تلوار سے سہریودھاؤں کو نہ کٹواتا۔ سویم سنگھ بن کر سامنے آتا اور اپنی بھجاؤں کا بل تھا شتریہ دھرم کا گورو دکھاتا۔

بھگیرتھ: میں تیرے جیسے تجھ ڈاکو پر تلوار اٹھانا ویرتا کا اپمان سمجھتا ہوں۔

جے پال: اور ایسا ہی من میں سمجھنے ہی سے تو ابھی تک جی رہا ہے۔ یدی تو سامنے آنے کا ساہس کرتا، تو میں شن بھر میں تیرے کشتریہ بل کا ابھیمان دور کردیتا۔ تیرا مستک ہاتھی کا بھی مستک ہوتا تو میں اسے اپنے ایک ہی گھونسے سے چور کردیتا۔

بھگیرتھ: تو؟

جے پال: ہاں میں۔ وشواس نہ ہو تو سنگھاسن سے نیچے آ۔ ویربن اور میرے بھجا بل کی پریکشا لے۔

یہی میدان ہے رن کا پکڑ تلوار ہاتھوں میں
ابھی پرتیکش ہوجاتا ہے سب کچھ چار ہاتھوں میں

بھگیرتھ: برساتی ندی کے سمان تھوڑے بل میں ابل پڑنے والے، وچار کر، تو کس کے سامنے ڈینگیں مار رہا ہے۔ شکتی کی تچھ دھارا بل اور پراکرم کے اتھاہ ساگر کو للکار رہا ہے۔

جے پال: ہاں، میں تجھے للکارتا ہوں کہ یدی تو شیر کا تھپڑ، گینڈے کی اوچھڑ اور ہاتھی کی ٹکر جھیل سکتا ہے تو خم ٹھونک کر سامنے آ۔ ناری سے نربن اور اپنے بھجا بل سے اپنا ویر پرش ہونا پرمانت کر۔

(رانی کا اتجت بھاؤ سے پرویش)

رانی: ایسا ہی ہوگا، جے پال ایسا ہی ہوگا۔ مہاراج ابھیمان شتریہ بل کے سامنے

گرج رہا ہے۔ تنکا طوفان کے منہ آرہا ہے۔ گیدڑ شیر کو للکار رہا ہے۔ سنگھاسن سے اُتریے اور اس کی للکار کا اُتر دیجیے۔

بھیگرتھ: رانی، ٹوکے جانے پر ٹھہرنا اور للکارے جانے پر لڑنا، یہی ویر پرش کا دھرم ہے۔ پرنتو متر تا اور یدھ سردا برابر والوں سے کیا جاتا ہے۔ کیا تم اگنی کو گھاس سے، آندھی کو پتے سے، پروت کو رائی سے لڑانا چاہتی ہو۔ ویر کے ہاتھوں سے ویرتا کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگانا چاہتی ہو۔

جے پال: لجا کر، اپنی کایرتا پر شبدوں کا آورن ڈالنے والے، لجا کر۔ گیدڑ شیر کا نام رکھ لینے سے شیر نہیں ہوسکتا۔ منشیہ ویرتا ویرتا پکارنے سے ویر نہیں بن سکتا۔ رانی۔ ایسے پرش کو سامنے سے ہٹا کر رنواس کی ناریوں میں لے جاؤ۔

دھاک مانیں گی وہی اس کاغذی تصویر کی
استری منڈل ہی رن بھومی ہے ایسے ویر کی

رانی: بس بس۔ کیا تو نہیں سمجھتا کہ مہاراج تجھے اپنی دیا اور شما کا لابھ دے رہے ہیں۔ یدی تو شتری بل کی پریکشا ہی لینا چاہتا ہے، تو آ شیر سے پہلے شیرنی کا مقابلہ کر۔

جے پال: کیا میں پرش ہوکر ایک استری سے یدھ کروں؟

رانی: ہاں۔

جے پال: کس لیے؟

رانی: اس لیے کہ تجھ کو یہ ودت ہوجائے کہ شتریہ کل کی استریاں تیرے جیسے پرشوں سے ادھک ویر ہوتی ہیں۔

ویرتا پیدا ہوئی ہے کشتریہ کے سنگ میں
میں دکھا دوں گی کہ کتنا بل ہے کومل انگ میں

جے پال: میں تیری للکار کا پیچھے اُتر دوں گا۔ پرنتو تو یہ سویکار کہ جسے تو اپنا پتی سمجھتی ہے۔

اُس سے بڑھ کر کوئی بھی کایر نہیں اس دیش میں
ایک ناری نے لیا ہے جنم نر کے ویش میں

رانی: بس مہاراج بس۔ شما اور سہن کی بھی سیما ہوتی ہے۔ یہ آپ کے راج اور سنگھاسن کو نہیں آپ کے شترتو اور شتریہ دھرم کو للکار رہا ہے۔ اُتریے، سنگھاسن سے اُتریے۔ اس سے ادھک اپمان شتریہ کیا شودر بھی سہن نہیں کرسکتا۔

بھگیرتھ: (سنگھاسن سے کود کر) نیچ لٹیرے۔ یہ تیرا دُربھاگیہ تھا کہ تو نے میری سہن شکتی کی کچھ مریادا نہیں رکھی۔ چل، اپنی ہاتھی کا مستک چور کرنے والی بھجاؤں کے ساتھ سامنے آ۔ (سپاہیوں سے) کھول دو، اس کا بندھن۔

جے پال: میرے ہاتھ کا بندھن کھولنے کے لیے پرائے ہاتھ کی آوشیکتا نہیں ہے۔ میں ابھی تک شرنکھلاؤں کے بندھن سے نہیں، ایک کایر پُرش کے آدھین ہوجانے کے دُکھ بندھن سے بندھا ہوا تھا۔ جب وہ بندھن ٹوٹ گیا تو یہ بندھن بھی مکڑی کے جالے کی طرح پرتھک ہوسکتا ہے (زنجیر توڑ دیتا ہے) لاؤ تلوار۔

رانی: (راجا کے میان سے تلوار نکال کر دیتی ہے) یہ لے۔

بھگیرتھ: (ایک سبھا سد سے) اپنی تلوار مجھے دے دو۔

رانی: نہیں مہاراج۔ مٹی کے کھلونے کو توڑنے کے لیے تلوار کی نہیں، ایک ٹھوکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو اس کے ساتھ بنا شستر کے لڑنا ہوگا۔

بھگیرتھ: اچھا تو مجھے کیول ایک ڈھال دو۔

رانی: نہیں، ڈھال بھی نہیں۔ آپ کی بھجاؤں میں بھرا ہوا بل ہی آپ کی ڈھال ہے۔ جس ڈھال سے آپ اس تُچھ پرش کا وار کیا، اندر کے وجر تک کا وار روک سکتے ہیں۔

جے پال: ناری، کیوں اپنے پتی کی ہتیا کراتی ہے۔ تلوار دے دے۔ شیر بھی ناخن اور پنجے کے بنا اپنی رکشا نہیں کرسکتا۔

رانی: دراتما۔ تو نے ابھی شتریہ بل کی پریکشا نہیں کی ہے۔ یدی مہاراج نے کیول بھجا بل سے تیرے ابھیمان کے منھ پر تھپڑ مار کر تیری تلوار نہ چھین لی تو میں اپنے کو ایک راجا کی پتنی نہیں چنڈال کی پتنی سمجھوں گی۔

بھگیرتھ: نہ سمجھو گی۔ تم اس جیون میں کبھی ایسا نہ سمجھو گی۔ چل ابھیمان کے پتلے، سامنے آ۔

جے پال: ساؤدھان۔

(دونوں لڑتے ہیں۔ بھگیرتھ تلوار چھین کر پھینک دیتے ہیں)

رانی: کانپ نہیں۔ لے تلوار اور پھر یدھ کر۔ شودر سیوا کا، برہمن ودّیا کا اور شتری تلوار کا دان دیا کرتا ہے۔ تو چاہے گا تو ایک بار نہیں ایک ہزار بار تیری تلوار تجھے واپس دی جائے گی۔

(پھر لڑائی ہوتی ہے۔ راجا تلوار چھین کر اُسے زمین پر گرا دیتا ہے)

جے پال: مہا نیچ، چنڈال، بھونک دے تلوار۔ میں اس اپمان کے پشچات بھرتی پر جینا نہیں چاہتا۔ مار پاجی۔ مار کمینے۔

بھگیرتھ: تو اپنی ہار کا بدلہ مجھے گالیوں سے دیتا ہے۔

جے پال: میں اس لیے گالیاں دیتا ہوں کہ تو کرودھت ہوکر مجھے شیگھر سے شیگھر مار ڈالے۔

بھگیرتھ: اب میں تجھے نہیں مار سکتا۔

جے پال: کارن؟

بھگیرتھ: کارن کہ ابھی تک میں تجھے اپنے لابھ کے لیے نہیں، اپنے راج اور پرجا کی رکشا کے لیے پران دنڈ دینا چاہتا تھا۔ پرنتو اب تیرے گالی دینے سے میرے من میں سوارتھ اور سوارتھ سے کرودھ اُتپن ہوا ہے۔ میں دھرم اور پرمارتھ کے لیے ساری دنیا سے لڑسکتا ہوں، کنتو اپنے سوارتھ کے لیے ایک چیونٹی کو بھی مارنا مہاپاپ سمجھتا ہوں۔ اُٹھ تونے مجھے گالیاں دیں، میں ان گالیوں کے بدلے تجھے جیون دان دیتا ہوں۔

جے پال: (آشچریہ چکت ہوکر) کیا تم منشیہ ہو؟ کیا تمھارا ہردے منشیہ کا ہردے ہے۔ نہیں نہیں، جو سوارتھ اور کرودھ جیسے شتروؤں کو جیت سکتا ہے جو میرے جیسے ادھم کو جیون دان دے سکتا ہے، وہ کبھی منشیہ نہیں ہوسکتا۔ بھگیرتھ، تم دیوتا ہو، تمھیں دھنیہ ہو کہ جس کو اس دنیا کی دھمکی، ڈر، تلوار، کوئی شکتی نہ جیت سکی،

بھگیرتھ گنگا

اُسی جے پال کو تم نے آج اپنی آتما کی اُدارتا سے جیت لیا۔ میں آج شدھ انتہ کرن سے اپنے پاپ سے جیون کو بھوشیہ میں اُچ اور پوتر بنانے کے لیے سوگندھ کھاتا ہوں اور تمھیں دھرم گرو سمجھ کر تمھارے چرنوں پر اپنا شیش جھکاتا ہوں۔

(جے پال بھگیرتھ کے پیروں پر جھکتا ہے)

سب: دھرم بل کی جے۔

(پٹا کشیپ)

انک پرتھم— درشیہ چترتھ

لال داس کا گھر

(لال داس کا پرسن مدرا میں ہنستے ہوئے پرویش)

لال داس: اہا ہا ہا۔ نصیب کا پہیہ گھوما۔ جوانی پلٹی، داؤں جیتا— گوکل او گوکل۔

(گوکل کا پرویش)

گوکل: کیوں سیٹھ جی، کیا ہے؟

لال داس: میری پرشنسا کر۔ میری پیٹھ ٹھونک۔ مجھے گدّ یہ پدّ یہ میں دھنیہ واد دے۔

گوکل: کس لیے؟

لال داس: اس لیے کہ ایک اتی سندر، ہائے ہائے اتی سندر......

گوکل: آگے۔

لال داس: کنیا۔

گوکل: آگے۔

لال داس: چودہ برس کی۔

گوکل: آگے۔

لال داس: بیاہ کے لیے۔

گوکل: آگے بولو۔

لال داس: مل گئی۔ پروہت جی کی کرپا سے مل گئی۔

گوکل: مل گئی۔

لال داس: ہاں، مل گئی۔ سن میرے دادا لکشمی چند نے ایک سو دس برس کی اوستھا میں جب اپنا گیارھواں وواہ کیا تھا تو اس وواہ پر دس ہزار روپے خرچ کیے تھے۔ یدی میں اُسی دادا کا پوتا ہوں تو برادری میں کبھی ناک نہ کٹواؤں گا۔ انھوں نے دس ہزار خرچے۔ تو میں اپنے بیاہ کی دھوم دھام اور رنڈی بھانڈوں پر بیس ہزار اٹھاؤں گا۔

گوکل: رنڈی، بھانڈوں پر بیس ہزار۔

لال داس: ہاں، چھنچھناتے اور کھنکھناتے بیس ہزار۔

گوکل: مگر اس بیس ہزار میں سے اناتھوں، ودھواؤں اور برہمنوں کی سیوا سہایتا کے لیے بھی کچھ نکالو گے یا سب کا سب رنڈیوں، بھانڈوں ہی کی جیب میں ڈالو گے۔

لال داس: اناتھوں اور ودھواؤں کو دوں؟ کیوں دوں؟ کس لیے دوں؟

گوکل: اس لیے کہ ان کو دینا پنیہ ہے۔

لال داس: ان کو دینا یدی پنیہ ہے تو رنڈی اور بھانڈوں کو دینا مہا پنیہ ہے۔

گوکل: ایں۔ وہ کیسے۔

لال داس: ایسے کہ اناتھوں اور برہمنوں کو دینے والے تو بھارت میں ہزاروں دانی دھرماتما پڑے ہوئے ہیں۔ کنتو رنڈی اور بھانڈ تو کیول ہمیں جیسے دو چار بھلے مانسوں کے سہارے جی رہے ہیں۔ یدی ہم بھی انھیں سوکھا ہی ٹرخائیں گے تو کیا وہ بیچارے اپنا طبلہ، سارنگی بیچ بیچ کر کھائیں گے؟

گوکل: تو کیا ایک ہندو کے دھن میں رنڈی اور بھانڈوں کے سوا اناتھ اور ودھواؤں کا کوئی حق نہیں ہے؟

لال داس: کوئی نہیں۔

گوکل: اس بیس ہزار میں سے ان کو پانچ ہزار بھی نہیں دے سکتے؟

لال داس: نہیں ایک پائی بھی نہیں۔ ارے مورکھ سن۔ رنڈی اور بھانڈوں کو دیا ہوا دان

ہی مہادان ہوتا ہے۔ کارن کہ انھیں کے آشیرواد سے ور اور کنیا کا کلیان ہوتا ہے۔

گوکل: دھتکار ہے تمھاری سمجھ پر، دھتکار ہے تمھارے منشیہ ہونے پر۔ ایشور نے جس دھن کو سماج کی رکشا، دھرم کی سیوا، دین دکھیوں کی سہایتا کے لیے دیا ہے ؎

اُس دھن سے رکشا کرتے ہو تم ہٹے کٹے سانڈوں کی
کیا سورگ تمھیں لے جائے گی سیوا ان رنڈی بھانڈوں کی
جس نشٹھر بھارت واسی کو دین اور دکھی کا دھیان نہیں
وہ بھارت بھارت لاکھ کرے پر بھارت کی سنتان نہیں

لال داس: ارے میں بھارت کی سنتان نہیں تو کیا کابل سے انگور کی پٹاری میں بند ہوکر یہاں آگیا ہوں۔

(ایک نوکر کا پرویش)

نوکر: سیٹھ جی، سیٹھ جی، اجی سیٹھ جی۔

لال داس: کیوں کیا ہے؟

نوکر: آپ کی سسرال سے برہمن اور پروہت ٹیکا لے کر آگئے۔

لال داس: آگئے۔ میرے جوان بننے سے پہلے ہی آگئے۔ ہائے ہائے۔ جب تو سب مٹی ہوگیا۔ سب پر جھاڑو پھر گئی۔

گوکل: کیوں، سسرال والوں کے آنے سے گھبرا کیوں گئے؟

لال داس: گھبراتا اس لیے ہوں کہ پروہت جی نے کنیا کے ماتا پتا کو دھوکا دے کر میرا وِواہ ٹھہرایا ہے۔ مجھے ساٹھ برس کا بوڑھا بتانے کے بدلے پچیس برس کا جوان بتایا ہے۔

گوکل: ارتھات تمھارے ساس سسر تمھیں جوان سمجھ کر اپنی کنیا دے رہے ہیں۔

لال داس: ہاں۔ اب یدی جوان کے بدلے اپنے سامنے ساٹھ برس کا بوڑھا پائیں گے تو ماتھے پر لگن کا ٹیکا چڑھانے کے بدلے منھ پر جھاڑو مار کر چلے جائیں گے۔

گوکل: تو پھر اب اس کا اپائے؟

لال داس: بس اب ہاتھ سے جاتی ہوئی جورو کو روکنے کا ایک ہی اُپائے ہے۔

گوکل: وہ کیا؟

لال داس: وہ یہ کہ تھوڑی دیر کے لیے میں تیرا سوانگ بھر کر گوکل بنتا ہوں اور تو میری سوانگ بھر کر لال داس بن جا۔

گوکل: ارتھات مالک نوکر بنے اور نوکر مالک۔

لال داس: ہاں۔ اس طرح سسرال والے میرے دھوکے میں تجھے ٹیکا چڑھا کر چل دیں گے اور پھر لال داس جی نشچنت ہوکر مونچھوں پر بل دیں گے۔

گوکل: کنتو جس دن بیاہ کرنے جاؤ گے، اس دن یہ بڑھاپے کی جھڑوس صورت کس طرح چھپاؤ گے؟

لال داس: ارے اُس دن یہ موہنی صورت مورت پھولوں کے سہرے میں چھپی ہوئی ہوگی۔ بول میرے پریہ انوچر بول۔ میری سہایتا کرے گا؟

گوکل: نہیں۔

لال داس: نہیں؟

گوکل: کبھی نہیں۔

لال داس: کیوں؟

گوکل: کیونکہ تم نے اپنے پیسوں سے میری سیوا خریدی ہے۔ کنتو میرا دھرم نہیں خریدا ہے۔

لال داس: اس کا ارتھ؟

گوکل: اس کا یہ ارتھ ہے کہ میں تم جیسے وِشے کپٹ، گھاتکی، نرلج کے ہاتھ میں اس کے پاپ کا ہتھیار بن کر ایک ہندو کل اور ہندو کنیا کے سکھ اور بھوشیہ کا سروناش کبھی نہیں کرسکتا۔

لال داس: نہیں کرسکتا۔ اچھا تو پھر سٹک جا۔ چمپت ہو جا، لمبا پڑ۔ میرا روپیہ سلامت ہے تو تیرے جیسے بیس سہایتا کرنے والے مل جائیں گے۔

گوکل: اور اگر میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو ایسی پچاس نوکریاں مل جائیں گی۔

(جانا چاہتا ہے)

لال داس: ہائے ہائے، یہ تو چلا۔ (روک کر) ارے کیوں میرا بنا بنایا کام چوپٹ کرتا ہے۔ باوا مان جا۔ دیکھ میں اپنے دادا کی عزت تیرے پیروں پر رکھتا ہوں۔

(پیروں پر اپنی پگڑی رکھ دیتا ہے)

گوکل: کیا کروں (سوچتا ہے) نہیں، مجھے مان جانا چاہیے اور اس پاجی کے ہاتھ سے اس کنیا کا بھوشیہ بچانا چاہیے۔

لال داس: بول کیا کہتا ہے؟ پگڑی تو رکھ چکا۔ اب کیا پیروں پر ناک بھی رگڑوں؟

گوکل: اچھا۔ نمک کھانے کی لاج سے پاجی کے ساتھ پاجی بنا سویکار کرتا ہوں۔

لال داس: (نوکر سے) ارے جا پروہت جی کو بلا لا۔

(پٹ پریورتن)

انک پرتھم — درشیہ پنچم

جنگل

(رانی کا شکاری ویش میں داسیوں کے ساتھ آگمن)

داسی 1: رانی جی وہ رہا۔

داسی 2: اوہ۔ اُس کا بھاگنا دیکھو جیسے بادل کا چھوٹا ٹکڑا بجلی کے پر لگا کر دوڑا جا رہا ہو۔

رانی: ٹھیک لکشیہ پر ہے (تیر چلاتی ہے۔ مرگ گر پڑتا ہے) وہ مارا۔ گر گیا۔ کمدنی جا اُٹھا لا۔

(کمدنی جاتی ہے)

داسی 1: سکھی دیکھا۔ مہارانی کے ہاتھ کا کرتب ۔

سب گن پوری ہیں جان گئے، چنچل کی صفائی مان گئے
خود مرگ کو بھی یہ اچرج ہے کب بان لگا کب پران گئے

داسی 2: اری باوری شترانیوں کا جچا تلا وار کہیں خالی جاتا ہے۔

داسی 1: ہاں، سچ تو ہے۔ مہارانی نے پہلے ہی ساکشات میں ہمارے مہاراج بھکیرتھ کے ہردے، پر ایسا تاک کر بان مارا ہے کہ پرتھوی پال کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چوٹ کھاتے ہی ساری آکھیٹ وِدّیا بھول گئے ۔

رس رسیلے سورما، اس پریم کے رن ویر سے
چوٹ وہ کھائی کہ ویاکل اب تلک ہیں پیر سے

ہوگئے گھائل نجر کے بان سے من اور پران
دونوں کے دونوں نشانے اُڑ گئے اک تیر سے

(ایک تپسوی ہاتھوں میں ہرن لیے ہوئے آتا ہے)

تپسوی: اُف منشیہ۔ منشیہ تو پتھر سے بھی ادھک کٹھور، پشوؤں سے بھی اِدھک گھاتک اور راکشس سے بھی ادھک پپاسو ہے۔ ہائے، تو کس دن دیا سیکھے گا۔ تو کس دن پاپ کو پاپ سمجھے گا۔

رانی: تپسوی جی۔

تپسوی: بتاؤ۔ بتاؤ۔ ودھاتا کی اس سندر کاریگری کو کس نے مٹایا۔ اس نرپرادھ اور نشپاپ جیو پر کس نردئی نے بان چلایا۔

رانی: پوجیہ مہاتمن۔ اس ہرن کے بچے کا وَدھ میں نے کیا ہے۔

(ناردمنی کا پرویش)

نارد: تم نے؟ ایک ابلا نے؟ کوملانگی، دیاشیلا رمنی نے؟

تپسوی: دیاہین ناری، تم کون ہو؟

داسی 1: یہ پرجاپتی مہاراجا بھکیرتھ کی اردھانگنی اور ہمارے آریہ ورت کی سامراگنی ہیں۔

نارد: مہارانی اور یہ انیائے۔ مہارانی اور اپنی پرجا پر یہ اتیاچار؟ ؎

تمھیں اس نے کُودھا یا تھا، ستایا تھا، جلایا تھا
دیا کیا کشٹ اس نے کون سا دکھ اس سے پایا تھا
نہ سمجھا اس کی بنتی کو، نہ دیکھا اس کے رونے کو
کہو، کیوں توڑ ڈالا تم نے اس سندر کھلونے کو

رانی: دیورشی۔ اس داسی سے کیا اپرادھ ہوا۔ آپ پر یہ بھلی بھانتی پرتیکش ہے کہ ڈھال، تلوار ویر للناؤں کے شریر کا شرنگار ہے۔ دھرم شاستر کے انوسار شتریوں کی بھانتی شترانیوں کو بھی شستر باندھنے اور شکار کھیلنے کا ادھیکار ہے۔

جنم دیوس ہی سے من اور ویرتا میں میل ہے
مارنا مرنا ہمارا رات دن کا کھیل ہے
یہ ہرن کیا، مرگیا جو گھاؤ کھاکر تیر کے
شیر بھی ہوتا تو رکھ دیتی میں کلّے چیر کے

نارد: رانی، یہ سچ ہے کہ شاستروں نے شتری اور شترانیوں کو شکار کی آگیا دی ہے۔ کنتو تم کو جاننا چاہیے کہ شتریوں کو کیول سنگھ، ریچھ، گینڈے، بھیڑیے جیسے اُتپاتی اور پران گھاتی پشوؤں کا ودھ کرنے کا ادھیکار ہے۔ ان کے بدلے نردوش پشوؤں کی ہتیا کرنا، شکار نہیں ایک طرح کا پاپا چار ہے۔

جو من کے بھاؤں کو جیتے وہ سچا ویر زمانے میں
وہ سکھ نہیں پران کے لینے میں جو سکھ ہے پران بچانے میں
کچھ اپنا بھی اُدّھار کرو، کچھ جگ کا بھی کلیان کرو
جس ہاتھ سے بان چلاتی ہو اُس ہاتھ سے پُن اور دان کرو

رانی: بھگون۔ آپ میرے پرتی دن کے سادھارن کاریہ کو بڑے بھیشن روپ میں دیکھ رہے ہیں۔ کیا یہ سمجھوں کہ آج تک میں رانی اور شترانی کا کرتویہ سمجھنے میں بھول کر رہی تھی۔

نارد: کرتویہ؟ تم اور کرتویہ؟ رانی تم کو اس مہتو پورت شبد کا اُچارن کرنا اُچت نہیں ہے۔ کارن کہ... کہ جیسے جیو منشیہ یونی میں آکر پوروجنم کی اوستھا بھول جاتا ہے، ویسے ہی تم استریاں اور مہارانیاں اس جنم میں اپنا کرتویہ بھول گئی ہو۔

رانی: پربھو، جگت سیوا، دھرم سیوا اور پتی سیوا ہی میرے جیون کے مکھیہ کرتویہ ہیں۔ بتائیے، بتائیے میں نے ان میں سے کس کرتویہ کا پالن نہیں کیا۔

نارد: تمھارے پتی کے ساٹھ سہستر پورو پرشوں کے شریر بھگوان کپل کے شراپ سے بھسم ہوکر ساگر کے کنارے راکھ کا ڈھیر بنے ہوئے اپنے اُدّھار کے لیے ولاپ کررہے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ جب تک دیوی گنگا جی سورگ سے بھوتل پر نہ آئیں گی، تب تک راجا سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کی ویاکل

آتمائیں کبھی شانتی نہیں پائیں گی۔

رانی: ہاں بھگون، میں جانتی ہوں۔

نارد: تو پھر بتاؤ کہ مہاراجا سگر کے ونش، راج اور پرتگیا کے اتم ادھیکاری بھگیرتھ نے گنگا کو سورگ سے لانے اور اپنے پورو پرشوں کا اُدّھار کرنے کے لیے جو پرن کیا تھا، اُس پرن کے پالن میں اپنا کتنا پُرشارتھ دکھایا۔ تم نے سوئے ہوئے سنگھ کو جگا کر اُس کے جیون کا سب سے بڑا کرتویہ اُسے کس دن یاد دلایا۔

رانی: بھگون، میں مہاراج کی داسی ہوں اور داسی کا دھرم شکشا دینا نہیں کیول سیوا کرنا ہے۔

نارد: تم نے آج تک اُس کی دیہہ اور پران کی سیوا کی ہے، پرنتو اس کے دھرم کرم اور کیرتی کی کوئی سیوا نہیں کی اور اسی کارن شتریہ دھرم بھرشٹ کرنے کا جتنا دوش اس پر ہے، اتنا ہی تم پر بھی ہے۔

رانی: مجھ پر؟

نارد: ہاں، تم پر۔ بھگیرتھ کے جیون اور پرار بدھ کی چرسنگنی تم پر۔ وہ جیو ہے تو تم اس جیو کو نچانے والا کرم ہو۔ وہ سرشٹی ہے تو تم اس کی رکشا اور پرلے کرنے والی مہاشکتی ہو۔

یہ تمھارا دھرم تھا ندرا سے جاگو اور جگاؤ
یہ تمھارا کرم تھا کرتویہ کا رستہ بتاؤ
شترانی شتری کو یہ کہے رن میں نہ جاؤ
آشچریہ ہے کہ روکے لہر ساگر کا بہاؤ
اور ہی ہیں روپ اب پُرشارتھ کی تصویر کے
نشٹ تم نے کر دیے سب تیج بھارت ویر کے

رانی: بس بھگون بس۔ آپ نے میری آنکھ کھول دی۔ میرا نشہ اُتار دیا۔ میری بجھی ہوئی بدھی کو پرکاشت کردیا۔ نشچے میں نے بھینکر بھول کی ہے۔ آج اس بھول کو سویکار کرکے آپ کے سامنے سوگندھ کھا کر پرتگیا کرتی ہوں کہ جب تک

اپنے پتی کو بھگت کے بھوگ ولاس سے ہٹا کر ان کے جیون کے اُدیشیہ سادھن میں نہ لگاؤں گی، تب تک ایک پتی ورتا ودھوا کے سمان سنسار کے سکھ اور شرنگار کی اور آنکھ بھی نہ اٹھاؤں گی۔

نارد: رانی کرتویہ کرم چاہتا ہے، منھ کی باتیں نہیں چاہتا۔

رانی: پربھو، میری اس سے کی بات اتنی ہی سچی ہے جتنا ایشور کا ایشور ہونا سچا ہے۔

جل رہا ہے روم روم اس طرح دکھ کے تاپ سے
آگ لگ جائے کسی کے گھر میں جیسے شراپ سے
ہوگیا ہے آتما میرا کلنکت پاپ سے
آرہی ہے مجھ کو گھرنا آج اپنے آپ سے
آج سے سمجھوں گی اپنا چین، جگ کے تیاگ کو
میں بلی دوں گی پتی پر اپنے سکھ سوبھاگ کو

نارد: جاؤ، ویر استری جاؤ۔ رانی جاؤ۔ شترانی جاؤ اور سنسار کو بھارت للناؤں کا مہاتم دکھاؤ۔

ست دھرم کا، ست کرم کا پھر سوریہ اُدے ہو
آسیہ کا سنگھار ہو کرتویہ کی جے ہو
نارائن۔ نارائن۔

(نارد کا انتردھان ہونا)

اَنک پرتھم — درشیہ ششٹم

شرنگار بھون

(راجا کا پرویش)

داسی 1: مہارانی جی۔ مہاراجا دھراج پدھارتے ہیں۔

رانی: (راجا کے سامنے جھک کر) پرنام ایشور، پرنام۔

بھکیرتھ: اہاہ۔ سندری۔

کنچت کیش کپول پر اَدبھت روپ دِکھات
گلے ملت ہیں پریم سے مانو دن اور رات
مانو دن اور رات روپ ساگر لہرائے
جا میں مکھ کو کمل سمجھ ہیں بھونرا چھائے
چہکت، نرکھت نین کیش میں مکھ یوں دَمکے
مانو اتی گھنگھور میگھ میں چپلا چمکے

رانی: مہاراج، جس روپ کو چنتا اور دُکھ ملن کردیتے، بیماری نستیج بنا دیتی، بڑھاپا سدا کے لیے نشٹ کردیتا ہے، میں وِنے کرتی ہوں کہ آپ اُس تُچھ روپ کا بکھان نہ کریں۔

بھکیرتھ: سندری۔ اس کا کارن۔

رانی: کارن یہ ہے کہ مجھے آریہ ورت کے مہانیائی راجا کے مکھ سے ایک مہااپرادھی کا بکھان سن کر دکھ ہوتا ہے۔

بھگیرتھ: سندری اس کا ارتھ؟ کیا تمھارا روپ اُپرادھی ہے؟
رانی: ہاں مہراج۔ اس روپ نے بڑا ہی گھور اپرادھ کیا ہے۔
بھگیرتھ: اُپرادھ کیا؟
رانی: نشچے۔ اس نے اپنے موہ اور پریم کے جادو سے آپ کے ہمالیہ سے بھی ادھک اونچے گُن اور کیرتی کو دھول میں ملا دیا ہے۔ اس اُپرادھی نے آپ کو منتر مگدھ کرکے شتریہ دھرم کے اُنچ آسن سے نیچے گرا دیا ہے۔

چل گیا آنکھوں پہ جادو استری کے روپ کا
سوریہ سیوک بن گیا ہے چلتی پھرتی دھوپ کا
رنج بھی آتا ہے یہ کہتے ہوئے اور شرم بھی
بھول بیٹھے آپ اپنا دھرم بھی اور کرم بھی

بھگیرتھ: رانی۔ ان النکارک شبدوں کا کیا اَرتھ ہے؟ تمھارے روپ پر موہت ہوکر میں نے اپنے کس کرم اور کرتویہ کا پالن نہیں کیا ہے؟
رانی: مہاراج، میں پوچھتی ہوں کہ جیسے سوریہ اپنے اننت پرکاش سے، ساگر اپنے اتھاہ جل سے، ہمالیہ اپنی اسیم اونچائی سے پہچانا جاتا ہے، ویسے ہی سنسار میں شتریہ اپنے کن لکشنوں سے شتریہ مانا جاتا ہے؟
بھگیرتھ: اپنی ویرتا سے۔
رانی: یہ تو شیروں میں بھی ہوتی ہے۔
بھگیرتھ: اپنے بل سے۔
رانی: یہ تو ہاتھی اور گینڈے میں بھی ہوتا ہے۔
بھگیرتھ: اپنی اٹل درڑھتا سے۔
رانی: یہ تو پہاڑوں میں بھی پائی جاتی ہے۔
بھگیرتھ: پھر شتریہ کے اور کیا لکشن ہیں؟
رانی: کیول ایک۔
بھگیرتھ: کیا؟

رانی: اپنے پرن کو پالنا اور پرتگیا پورتی کے لیے پران تک دے ڈالنا۔

بھگیرتھ: تمھاری باتیں چوٹ کھائی ہوئی، سنگھنی کی گرجنا جان پڑتی ہیں۔

رانی: مہاراج۔ کیا آپ نے بھگوان کپل کے شراپ سے بھسم ہوگئے ہوئے راجا سگر کے ساٹھ سہسر پتروں کے اُدّھار کے لیے اپنے پتا کو کوئی وچن نہیں دیا تھا۔

بھگیرتھ: اُف۔

(بھگیرتھ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں)

رانی: کیا آپ نے پورو پرشوں کی جلتی ہوئی آتماؤں کو شراپ کے تاپ سے چھڑانے کے لیے سورگ سے گنگا لانے کی پرتگیا نہیں کی تھی۔

بھگیرتھ: بس رانی۔ بس۔

رانی: ؎

رہے اٹل دن رات بات جو من میں ٹھانی
برہما کا ہے لیکھ، ویر کے مکھ کی بانی
نہیں پلٹتے ویر شبد مکھ سے اُچارا
بہے نہ اُلٹی اور کبھی ساگر کی دھارا

بھگیرتھ: اُف۔ جس طرح رات کے اندھیرے سے ڈھکے ہوئے جنگل میں بجلی چمکنے سے پتھک کو مارگ کا گیان ہوجاتا ہے، اُسی پرکار میرے اندھ ہردے کو آج اپنی بھول دکھائی دی ہے۔ میری نیند اس سے ٹوٹ گئی ؎

چین سکھ میں پڑ کے دھیان آیا نہ اپنی بات کا
بھول جائے جیسے کوئی دن کو سپنا رات کا
سچ ہے بدھی نشٹ کردیتی ہے ہر پرکار کی
سونشوں کا اک نشہ ہے کامنا سنسار کی

رانی: مہاراج۔ وچار کیجیے۔ آپ کے پوروپرشوں کی آتمائیں ولاپ کررہی ہیں اور آپ بھوگ ولاس کی وینا بجا رہے ہیں۔ وہ توے جیسی تپتی ہوئی دھرتی پر تڑپ

رہی ہیں اور آپ دودھ کے پھین جیسی سفید شیا پر سکھ کی کروٹیں لے رہے ہیں۔ وہ جگاتی ہیں، آپ سوتے ہیں۔ وہ پکارتی ہیں، آپ جھڑکتے ہیں۔ وہ روتی ہیں آپ ہنستے ہیں۔۔

آپ ہوں سنتوش میں اور وہ کڑھیں سنتاپ سے
کیا یہی تھی آپ کے پرشوں کو آشا آپ سے

بھگیرتھ: بس بس۔ میں نے دان پُن سے دھرم کی سیوا کی۔ شما، نیائے سے پرجا کی سیوا کی۔ پریم پروپکار سے سماج کی سیوا کی۔ بل باہو سے شتریوں کے کیرتی کی سیوا کی۔ اب پرتگیا پالن سے اپنے پورو پرشوں کی سیوا کروں گا۔ (داسی سے) جاؤ۔ میرے راجیہ ادھیکاریوں کو بلا لاؤ۔

داسی 1: جو آگیا۔

بھگیرتھ: رانی۔ دنیا باہو بل سے اور دیوتاؤں کی پرسنتا بھگتی بل سے جیتی جاتی ہے۔ میں آج اپنی بھولی ہوئی پرتگیا کو پھر دُہراتا ہوں کہ یا تو تپسیا کے پراکرم سے گنگا کو سورگ سے دھرتی پر لاؤں گا، یا اپنی پشچاتاپ اگنی میں جل کر بھسم ہوجاؤں گا۔

تینوں لوک چھانوں، ساتوں ساگر سکھائے ڈاروں
پروت ڈھاؤں، بھوم کھنڈ الٹاؤں میں
توڑ پھوڑ ڈالوں آج دسوں دگپاس کوں
تاراگن ساتھ ششی سورج گراؤں میں
پربل تپسیا۔ یم نیم سوں پیس پیس
سکل کریتیوں کو کھنڈت بناؤں میں
گنگا کو نہ لاؤں و پھر شتری نہ کہاؤں
نام پلٹاؤں دھنوبان نہ اُٹھاؤں میں

رانی: شتریہ پرتگیا کی جے ہو۔ (داسی سے) جاؤ وہ سامنے رکھی ہوئی وستوئیں اٹھا لاؤ۔

(پردھان سینا پتی اور سبھا سد آتے ہیں)

پردھان: پرتھوی ناتھ، کیا آ گیا ہے؟

بھگیرتھ: میرے راجیہ اور پرجا کے رکشک، میں اپنے پوروپرشوں کا اُدّھار کرنے اور گنگا کو سورگ سے لانے کے لیے وَن میں تپسیا کرنے جارہا ہوں۔ اَت ایو اپنا راج، ستا اور اپنا سمست ادھیکار تمھارے آدھین کرتا ہوں۔ ؎

دیا، دھرم اور نیائے کا رکھنا نس دن دھیان
دین پرجا کو جاننا اپنے پتر سمان

پردھان: پرجا پالک۔ آپ میری شکتی ہین کندھوں پر ہمالیہ پروت رکھ رہے ہیں۔ میں اتنا بھاری بوجھ کیسے اُٹھا سکوں گا؟

بھگیرتھ: نشچنت رہو۔ تم دھرم شیل ہو اور ایشور دھرماتماؤں کے ہر ایک سنکٹ کو ہلکا کردیتا ہے۔

(داسی کنٹوپ، مرگ چھالا، کمنڈل اتیادی لے کر آتی ہے)

رانی: پران ناتھ، یودھا سنگرام میں جانے سے پہلے اپنے شریر کو جے دلانے والے شستروں سے سجایا کرتا ہے۔ آپ بھی گنگا کو جیتنے کے لیے تپسیا کے رن میں دیوتاؤں سے گھور یدھ کرنے جارہے ہیں۔ اَت ایواس راج ویش کو تیاگیے اور اپنی داسی کے ہاتھوں سے رن ویش دھارن کیجیے۔

بھگیرتھ: سارے جگت کی چِتا جوالا سے دہکتے ہوئے انگارے میرے مستک سے دور ہوں۔

(مکٹ اُتارتا ہے)

ابھیمان کی سنہری ہتھکڑیو رس دیہہ کو مکت کرو۔ (زیور اُتارتا ہے) بھوگ ولاس کی چمکیلی چھایا اس شریر سے الگ ہو (کپڑے اُتارتا ہے) لاؤ پریے دو۔ تپسیا کے رن میں جانے والے یوڈھا کو اپنے ہاتھوں سے رن ساج دو۔

رانی: پران ولبھ یہ کنٹوپ نہیں آپ کے مستک کو واسناؤں کی تلواروں سے سُرکشت رکھنے والا ''پرشتران'' ہے (کنٹوپ پہناتی ہے) یہ گیروا وستر نہیں آپ کے

دیہہ اور آتما کو پاپ آکرمن سے بچانے والا لوہے کا ''وام'' ہے۔ (وستر پہناتی ہے) یہ مرگ چھالا نہیں، بادوھاؤں کو چور کرنے والی پوترتا کی چٹان ہے۔ یہ کمنڈل نہیں دھرم بل کے تیروں سے بھرا ہوا ترکش ہے۔

شوبھا دیت شریر پر رن بھوی کا ساج
سگر ونش کے ویر ہو، رکھنا ان کی لاج

بھگیرتھ: دھنیہ ہو۔ دھنیہ ہو۔ پتی کی کرتویہ رکشا کے لیے اپنے ہاتھوں سے اپنے سکھ سوبھاگیہ بلیدان کرنے والی استری۔ دھنیہ ہو۔

نار وہی جو سوارتھ تجے اور سوامی کا اُدھار کرے
نار وہی جو اپنے پتی پر سکھ سمپت بلہار کرے
جس میں دھرم اور ست نہیں جس میں تیاگ اُپکار نہیں
دِھک ہے ایسی ناری پر اک ناگن ہے وہ نار نہیں

پردھان: مہاراج۔ آپ ساگر کا جل سکھانے، آکاش سے چندر اُتارنے، اندر کا سنگھاسن جیتنے سے بھی اسمبھو کاریہ آرمبھ کرنا چاہتے ہیں۔ پربھو آپ کی کامناؤں کا کلیان کرے۔ کنتو اُچت ہے کہ پرتھوی ناتھ اس کی کٹھنتا کا بھی دھیان کریں۔

بھگیرتھ: شیر ساگر کی، پروت آندھی کی اور شتریہ بادھاؤں اور کٹھنتا کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ جہاں دھرم ہے وہاں بل ہے اور جہاں بل ہے وہاں جے ہے۔

پشپ میں سُگندھ نہ ہو، مدھو میں مٹھاس نہ ہو، یوون ہو جیسے بن روپ شرنگار کے
چتر میں آکار نہ ہو، سنگیت میں راگ نہ ہو، کویتا ہو جیسے بن ارتھ، النکار کے
براہمن میں تیج نہ ہو، رشیوں میں گیان نہ ہو، سادھو ہو جیسے بن تیاگ پر اپکار کے
ویسے ہی شترپتی راجا بن دھرم کرم، ایسو ہے جیسے تلوار بن دھار کے

پردھان: ایشور آپ کی کرتویہ ویر آتما میں بل دیں۔

بھگیرتھ: (رانی کو روتے دیکھ کر) یہ کیا یہ کیا۔ پتی کو اُپدیش دے کر کرتویہ سنگرام میں بھیجنے والی یہ کیا؟ تم روتی ہو؟

رانی: مہاراج اپنے پتی کو کرتویہ کاریہ میں لگانا رانی کا دھرم تھا اور پتی کے ویوگ کے دکھ سے آنسو بہانا یہ استری کا دھرم ہے۔ جائیے۔ شتریہ کل تلک جائیے۔ بھارت پتی جائیے۔ ؎

پرن کو اپنے پالیے دیہہ میں جب تک پران
سنگھ نہ چھوڑے ویرتا، ویر نہ چھوڑے آن

بھکیرتھ: یہی ہوگا رانی، یہی ہوگا ؎

بدلے گھر، دھن، شانتی، بدلے سکھ، سمان
بدلے جیون کی ہنسی، بدلے دیہہ اور پران
بدلے ساری پرتھوی، بدلے اور رات
سب بدلیں پرانت تک ویر نہ بدلے بات

سب: کرم ویر کی جے ہو۔

(ڈراپ)

انک دوتیہ — درشیہ پرتھم

گھنا جنگل

(بھگیرتھ کا تپسیا کرتے دکھائی دینا اور برہما کا پرکٹ ہونا)

برہما: بھگیرتھ، میں تیری تپسیا سے پرسن ہوا۔ بول کیا چاہتا ہے؟

بھگیرتھ: جگت پتامہ۔ میں اندر کا سنگھاسن، کبیر کا دھن، یم کا بل، دیوتاؤں کی آیو کچھ نہیں چاہتا، کیول اپنے پورو پرشوں کو تارنے کے لیے آپ سے گنگا کو مانگتا ہوں۔

برہما: میرے کمنڈل کی شوبھا بڑھانے والی گنگا کو۔

بھگیرتھ: ہاں ترلوک کو پوتر کرنے والی جگت ماتیشری گنگا کو۔

برہما: بھگیرتھ تو اپنی تپسیا کا بہت ادھک مولیہ مانگتا ہے۔ گنگا کے اتی رکت کوئی اور ور مانگ۔

بھگیرتھ: جگت پتامہ۔ سرشٹی کی سرووتم وستو مانگنے کے پشچات مجھے اور کوئی ور نہیں چاہیے ۔

مری پرتگیا کا ورکش یدی خالی رہا پھل سے
ہلا دوں گا میں اس برہمانڈ کو اپنے تپو بل سے
مری اِچّھا مرے مکھ کا بچن پرچنڈ اگنی ہے
بجھے گی یہ ہردے جوالا پتامہ کے کمنڈل سے

برہما: بھگیرتھ، اسنکھیہ بجلیوں کی شکتی سے بھی اُدھک شکتی سے چلنے والی گنگا جب بھوتل پر اتریں گی تو ان کا ویگ کون سنبھال سکے گا؟

بھگیرتھ: کیول ایک۔

برہما. کون؟

بھگیرتھ: پاروتی کے پتی، بھوت بھاون، کیلاش پتی، بھگوان شنکر۔

برہما: تو جا۔ اپنی بھکتی سے سنتشٹ کرکے ان سے گنگا ویگ دھارن کرنے کا ور مانگ۔ وہ انگیکار کریں گے تو میں تجھے گنگا دے کر تیرا منورتھ پورا کروں گا۔ تیری پرتگیا کی جے ہو۔

(برہما انتر دھان ہوتے ہیں۔ بھگیرتھ کا پرستھان)

اَنک دوتیہ — درشیہ دوتیہ

لال داس کا گھر

(لال داس گوکل کے اور گوکل لال داس کے بھیس میں آتا ہے)

لال داس: پاٹھ کنٹھستھ ہے نا؟ تیرا نام

گوکل: لال داس۔

لال داس: اور میرا نام؟

گوکل: گوکل۔

لال داس: ٹھیک ہے، اچھا رکھ سر پر پگڑی۔ اور پہن کوٹ۔ دیکھ تو بھاڑ جھونکتے جھونکتے آج مالک بنا ہے، اس لیے ملنے جلنے بولنے، ہر ایک وِشے میں اپنی اصلیت چھپانا۔ پورا مالک کا سوانگ دکھانا۔

گوکل: نشچنت رہو۔ میں نے بیاہ نہیں کیا۔ کنتو براتیں تو دیکھی ہیں۔ ایسا مالک کا ابھی نے کروں کہ تم بھی گھن چکر بن کر واہ واہ کہہ اُٹھو۔

(نوکر پروہت اِتیادی کو لے کر آتا ہے)

نوکر: پدھاریے۔ یہ رہے سیٹھ جی۔

پروہت: چرنجیو ہو۔ سکھی رہو۔ سیٹھ لال داس آپ ہی کا نام ہے؟

گوکل: جی ہاں۔ لال داس میرا ہی نام ہے اور میرے باپ کے سالے کا بھی نام ہے۔ آپ کو کس سے کام ہے؟

پروہت: ہم کنیا کے ماتا پتا کی اور سے آپ کی سیوا میں اُپستھت ہوئے ہیں۔
گوکل: بڑی کرپا مانیہ ور۔ مہا شے آپ کا نام؟
پروہت: میرا نام دھرم دُھرویندر، دھرم موسل، دھرم کھونٹا۔ پنڈت گھاسی رام ہے۔
گوکل: (لال داس سے) ارے گوکل (کان پکڑ کر) ارے سنتا نہیں۔
لال داس: جی جی۔
گوکل: جی جی کا بچہ۔ دیکھا نہیں کہ ہماری سسرال کے پروہت دھرم موسل، دھرم کھونٹا پنڈت گھاسی رام جی آئے ہیں۔ چل ہاتھ آگے اور ٹانگ پیچھے کرکے ساشٹانگ دَنڈوَت کر۔
لال داس: (دھیرے سے) ارے میں اتنا بڑا آدمی ہوکر اس کے پیروں پر گروں۔
گوکل: (دھیرے سے) میری آگیا نوسار اگر نہ کرو گے تو میں مالک کیسے معلوم ہوں گا۔ نہیں گرتے تو سنبھالو اپنی پگڑی۔
لال داس: ارے ٹھہر ٹھہر۔ کھیل چوپٹ نہ کر۔ شریمان پرنام۔
پروہت: لال داس جی یہ بوڑھا کون ہے؟
گوکل: جی۔ یہ میرا بہت پرانا نوکر ہے۔ میرے پتا نے اسے بے باپ کا بچہ سمجھ کر پالا تھا۔
پروہت: بے باپ کا بچہ۔ تو کیا یہ بچپن ہی سے پتاہین ہے؟
گوکل: جی ہاں۔ یہ اپنی ماتا کا وِواہ ہونے سے تین مہینے پہلے ہی پیدا ہوچکا تھا۔
لال داس: (دھیرے سے) دیکھ لے۔ میں نے گالیاں سننے کے لیے تجھے مالک کی پدوی نہیں دی ہے۔
گوکل: واہ۔ ڈانٹنے اور گالی دینے ہی سے تو مالک مالک سمجھا جاتا ہے۔
لال داس: مگر تو سچ مچ کا مالک تھوڑا ہی ہے جو میں تیری گالیاں سنوں۔
گوکل: نہیں سننا چاہتے تو میں بھی بھاڑے کا مالک بننا نہیں چاہتا۔ سنبھالو اپنی پگڑی۔
لال داس: ٹھہر ٹھہر۔ اچھا دے دے گالی۔ ان کے جانے کے بعد تجھ سے سمجھوں گا۔
پروہت: سیٹھ لال داس جی۔ ہم آپ کا سوبھاؤ اور آپ کی سبھیتا دیکھ کر اتیئت پرسنّ ہوئے۔

گوکل: اجی میں کس لائق ہوں۔ میں تو آپ کی جوتیوں کی پھٹ پھٹ ہوں۔ گوکل جا۔ بیٹھنے کے لیے آسن لے آ۔

(لال داس جاتا ہے)

پروہت: سیٹھ جی۔ آپ جیسے یوگیہ ور کے ساتھ وِواہ ہونا کنیا کا مہاسوبھاگیہ ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ یہ جُگل جوڑی زنتر سکھی رہے گی۔

گوکل: آپ جیسے دھرم موسل، دھرم کھونٹا کا آشیرواد ہے تو نشچے ایسا ہی ہوگا۔ (لال داس آسن لے کر آتا ہے) مہراج بیٹھیے۔

پروہت: (گوکل سے) براجیے۔

(سب بیٹھ جاتے ہیں)

گوکل. پروہت جی۔ یہ ہمارا بوڑھا نوکر بھی پتا کی اوستھا میں اپنی بیٹی کے برابر کی کنیا کے ساتھ وِواہ کرنا چاہتا ہے۔ کیا آپ کے انوگرہ سے ایسے ہی کوئی تیرہ چودہ برس کی جوان کنیا مل سکتی ہے؟

پروہت: کیوں نہیں مل سکتی ہے۔ آج کے لوگ دان دکشنا دینے میں کنجوسی کرتے ہیں۔ یدی جیسا کام ویسا دام ملے تو چودہ برس کی کیا، میں ستر برس کے بوڑھے کے ساتھ سات برس کی کنیا کا وواہ کراسکتا ہوں۔

گوکل: شاباش۔ تب ہی آپ کو ہندو سماج سے دھرم موسل، دھرم کھونٹا کی اُپادھی ملی ہے۔ گوکل، ارے لوگوکل کے باپ کے بیٹے۔ ادھر آ۔

لال داس: ارے واہ، یہ تو بڑھتا ہی جاتا ہے۔ سیٹھ جی، ذرا پہلے آپ اِدھر آیئے۔

گوکل: ہیں۔ مالک کی، آگیا پالن کرنے کے بدلے سویم مالک کو آگیا کرتا ہے۔ چل نوکر رہنا چاہتا ہے تو اس اَپرادھ کے بدلے میں تین بار کان پکڑ کر اُٹھ بیٹھ کر۔

لال داس: دیکھ گوکل بہت ہوا۔ اب مجھ سے ادھک اپمان سہن نہیں ہوسکتا۔

گوکل: نہیں ہوسکتا۔ تو میں بھی سب بھانڈا پھوڑے دیتا ہوں۔ لو اپنی پگڑی (پگڑی

پھینک کر) بات یہ ہے پروہت جی......

لال داس: ارے سن سن......

گوکل: اِر پرو رو رو رو۔

لال داس: ٹھہرو۔ رو رو رو۔ سیٹھ جی۔ یہ مکٹ پہنیے اور شما کیجیے۔ میں اُٹھ بیٹھ کرتا ہوں۔ (کان پکڑ کر اُٹھ بیٹھ کرتا ہے) ایک— دو— تین۔ ہائے ہائے۔ جورو ملنے سے پہلے یہ آفت ہے تو جورو ملنے کے بعد کتنی مصیبت ہوگی۔

گوکل: گوکل..... گوکل۔ کیوں، جواب نہیں دیتا۔ اُٹھوں جوتا لے کر۔

لال داس: نہیں نہیں۔ آپ کشٹ سہن نہ کیجیے۔ کہیے کیا آگیا ہے؟

گوکل: دور سے چل کر آنے کے کارن پروہت جی تھک گئے ہوں گے۔ ذرا اُن کے پاؤں دبا دے۔

لال داس: کیا یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ہوگا۔

گوکل: تو اور کون کرے گا؟ لال داس کا نوکر تو ہے یا میں— یدی نہیں ہے تو سنبھال یہ پگڑی بھی ابھی......

لال داس: اجی نہیں۔ پگڑی سر پر رہنے دیجیے۔ دباتا ہوں۔

(پروہت کے پاؤں دباتا ہے)

گوکل: کیوں پروہت جی، کچھ سکھ مل رہا ہے؟

پروہت: واہ وا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری استری نرم نرم ہاتھوں سے آٹا گوندھ رہی ہو۔

گوکل: سن۔ دھرم کھونٹا جی تیری پرشنسا کررہے ہیں۔ جھک کر پرنام کر۔

پروہت: اب آگیا ہو تو میں جس کرتویہ پالن کے لیے آیا ہوں اس کا آرمبھ کروں۔

گوکل: تتھاستو۔

پروہت: تلک سامگری لاؤ۔

(تلک چڑھاتا ہے)

من میں پر سپر پریم ہو، اک دوسرے کا مان ہو
ور کنیا کا سروداسنسار میں کلیان ہو

گوکل: (لال داس سے) بول بے بوڑھے۔ تھتاستو۔

لال داس: ان کو جانے دے۔ پھر میں تھتاستو کے بدلے ڈنڈاستو اور جوتاستو سے خبر لوں گا۔

گوکل: دیکھیے پروہت جی ٹیکا تو لگایا، کنتو مجھے اچھی طرح پہچان رکھیے گا ایسا نہ ہو کہ بیاہ کے دن دولھا بن کر کوئی اور پاجی ٹپک پڑے۔

پروہت: شیو شیو۔ کہیں آنکھوں والے کو بھی کوئی دھوکا دے سکتا ہے۔

گوکل: اِدھر آ بوڑھے بندر۔ اُٹھا یہ تھال اور رکھ آ گھر کے اندر۔

لال داس: ایسے پاجی نوکر کو پھانسی دینا ہی مانو دیا کرنا ہے۔

(سر پر تھال رکھ کر اندر جاتا ہے)

پروہت: اچھا اب ہمیں بھی وداع کیجیے۔

گوکل: نمسکار۔ چلو کام پار۔ کنیا کا اُدھار۔ لال داس کی بارات جا چکنے کے بعد میں بھی دولھا بن کر گاجے باجے کے ساتھ بارات لے کر جاؤں گا اور اس دھوکے باز بوڑھے کو بھری سبھا میں بڑھاپے کے بیاہ کا مزہ چکھاؤں گا۔

میں اِس چھلیے سے ہر چھل بل میں دس جوتے زیادہ ہوں
یہ ہے پاجی کا باوا، تو میں اس پاجی کا دادا ہوں

انک دوتیہ— درشیہ ترتیہ

کیلاش

(بھگیرتھ تپسیا کررہا ہے۔ اندر، اگنی، وایو دیوتاؤں کا آگمن)

اندر: وہ دیکھو دیوگن، وہ دیکھو۔ سرشٹی نیم کی طرح اٹل اور کیلاش کے سمان، نشچل بیٹھا ہوا ہے۔

اگنی: دیوراج۔ کیا آپ سچ مچ ایک منشیہ کی تپسیا بل سے بھے کرتے ہیں؟

اندر: ہاں۔ میں راکشسوں کے سینا سے نہیں ڈرتا۔ دیوتاؤں کے تیج سے نہیں ڈرتا۔ برہمانڈ کی سرو شکتیوں کے سملت آکرمن سے نہیں ڈرتا۔ پرنتو بھکت کے بھکتی بل سے ڈرتا ہوں۔

توڑ ہے ہر منتر کا، اور کاٹ ہے ہر وار کی
پر نہیں ہے روک کوئی بھکت کے تلوار کی
جس طرح اگنی ہے شکتی ہین جل کے سامنے
ویسے ہی ہم سب ہیں دربل اس کے بل کے سامنے

اگنی۔وایو: تب اندر راج، کیا آگیا ہے؟

اندر: بھنگ کرو۔ بھنگ کرو۔ دیوتا گن، اس کی تپسیا بھنگ کرو۔ انیک پرکار کی بادھاؤں سے اس تپسیا پروت کو ہلاؤ۔ اس آگے بڑھتی ہوئی بل دھارا کو پیچھے لوٹاؤ۔

ابھی سے دے رہا ہے دھمکیاں تیج اور بل اس کا
اُگا یہ بیج تو چکھنا پڑے گا ہم کو پھل اس کا

اگنی: ایسا ہی ہوگا۔

(دیوگن انتردھان ہوتے ہیں)
(آندھی طوفان کے ساتھ بجلی چمکتی ہے)

بھگیرتھ: یہ کیا؟ شنکر کے نواس استھان میں اشانتی۔ ترلوکی ناتھ کی راجدھانی میں اُپدرو (میگھ گرجن) اُف اُف۔ یہ وِدِت ہوتا ہے کہ سرشٹی کمپ جور سے کانپ رہی اور اس کے سرہانے کھڑے ہوئے یم دوت چنگھاڑ رہے ہیں (بجلی گرتی ہے) سمجھ گیا۔ کوئی راکشس یا دیوتا میری تپسیا میں وِگھن ڈالنا چاہتا ہے۔ جاؤ جاؤ، آندھی گرج سے ڈرانے والی شکتیو جاؤ۔

ہزاروں بار وایو اور جل کا میل دیکھا ہے
دکھاتی ہو جو تم میں نے بہت یہ کھیل دیکھا ہے
ہوئی ہے اور نہ ہوگی اس ہردے میں بھے کی اُت پتّی
کبھی بالو سے بھی تم نے نکلتے تیل دیکھا ہے

اندر: پرتھوی ہل گئی۔ دِشائیں کانپ گئیں۔ سرشٹی تھرا اُٹھی۔ کنتو اس کے درڑھتا اور شانتی کے استھر ساگر میں چھوٹی سے چھوٹی ترنگ اُتپن نہ ہوئی۔ پرنتو کب تک؟ کہاں تک؟

دیوتاؤں کا بل آ نہیں سکتا ہے منش میں
اس کے لیے بان اور بھی ہیں میرے دھنش میں

(ون میں آگ بھڑکتی ہے)

بھگیرتھ: یہ کیا۔ یہ کیا؟ اگنی کرودھ کے سی پرچنڈ، لوبھ کی طرح وِشال اور کام کی بھانتی ناش کارک۔ اوف۔ یہ پرتیت ہوتا ہے کہ مہا پرلے پرتھوی کے ساتھ آگ کی ہوئی کھیل رہا ہے۔ جلا دو۔ جلا دو۔ اگنی دیو، سمست سرشٹی کو جلا دو۔

پر نہ سمجھو تم، جلا دے گی مرے بل کو بھی آگ
میں سمجھتا ہوں تمھاری آنچ کو پانی کا جھاگ

تم چھڑا سکتے نہیں ہو مجھ سے میری آن کو
جاؤ جاؤ؟ مت ڈراؤ شتری سنتان کو

اندر: آشچریہ۔ مہا آشچریہ۔ میرے سب شکتی شالی بان اس بل کی چٹان سے ٹکرا کر لوٹ آتے ہیں۔ اچھا اب میں اپنا انتم اور اُجیہ وار آزماتا ہوں۔ جس بان کو گوتم اور وشوامتر جیسے مہاتپسوی بھی نہ روک سکے، اب وہی بھیشن بان چلاتا ہوں۔

(سنکیت کرتا ہے۔ ایک اپسرا پرگٹ ہوتی ہے)

اپسرا: دیویندر۔ مجھے کس سیوا کے لیے یاد کیا ہے؟

اندر: وہ دیکھو بھارت کا مہاپرتاپی راجا بھگیرتھ اپنے تپو بل سے دیوتاؤں کی شکتی چھین لینا چاہتا ہے۔

وَش میں آجائے تمھارے کوئی ایسا ڈھنگ ہو
ہے اِسی میں سکھ مرا، اس کی تپسیا بھنگ ہو

اپسرا: مہاراج میں آپ کی سبھا کی سِدھ اپسرا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے دُھرندر مہرشیوں کی تپسیائیں بھنگ کی ہیں تو یہ سادھارن منشیہ کیا چیز ہے۔

چھن میں چِتون چھید کر رکھ دے گی من اور پران کو
کس میں ساہس ہے کہ رو کے میرے یَوَن بان کو

(اندر کا پرستھان)

اَپسرا: دیولوک کی رمنیو آؤ۔ اندر کاریہ میں مجھے سہایتا کرو۔

(اپسرائیں ناچتی گاتی ہوئی آتی ہیں)

بھگیرتھ: تم کون ہو؟

اَپسرا: میں آتما کا رس، ہردے کا نشہ اور پرش جیون کو سکھ سگندھ سے مہکانے والی وسنت رِتو ہوں۔

بھگیرتھ: کیا چاہتی ہو؟

اپسرا: راجن۔ ہیرا انگوٹھی میں، چندرما آکاش میں اور راجا سنگھاسن پر شوبھا دیتا ہے۔ اپنے شریر، سوندریہ اور تیج کو نشپھل تپسیا سے مٹی میں نہ ملائیے۔ اُٹھیے اور میرے کومل انگ کو انھیں بھجاؤں میں لے کر ہونٹوں کے رس سے اپنے جیون کو مدھر بنائیے۔

بھگیرتھ: ساودھان، میں تپسیا اگنی کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ میرے نکٹ آؤ گی تو بھسم ہوجاؤں گی۔

اپسرا: پران پریے۔ چکور اور چندرما کو سمیپ آنے سے کیوں روکتے ہو؟

مزا ہی جب نہ ہو جینے میں تو کیا لابھ جینے سے
پنھا دو ہار بانہوں کا، لگا لو مجھ کو سینے سے
اُٹھو، بولو، ہنسو، کھیلو، نہ مرجھاتے رہو من میں
جگت کے سرو سکھ ہیں استری کے ایک چمبن میں

بھگیرتھ: چلی جا نرلج، چلی جا۔ مجھے تیری اور دیکھنے سے گھرنا ہوتی ہے۔

اپسرا: کیوں؟ کیا میں اَتی منوہر اور اَتی سندر استری نہیں ہوں؟

بھگیرتھ: استری؟ تو اور استری جو روپ کو داؤں پر لگاتی ہے۔ یوَن کو گرو رکھتی ہے۔ پتی ورت دھرم کو بیچتی ہے۔ ایسی نرلج کو کون استری کہہ سکتا ہے؟ ۔

سب کو جگ پہچانتا ہے اُس کے گن اور کرم سے
استری کو استری کہتے ہیں لاج اور دھرم سے
روپ کا تیج اور سفیدی کوڑھ سمجھو انگ پر
آتما کالا ہے تو دھتکار گورے رنگ پر

اُپسرا: میرے جیون دھن، میرے پران۔

(گلے لگانے کو آگے بڑھتی ہے)

بھگیرتھ: ساوَدھان۔

(دو سانپ پھنکارتے ہوئے نکلتے ہیں)

اپسرا: اُف، یہ کیا۔ یم کے دوت۔ شارا جن، شا۔

(اپسرا بھے بھیت ہوکر ادرشیہ ہوجاتی ہے۔ شیو کا پرگٹ ہونا)

شیو: دھنیہ ہے بھگیرتھ۔ تیرے بھکتی بل کو دھنیہ ہے۔ میں تجھ سے اتی پرسن ہوا۔ کیا چاہتا ہے؟

بھگیرتھ: دیا۔

شیو: کس کی؟

بھگیرتھ: آپ کی۔

شیو: کس کے لیے؟

بھگیرتھ: اپنے پرشوں کے لیے۔

شیو: تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کپل کے شراپ سے بھسم ہوگئے ہوئے مست سگر سنتان کا اُدّھار کریں؟

بھگیرتھ: ہاں بھگون۔ یدی آپ میری بھکتی سے پرسن ہوئے ہیں تو میرے پرشوں اور جگت کے کلیان کے لیے گنگا کا ویگ دھارن کرنا سویکار کریں۔

شیو: یدی میں تجھے یہ ور نہ دوں؟

(ستی پرگٹ ہوتی ہے)

ستی: پران ناتھ۔ آپ کو یہ ور دینا ہی ہوگا۔

شیو: دکش نندنی۔ تم کیوں آئیں؟

ستی: آپ کے چرنوں میں کچھ نویدن کرنے کے لیے۔

شیو: کیا؟

ستی: ستی شرومنی جس طرح مرتیو لوک نواسی آپس میں بیوپار کرتے ہیں اُسی بھانتی

دیولوک نواسی دیوتا بھی اپنے بھکتوں کے ساتھ بیوہار کرتے ہیں۔ وہاں شریر کے سکھوں کی پوچھ ہے، یہاں آتما کے بھاؤں کی مانگ ہے۔ وہاں جھوٹے سکھ اور شرنگار بکتے ہیں۔ یہاں سچی شرڈھا اور بھکتی بکتی ہے۔ وہاں قیمت میں دھن دیا جاتا ہے، یہاں قیمت میں آشیرواد اور ور دیے جاتے ہیں۔

شیو: بھگوتی۔ سچ ہے۔

ستی: جب آپ نے بنامولیہ ٹھہرائے اپنے بھکت کی تپسیا اور بھکتی کو سویکار کرلیا تو پھر اس کا منھ مانگا مولیہ آپ کو اوشیہ دینا چاہیے ۔
آپ ہی بھکتن کے ہیں سہارے آپ سے ان کی بات بنی ہے
آپ نہ دیں تو کون بھلا دے، آپ سے بڑھ کر کون دھنی ہے

بھگیرتھ: ترلوکی ناتھ ۔

پران، شریر کو دان کیو، من بدھی کو بلوان بنایو
لیش، دھن، دھام، انعام دیو، سکھ سمپت اور سمان بڑھایو
داس کی نت ارداس سنی، پھر آج پربھو کیوں آنکھ پھرایو
لوگ کہیں گے، ناتھ کے آگے ہاتھ پساریو کچھ نہ پایو

شیو: بھگیرتھ، تیری تپسیا سپھل ہوئی۔ جا، برہما کے کمنڈل سے گنگا کو لا۔ میں اس کا ویگ اپنی جٹا دوارا سنبھالوں گا۔

ستی: بھکت بل کی جے۔

انک دوتیہ — درشیہ چترُتھ

گاؤں

(گرام واسی آتے ہیں)

سب: پرجا پر درشک راج کی جے۔ دھرم پرتما مہارانی کی جے۔
1: روگ، شوک کا شے ہو۔
2: جیون نربھے ہو۔
3: ہردے آنند مے ہو۔
4: پھر بولو۔ بھارت مہارانی کی......
سب: جے ہو۔

(گاؤں کا مکھیا آتا ہے)

مکھیا: بھائیو، یہ کیسا کولاہل ہے؟
1: مکھیا جی، یہ کولاہل نہیں، ہرش وینا کے تاروں کی جھنکار ہے۔ ہردے سکھ کا اَلاپ ہے۔ آتما کے آنندگان کی مدھرتان ہے۔
مکھیا: پرنتو اس آنند اُتسو کا کارن؟
1: پرجا کی واستوک دشا کا گیان پراپت کرنے کے لیے راج بھرمن کو جاتے ہوئے رانی جی نے اس گرام کو بھی اپنے شبھ آگمن سے مان دیا ہے اور اَشِکشت گرام واسیوں میں ودیا پرچار کے لیے پاٹھ شالائیں استھاپت کرنے کو ایک

لاکھ مدرا کا دان دیا ہے۔

کھیا: دھنیہ ہے۔ دھرمشٹ بھگیرتھ کی دھرم پرائن رانی، تمھیں دھنیہ ہے۔

سب: بولو۔ بھارت مہارانی کی جے۔

(گرام واسی جاتے ہیں۔ کھیا وہیں بیٹھ جاتا ہے)

کھیا: اَہاہ۔ اس دیا دھرم سے پرپھلت دیش کا کیسا سوارگیہ درشیہ ہے۔۔

نام بھی اب بھولتے جاتے ہیں دکھ اور شوک کا
مل رہا ہے سکھ ہمیں اس لوک میں پرلوک کا

(جے سنگھ کا سینکوں کے ساتھ آگمن)

جے سنگھ: ہاں۔ راجدھانی میں میری وِدمانتا کی آوشیکتا سمجھ کر مہارانی نے مجھے شیگھر لوٹ جانے کی آگیا کی ہے۔

سینک: تو کب جائے گا؟

جے سنگھ: آج۔

سینک: کس سمے؟

جے سنگھ: سوریہ اَست ہونے سے پہلے۔ (کھیا کو دیکھ کر) تو کون ہے؟

کھیا: مہاراج بھگیرتھ کی پرجا۔

جے سنگھ: اسی گاؤں میں رہتا ہے؟

کھیا: ہاں۔

جے سنگھ: میں سندھیاکال راجدھانی کو لوٹنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسے اُسے ندی سے پار اترنے کے لیے نوکا مل سکے گی؟

کھیا: مہاشے، یدی کھوتوں کے سنگ پہلے ہی سے پربندھ کرلیا جائے، تو اوشیہ مل سکے گی۔

جے سنگھ: اَسمبھو۔ کیا تیری ٹانگیں تیرے شریر کا بوجھ سہارنہیں سکتیں جو ایک راج ادھیکاری

کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرتا ہے۔

مکھیا: تو اس میں کیا اَپرادھ ہوا؟

جے سنگھ: تو میری ستا اور پدوی کا اَنا در کرتا ہے۔ اُٹھ، سامنے کھڑے ہوکر اُتر دے۔

مکھیا: تم دھرمشٹھ راجا ہو، ماتا ہو، گرو ہو، برہمن ہو، کون ہو جو کھڑے ہوکر تمھاری بات کا اُتر دوں۔

جے سنگھ: کیا تجھے بجھائی نہیں دیتا۔ میں راجیہ کا داہنا ہاتھ اور اس دیش کا ایک بڑا آدمی ہوں۔

مکھیا: بڑے آدمی کا شبد اُچارن کرنا جتنا سہج ہے، اُتنا بڑا آدمی بننا سہج نہیں ہے ۔

سب سے شکتی ہین ہے، جس آتما میں بل نہیں
دَھن، پدوی، مان، ستا، آج ہے اور کل نہیں
اُس منش کو ہم سمجھتے ہیں بڑا سنسار میں
جو بڑا ہے وِدّیا میں، دھرم میں، اُپکار میں

جے سنگھ: تو کیا تو میرا مہاپرش ہونا سویکار نہیں کرتا۔

مکھیا: کیا سُسجّت محلوں میں رہنے، سونے چاندی کے آسنو پر بیٹھنے اور ہیرے موتی کے ہاروں سے ڈھکے ہوئے، گلے کی نسیں پھلا پھلا کر اپنے غریب دیس واسیوں پر بادل کے سمان گرجنے اور انھیں بچہ سمجھنے سے آدمی مہاپرش ہوسکتا ہے۔ نہیں۔ کبھی نہیں ۔

دیش سیوک، جگ ہتیشی، ست گنی پرانی بنو
راکشس کا روپ تیاگو، آگ سے پانی بنو
نمرتا جس میں نہیں، امرت بھی ہو تو کیچ ہے
لاکھ اونچا ہو مگر وہ نیچ کا بھی نیچ ہے

جے سنگھ: بس بھونک مت۔ دنڈ سے بچنا ہے تو شما مانگ۔

مکھیا: بنا اَپرادھ کے میں کبھی شما نہ مانگوں گا۔

جے سنگھ: نہ مانگے گا تو میں کوڑوں سے کھال اُڑا کر تیری پیٹھ کی ہڈیوں کو ننگا کردوں

گا۔ (کوڑا تان کر) کہتے شما مانگ۔

مکھیا: کبھی نہیں۔

جے سنگھ: مانگ۔

مکھیا: کبھی نہیں۔

جے سنگھ: تو پھر دنڈ بھوگ۔

(کوڑے مارتا ہے)

مکھیا: دُہائی نیائے دیش کی۔ دُہائی بھارت دیش کی۔

(رانی گرام واسیوں کے ساتھ پرویش کرتی ہے)

رانی: یہ کیا، یہ کیا؟ جے سنگھ یہ کیا؟ دیو بھومی پر راکشس لیلا، ست یگ میں کلی کا درشیہ آریہ ورت میں آریہ ورت واسیوں پر اتیاچار۔

جے سنگھ: مہارانی، یہ مداندھ دیہاتی اس دنڈ کے یوگیہ تھا۔

رانی: کیوں؟ کیا اس نے تم میں سے کسی کا نقصان کیا ہے؟

جے سنگھ: اس نے آپ کے راجیہ کے ایک مہان پرش کا ستکار اور ابھیوادن کرنے کے بدلے اس کا اَپمان کیا ہے۔

رانی: اور وہ مہاپرش شاید تم ہو؟

جے سنگھ: راج مہیشی سویم نرنے کرسکتی ہیں۔

رانی: مگر ایسی سادھارن بات کا ایسا بھینکر دنڈ؟

جے سنگھ: مہارانی جی، راجیہ کی دی ہوئی شرینی اور مہانتا کا اَنادر کرنا خود راجیہ کی اَپرتشٹھا ہے۔ اس اکشمیہ نے میرا نہیں راجیہ کا اَپمان کیا ہے۔

رانی: یدی اس نے راجیہ کا اَپمان کیا ہے تو اسے راج شاسک دنڈ دے سکتا ہے، تم دنڈ نہیں دے سکتے۔

جے سنگھ: نہیں!

رانی: نہیں، تمھیں ستّا، پرجا کی سیوا اور رکشا کے لیے ملی ہے، پرجا کی ہتیا کرنے کے لیے نہیں ملی ہے۔

جے سنگھ: مہارانی۔

رانی: تم راجا کے نوکر ہو اور راجا پرجا کا نوکر ہے۔ جب تم پرجا کے نوکر کے نوکر ہو تو پھر کس بات پر دمبھ دکھاتے ہو۔ تمھیں لاج آنی چاہیے کہ سیوک ہوکر اپنے سوامی پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔

جے سنگھ: رانی جی شما کیجیے۔ سنسار تیاگی رشیوں کا انوکرن سنسار انوراگی منشیوں سے اسمبھو ہے۔ ایک اُچ پُرش اپنے سے تُچھ کو کبھی بڑا نہیں سمجھ سکے گا۔

سُدھا دھارا بھی اُس کے منہ کی کالکھ دھو نہیں سکتی
چرن کی رج کبھی مستک کا چندن ہو نہیں سکتی
مرے لیش، تیج سے اتُول جگت کا کونا کونا ہے
کہاں میں اور کہاں یہ، ایک پیتل، ایک سونا ہے

رانی: تو کیا دکھ سکھ، جنم مرن، سب کچھ ایک سمان ہونے پر بھی تم میں اور اس میں انتر ہے؟

جے سنگھ: نشچے انتر ہے۔

رانی: کیوں؟ کیا یہ منشیہ ہے اور تم دیوتا ہو۔ اس نے دھرتی پر جنم لیا ہے اور تم آکاش سے اُترے ہو۔ یہ اَنّ کھاتا ہے اور تم ہیرا موتی کھاتے ہو۔ یہ سوت کے کپڑے پہنتا ہے اور تم سوریہ کی کرنوں کے وستر پہنتے ہو؟

ایک سے ہیں سب منش، انتر سمجھنا بھول ہے
یہ چھٹائی اور بڑائی کرم کے انوکول ہے

جے سنگھ: ایک کھیت میں ہل چلانے والے کے لیے آپ کی ایسی انوچت سہانو بھوتی پرکٹ کرنا میرے لیے بڑا ہی آشچریہ جنک ہے۔

رہے گا مان کیونکر راج کے پھر کرمچاری کا
یہ آدر، اور کس کا ایک پردیسی بھکاری کا

رانی: بھکاری یہ نہیں۔ بھکاری تم ہو۔ کارن کہ یہ کچھ نہ ہونے پر بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اور تم سب کچھ ہونے پر بھی اس سے سواگت اور مان کی بھکشا مانگ رہے ہو۔

انھیں کو دیتے ہو دکھ جن سے سکھ اُٹھاتے ہو
انھیں کو تُچھ سمجھتے ہو جن کا کھاتے ہو
وہ ان کو پوجتے ہیں جو کہ دھرم گیاتا ہیں
یہی غریب امیروں کے اَن داتا ہیں

جے سنگھ: مہارانی جی۔ ان راجیہ کے داسوں پر اتیادھک انوگرہ نہ کیجیے۔

رانی: اس کا کارن؟

جے سنگھ: کارن یہ کہ پرجا کو راجیہ کا ادھین رکھنے کے لیے دیا کی نہیں دھمکی اور دباؤ کی ضرورت ہے۔

رانی: بکتے ہو۔ جھک مارتے ہے۔ دھمکی اور دباؤ سے تم پرجا کا دَمھ اور دھن جیت سکتے ہو کنتو اس کا پریم اور ہردے کبھی نہیں جیت سکتے۔

سنسار اسی کا ہے جو ست کرم میں لے ہے
ہے دھرم کا بل جس میں اُسی ویر کی جے ہے
یہ جیت نہیں جگ کو جو تلوار سے جیتے
جیت اس کی ہے جو جگ کو پَر اُپکار سے جیتے

جے سنگھ: تو کیا آپ کی درشٹی میں اسے شکشا دینا میری بھول تھی؟

رانی: یہ بھول نہیں گھور اَپرادھ ہے اور اس اَپرادھ کے لیے جو دنڈ تم نے اسے دیا ہے وہی دنڈ اس کے ہاتھ سے تمھیں دیا جائے گا۔

جے سنگھ: مجھے؟

رانی: ہاں۔

جے سنگھ: اور اس کے ہاتھ سے؟

رانی: ہاں۔

آج اسی کی ٹھوکروں سے دمبھ ڈھایا جائے گا
تم کو دکھیوں پر دیا کرنا سکھایا جائے گا

جے سنگھ: مہارانی۔ یہ انرتھ ہے۔

رانی: نہیں، یہ اَنرتھ کا نیائے ہے۔ (سینکوں سے) پکڑ لو۔

(جے سنگھ کے ہاتھ سے کوڑا چھین کر مکھیا دیتی ہے)

رانی: یہ لے۔ جتنے کوڑے اس نے تجھے مارے ہیں، اُتنے ہی کوڑے گن کر تو اسے مار۔

جے سنگھ: مہارانی۔ وچار کیجیے۔ میں آپ کا ایک اُچ کرمچاری ہوں۔

رانی: کرم چاری کیا، یدی میرا بندھو اتھواپتر ہوتا تو بھی میں پرجا رکشا کے لیے اُسے یہی دنڈ دیتی۔

ادھرم، دھرم کے چرنوں پہ سر جھکائے رہے
وہ راج امر ہے جہاں ست اور نیائے رہے

جے سنگھ: مانیہ سامرا گئی۔ ایک تُچھ پرش سے میرے مان اور پدوی کا انا در نہ کرایئے۔ ایسے کٹھور نیائے سے میرے جیون کا سرو ناش ہوجائے گا۔

رانی: جس مکھ سے ایشور کا جاپ نہ ہو، جس ہاتھ سے دان نہ ہو، جس دیہہ سے دیش سیوا نہ ہو اور جس آتما سے اپنے بھائیوں کا کلیان نہ ہو، اس کا ناش ہوجانا ہی اچھا ہے۔ (مکھیا سے) بڑھ، اور مار کوڑے۔

مکھیا: ابھیمانی، دیکھا۔ سروشکتی مان ایشور کا پربل ہاتھ اس طرح اہنکار کی آندھی کو تُچھ تنکے کے چرنوں پر جھکا دیتا ہے۔ ان آنسو بھری آنکھوں کو دیکھو، اس بوڑھے شریر کو دیکھو، ان پیٹھ کے گھاؤں کو دیکھو اور پھر دیوتا روپی بھکیرتھ کے راج میں رہنے والے راکشس بتاؤ کہ اب میں تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کروں؟

رانی: وہی برتاؤ جو اس انیائی نے تمھارے ساتھ کیا ہے۔

مکھیا: نہیں مہارانی جی۔ نہیں۔ کوڑے کھا کر کوڑے مارنا، یہ اَپرادھ کا پورا پرتی دان نہیں ہے۔ اس نے میری دیہہ کو گھائل کیا ہے تو میں اس کی آتما کو گھائل کروں

گا۔ اس کا شستر کوڑا ہے تو میرا شستر دیا ہے۔ جا پاپی میں تجھے شما کرتا ہوں۔

(مکھیا ہاتھ سے کوڑا پھینک دیتا ہے)

رانی: یہ کیا؟ پیروں میں پڑے ہوئے شترو کو ٹھوکر مارنے کے بدلے تو اسے شمادان دیتا ہے۔

مکھیا: مہارانی۔ ایشور نے جیسے محلوں میں نواس کرنے والے امیروں کو دھن، پدوی اور بل دیا ہے، ویسے ہی ہم جھونپڑی میں رہنے والے غریبوں کو سنتوش، نمرتا اور شما دی ہے۔ ان کے پاس اُچ پدوی ہے اور ہمارے پاس اُچ ہردے ہے۔ یہ دھن رکھتے ہیں، ہم دھرم رکھتے ہیں۔ ان کے باہو میں بل ہے، ہماری آتما میں بل ہے۔ جب یہ امیر اپنا انیائے اور ابھیمان نہیں چھوڑ سکتے تو ہم غریب اپنا دھرم اور دیا کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ ؎

دیا اور دان نے ہی جگ کو بھوساگر سے تارا ہے

انھیں ابھیمان پیارا اور ہم کو دھرم پیارا ہے

رانی: دیکھ دیکھ، ایک غریب کے ہردے کی پوترتا اور اُچتا دیکھ اور لجت ہو۔

جے سنگھ: بس مہارانی بس۔ مجھے جیون کوش کے منشیہ شبد کا ارتھ آج پوری طرح سمجھ میں آ گیا۔ شما کرو پوجیہ جن، مجھے شما کرو۔ ؎

تیاگتا ہوں دویش اور جھوٹی بڑائی آج سے

نیچ سے بھی نیچ کو سمجھوں گا بھائی آج سے

اَنک دوتیہ — درشیہ پنجم

لگن منڈپ

(پروہت، برہمن، بھراتر گن اتیادی اُپستھت ہیں۔ ویدی پر لال داس
منھ پر سہرا ڈالے دولھا بنا بیٹھا ہے)

پروہت: مہاشے شیام داس جی۔ آپ بڑے بھاگیہ شالی ہیں جو آپ کی کنیا کو ایسا یوگیہ ور ملے گا۔

شیام داس: پروہت جی، یہ سب آپ ہی کی کرپا ہے۔

پروہت: اوشیہ ہماری کرپا ہے۔ ہم پروہتوں کی کرپا نہ ہو تو اس بھارت کی آدھی سے زیادہ کنیائیں جنم بھر کنواری ہی بیٹھی رہیں۔

برہمن: مہا شے۔ شُبھ نکشتر کا سمے سمیپ آپہنچا۔ اب لگن کاریہ میں ادھک ولمب ہونے سے بھدرا لگ جائے گی۔

پروہت: وہ دیکھیے کنیا کو لارہے ہیں۔ (گھر کی عورتیں گاتی بجاتی شاردا کو دلھن بنا کر لاتی ہیں اور لال داس کی بغل میں ویدی پر بٹھا دیتی ہیں) مہاشے کاریہ آرمبھ کیجیے۔

(پہلے اندر سے باجے کی آواز آتی ہے۔ پھر لال داس کی بیوی تارا مرد کے ویش میں آتی ہے)

تارا: سیٹھ شیام داس جی، تورن پر برات آپہنچی اور آپ ابھی تک یہیں ڈھیر

ہو رہے ہیں۔

شیام داس: برات! برات تو آچکی۔ اب کیسی برات؟

تارا: اجی آپ کی کنیا کے ور کی برات اور کیسی برات۔

پروہت: کیا بھانگ کھا کر آئے ہو۔ کنیا کا ور تو اس کے ساتھ ویدی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہ دوسرا کہاں سے پھوٹ نکلا۔

تارا: یہ اُسی سے پوچھ لینا۔ لو وہ سب آدھمکے۔

(پھر باجا بجتا ہے۔ گوکل دولھا بنا ہوا براتیوں کے ساتھ آتا ہے)

پروہت: مترگن۔ آپ سب مہاشے یہاں کیسے براجمان ہوئے۔

تارا: اَجی دھرم دُھر ویندر جی۔ اتنی چھوٹی سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ تمھارے میجمان کے ہونے والے جنوائی ہیں اور ہم جنوائی کے ساتھی۔

پروہت: واہ وا۔ زبردستی کے جنوائی۔ ابی دولھا مہاشے یاد کیجیے۔ آپ اپنے سسر کا گھر تو نہیں بھول گئے۔

تارا: پروہت جی۔ گھوڑا اپنے تھان کو اور جنوائی سسرے کے مکان کو کبھی نہیں بھولتا۔

شیام داس: نہیں بھولتا تو پھر کیا میری کنیا کا دو دو ور سے وِواہ ہوگا۔

(لال داس غصے میں اُٹھ کر آنے والے پر بگڑتا ہے)

لال داس: ابے یہ کیا گڑبڑا جھالا۔ ابے تو کون ہے پرائے وِواہ میں کھنڈت ڈالنے والا۔

گوکل: مجھے نہیں جانتا۔ میرا نام ہے سیٹھ لال داس۔

لال داس: کیا لال داس؟ ابے لال داس تو میرا نام ہے۔

گوکل: چل چل۔ لال داس میرا نام ہے۔

لال داس: یہ لو جورو کے ساتھ نام بھی ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ ابے جا نگلو، ان کی کنیا کا وِواہ میرے ساتھ ٹھہرا ہے۔

گوکل: جا جا۔ کہیں تیرے باپ نے بھی بیاہ کیا تھا۔ شریمان شیام داس جی۔ آپ کی کنیا شریمتی شاردا کا دواہ میرے ساتھ ٹھہرا ہے۔

شیام داس: اجی پروہت جی۔ تم گرگٹان کی طرح ان کا منھ کیا تک رہے ہو۔ بتاؤ ان دونوں میں سے تم نے کس کے ساتھ ناتا ٹھہرایا تھا۔

پروہت: اجی یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ میں نے ان دونوں میں سے کس کو ٹیکا چڑھایا تھا۔

لال داس: مجھ کو۔

گوکل: نہیں مجھ کو۔

پروہت: شیام داس جی۔ اس جھگڑے کا یوں نرنے نہ ہوگا۔

شیام داس: پھر۔

پروہت: تم ان دونوں کو دھکے مار کر گھر سے باہر کردو۔ میں تمھاری کنیا کے لیے تیسرا ور ڈھونڈھ دوں گا۔

لال داس: دیکھ بے ان نسوں میں بڑے پاجی باپ کا خون دوڑ رہا ہے، اس لیے دیا کر کہتا ہوں کہ اپنے چیلے چانٹوں کو لے کر الٹے پیروں سٹک جا۔

گوکل: نہیں تو۔

لال داس: نہیں تو میں اس طرح تیری آنکھیں نکال لوں گا۔

(سہرا کھینچ لیتا ہے)

گوکل: تو میں بھی اس طرح تیرا منھ نوچ لوں گا۔

(گوکل بھی سہرا کھینچ لیتا ہے)

پروہت: (گوکل کو دیکھ کر) کون۔ سیٹھ لال داس۔

لال داس: کون گوکل، ہت تیرا ستیاناس۔

پروہت: (لال داس کو دیکھ کر) اور یہ کون؟ لال داس کا نوکر گوکل ہے۔

گوکل: ہاں میرا نوکر گوکل۔

پروہت: سیٹھ جی۔ یہی مہاشے ہیں، جنھیں میں نے ٹیکا چڑھایا تھا۔ (لال داس سے) کیوں رے کھوسٹ، تجھے شرم نہ آئی۔ نوکر ہوکر مالک کی بھاوی استری سے بیاہ کرنے آیا ہے۔

لال داس: پروہت مہاراج۔ اس روز میں نے اپنی مالکی کی جھول اس گدھے کو پہنا کر تمھیں دھوکا دیا تھا۔ لال داس یہ نہیں میں ہوں۔

گوکل: پاجی۔ ابھی تک جھوٹ بولے جارہا ہے۔ جا میں تجھے اپنی نوکری سے الگ کرتا ہوں (شیام داس سے) سسرے جی۔ اسے جوتے مار کر نکال دو۔

شیام داس: سیٹھ لال داس جی۔ آپ نے ٹھیک سے پرپہنچ کر میری کنیا کو اندھیرے کنوئیں میں گرنے سے بچا لیا۔ آیئے اور لگن منڈپ کی شوبھا بڑھایئے۔

لال داس: اور میں رانڈ کے سانڈ کی طرح کنوارا ہی رہ جاؤں۔

تارا: بڈھے جھڑوس۔ چھ بیاہ کرکے بھی ابھی تک تو کنوارا ہی ہے۔ تین برس پہلے جس استری کو روپئے کے زور سے بیاہ کر لایا تھا، وہ کدھر گئی؟

لال داس: ارے وہ چڑیا کی بچی تو چار مہینے ہوئے ہیضہ کی بیماری سے مرگئی۔

تارا: مرگئی تو یہ کون ہے؟

(مردانہ لباس اُتار دیتی ہے)

لال داس: باپ رے۔ مجھے ڈرانے کے لیے برات کے ساتھ پرانا توپ خانہ بھی لے کر آیا ہے۔

گوکل: کیوں؟ ان ماتا کے ہوتے ہوئے بھی جورو چاہیے؟

لال داس: جورو کے بچے۔ سولہ برس کی کنیا دلانے کے لیے پروہت نے میرے پانچ ہزار روپے کھائے ہیں۔ اچھا لے جا جورو، میں تجھ سے پائی پائی وصول کرلوں گا۔

گوکل: برہمن مہاراج گٹھ بندھن کیجیے۔

(گوکل سے شاردا کا وِواہ ہوتا ہے)

نت رہا سامنا جلاپے کا
ستیاناس ہو بڑھاپے کا

انک دوتیہ — درشیہ ششم

کیلاش

(شیو جی ایک چٹان پر کھڑے ہیں اور کچھ دور پر بھگیرتھ
اور ستی پاروتی وِدّ مان ہیں)

(ہوا آنند کے نشے میں سرسرا رہی ہے۔ پرتھوی ہرش سے
اپنے نگروں اور پروتوں کے ساتھ ناچ رہی ہے۔)

شیو: بُلا بُلا۔ بھگیرتھ برہما کو بلا۔ میں گنگا ویگ دھارن کرکے تیری اور پرتھوی کی کامنا پوری کروں گا۔ ؎

جو پاسکا نہ کوئی وہ اُس کو مان دوں گا
میں آج پرتھوی کو سوبھاگیہ دان دوں گا

بھگیرتھ: مہادیالو پتامہ۔ آپ کے کرپا پرکٹ کرنے کا سمے آگیا۔ آیئے بھگوان آیئے۔ دیاندھان آیئے۔ ؎

منجدھار میں پڑا ہوں، مجھے پار کیجیے
گنگا کو دے کے بھکت کا اُدّھار کیجیے

(برہما پرگٹ ہوتے ہیں)

برہما: بھگیرتھ، کیا چاہتا ہے؟

بھگیرتھ: جگت پتامہ کی کرپا۔

برہما: میں تجھ سے پرسن ہوں۔

بھگیرتھ: تو میرا ور مجھے ملنا چاہیے۔

برہما: ور۔

بھگیرتھ: ہاں۔

برہما: کب؟

بھگیرتھ: ابھی۔

برہما: بھگوان کیا آگیا ہے؟

شیو: بھکت کی اِچھا پوری کیجیے۔

برہما: کیا پُنیہ سلیلا گنگا کو کمنڈل سے مکت کروں۔

شیو: ہاں۔

برہما: کیا آپ اس کا ویگ دھارن کرنے کو پرستت ہیں؟

شیو: ہاں۔

برہما: دھنیہ ہے بھگیرتھ دھنیہ ہے۔ تو نے اپنے بھکتی بل سے اپنے اس جیون میں اَننیہ کیرتی جیت لی۔

جو تجھ سے کرم شکتی ہو جگت کی آتماؤں میں
تو وہ بل ہو منش جیون میں جو ہے دیوتاؤں میں
بہے گی جب تلک گنگا کی دھارا اس کے سینے پر
ترا نام اور گن چمکے گا بھارت کے نگینے پر

(برہما اُدرشیہ ہوتے ہیں۔ دیوگن گنگا استتی گاتے ہیں)

بھگیرتھ: آہاہ۔ سورگ کے سگندھ کے ساتھ ملی ہوئی دیوتاؤں کی گنگا استتی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ شری جگدمبا کے چرن چومنے کو آکاش نیچے اُترتا اور پرتھوی اوپر کو اُٹھتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ آؤ۔ سورگ نندنی آؤ۔ جیشوری آؤ

جگ نچھاور ہورہا ہے ہرش اور اُتساہ میں
فرش کے بدلے دل اور آنکھیں بچھی ہیں راہ میں
جگمگا دو یوں جگت کو اپنے مکھ پرکاش سے
پرتھوی ہی کہہ اُٹھے اونچی ہوں آج آکاش سے

(گنگا آکاش میں پرگٹ ہوتی ہے)

بھگیرتھ: جے شری گنگا ماتا کی جے۔

گنگا: بھگیرتھ میں دیولوک سے بھوتل پر آنے کو اُپستھت ہوں۔ بتا میرا ویگ کون سنبھالے گا؟

بھگیرتھ: مہامہو پکاری۔ بھکت ہت کاری۔ بھگوان ترپراری۔

گنگا: کیلاش پتی، کیا آپ میرا ویگ سنبھالنے کو اُدیت ہیں؟

شیو: ہاں، اُپاسک اُپکار کے لیے۔

گنگا: کیا پروتوں کو بلبلے سمان بہالے جانے والی میری پربل دھارکو آپ روکیں گے؟

شیو: ہاں۔ بھکت اُدّھار کے لیے۔

گنگا: بھولا ناتھ، یہ اسمبھو ہے۔

شیو: کیا یہ اسمبھو ہے؟

گنگا: ہاں، مہااسمبھو ہے۔

ستی: بہن گنگا، تم بھگوان پنچانن کے سمکھ اسمبھو کا شبد منھ پر لائی ہو۔

گنگا: دکش نندنی۔ تم نے مجھے شیتل روپ میں دیکھا ہے، دیولوک کے شوبھاروپ میں دیکھا ہے، استری روپ میں دیکھا ہے، جل روپ میں دیکھا ہے۔ کنتو ابھی تک شکتی روپ میں نہیں دیکھا ہے۔

جان کر بھی آج تک تم نے مجھے جانا نہیں
روپ پہچانا مگر گن میرا پہچانا نہیں

سینکڑوں پرلے کا بل ہے میری اک اک دھار میں
کانپ اٹھو گی دیکھ کر مجھ کو وراٹ آکار میں

شیو: بس گنگے بس۔ تم اپنی سیما سے آگے بڑھ رہی ہو۔

گنگا: ششی بھوشن۔ میں اپنی سیما سے آگے نہیں بڑھتی، ورن آپ کو اپنے بل اور پراکرم کی سوچنا دیتی ہوں۔

شیو: تم مجھے سوچنا دیتی ہو۔

گنگا: ہاں، میں سوچنا دیتی ہوں کہ آپ مجھے نہیں روک سکتے۔ جب میں پرلے جیسی گرجنا کے ساتھ بھوتل پر اُتروں گی تو آپ کے بل اور شریر کو تنکے کے سمان اپنی دھاراؤں میں لپیٹتی، پربتوں کو توڑتی، دھرتی کو چیرتی ہوئی، پاتال کی چھاتی پر جاکر لہراؤں گی۔

شیو: گنگے۔ گنگے۔ وچار کرو، تم کیا کہہ رہی ہو؟

گنگا: کیلاش پتی، میں جو کہتی ہوں، سچ کہتی ہوں۔

شیو: تم میں اتنا ساہس؟

گنگا: ہاں۔

شیو: تم میں اتنا دمبھ؟

گنگا: ہاں۔

شیو: تم میں اتنا بل؟

گنگا: ہاں۔ ہاں۔

جو میں چاہوں تو یوں برہمانڈ کا بل دور ہوجائے
کہ شیشہ جس طرح پتھر پہ گر کر چور ہوجائے
وِوَش ہوجائیں گی یہ شکتیاں ابھیمان جن کا ہے
مرے پرواہ کے آگے سرشٹی ایک تنکا ہے

شیو: اچھا تو آؤ۔ اپنی کوٹی کوٹی دھاراؤں کے ساتھ آؤ۔ پورے بل اور پراکرم کے ساتھ آؤ اور ساتھ ہی سن لو۔ جیسے کرم جیو کو اپنے بندھن میں جکڑ لیتا

ہے، ویسے ہی برہما کے کمنڈل کی بھانتی میری جٹا بھی تمھارا کاراگار ہوگی۔
اس کی ایک ایک لٹ تمھارے لیے لوہے کی دیوار ہوگی ۔

سجاؤ اور روپ کومل، نام کومل اور کڑی باتیں
مہا آشچریہ ہے مجھ کو کہ چھوٹا منھ بڑی باتیں
مجھے بھی دیکھنا ہے کون پروت، کون کنکر ہے
تمھارا نام گنگا ہے تو میرا نام شنکر ہے

گنگا: تو پھر اُتروں؟

شیو: اُترو۔

گنگا: آؤں؟

شیو: آؤ۔

گنگا: کیلاش پتی ساودھان۔

(گنگا جل دھارا کے بیچ میں آکاش سے اُترتی ہے اور شیو کی جٹا میں سما جاتی ہے)

شیو: بس گنگے بس۔ میری جٹاؤں سے نکلنے کا ویرتھ یتن نہ کرو۔ ۔

شکتی کرے گی مکت یہ اب آس چھوڑ دو
یہ جال وہ نہیں کہ تڑپنے سے توڑ دو

بھگیرتھ: اندھیر ہوا۔ گنگا شیو کی جٹا سے مکت نہ ہوئیں تو مری سمپورن تپسیا نسپھل ہوجائے گی۔

شیو: دیکھو گنگے۔ زور نہ دکھاؤ۔ گرو ٹوٹ چکا۔ اب شانت ہوجاؤ۔

بھگیرتھ: (ستی سے) ماتا۔ آپ دیا اور پروپکار کی دیوی ہیں۔ بھگوان کے کرودھ کا سادھان کیجیے۔ گنگا کو مکت کرا کے بھکت اور جگت کا کلیان کیجیے۔

ستی: پربھو۔ گنگا کو اپنی بھول کا بھان ہوگیا۔ اب آپ کو شما کرنی چاہیے۔

شیو: نہیں ستی نہیں۔ گنگا کو اپنے بل کا ابھیمان ہے اور ابھیمان کا ونڈ شما نہیں اپمان ہے۔

ستی: کِرپا پربھو۔ اپنی جٹا میں نواس دے کر آپ گنگا کا اپمان نہیں سمان کر رہے ہیں۔

شیو: کیا میں سمان کر رہا ہوں؟

ستی: ہاں ناتھ۔ گنگا کا اس سے ادھک اور کیا مان ہوسکتا ہے کہ برہمانڈ کا بھگوان کے چرنوں میں استھان ہے اور گنگا آج ترلوکی ناتھ کے ماتھے پر براجمان ہے۔

بھگیرتھ: مکت کیجیے۔ بھگوان۔ جگت اُدّھار کے لیے جگدمبا کو مکت کیجیے۔

بھکشو تمھارے دوار کا ہوں، جگ دیال دو
گنگا کا دان بھکت کی جھولی میں ڈال دو
سر جائے، جان جائے، پجاری نہ جائے گا
بھکشا لیے بنا یہ بھکاری نہ جائے گا

شیو: جاؤ گنگے۔ پرتھوی کو شو بھائمان کرو اور اپنے پنیہ پرواہ سے پاپ ملن آتماؤں کا کلیان کرو۔

(شیو کی جٹا سے گنگا تین دھاراؤں میں نکل کر گومکھ سے پرتھوی کی اور جاتی ہے)

—ڈراپ—

اَنک ترتیہ — درشیہ پرتھم

کیلاش

گنگا: بھگیرتھ، کسی نے دھن اور سواستھیہ مانگا، کسی نے پرسدھی اور کیرتی مانگی، کسی نے بل اور پراکرم مانگا، کسی نے سورگ اور مکتی مانگی، کنتو سرشٹی کے آدی سے اب تک اپنی تپسّیا کا ایسا وچتر، اسمھو اور مہتو پورن پرسکار کسی نے نہیں مانگا۔

دبی پائے گی اپنے کو سدا اس بھار کے نیچے
رہے گی انت تک دھرتی ترے اپکار کے نیچے
نہ بھولے گی ترا احسان جب تک دم میں دم ہوگا
کہ یہ وہ بوجھ ہے جب سر سے اُترے گا نہ کم ہوگا

بھگیرتھ: دیوی جگدمبا۔ کیا آپ اپنے بھکت سے پرسن ہیں۔

گنگا: ہاں، میں تیری بھکتی دیکھ کر تجھ پر اتینت پرسن ہوں۔

بھگیرتھ: تو اپنی اسیم کرپا سے میرے جیون کا انتم کاریہ سدھ کیجیے۔

گنگا: اپنی منوکامنا پرکٹ کر۔

بھگیرتھ: بھگوتی، میں آپ کو کپل آشرم لے جاکر اپنے پرشوں کو تارنا چاہتا ہوں۔ اپنے رتھ پر سوار ہوکر آپ کے آگمن کا شنکھ پھونکتا ہوا میں آگے آگے چلتا ہوں۔ آپ اپنی پنیہ مئی لہروں سے ون اور پروتوں میں لہراتی، دھرتی کو پوتر بناتی ہوئی میرے پیچھے پیچھے آئیں اور میرے ساٹھ ہزار پتروں کو موکش دے کر مجھے کرتارتھ کریں۔

وہ جل کے راکھ ہوئے پر جلا نہ پاپ اُن کا
لرز رہا ہے جگت دیکھ کر وِلاپ اُن کا
جو پہلے دن تھا، وہی ہے وہاں سماں اب تک
نکل رہا ہے بجھی آگ سے دھواں اب تک

گنگا: وتس۔ بھگیرتھ میں تیری وِنے سویکار کرتی ہوں۔

بھگیرتھ: تب مجھے شنکھ پھونکتے ہوئے کپل آشرم کی اور بڑھنے کی آگیا دیجیے۔

گنگا: بڑھ۔ میری جل دھارا تیرا انوگمن کرے گی۔۔

چھوٹ جائیں گے وہ سب دُکھ اور پشچاتاپ سے
مکت کردے گی دیا میری، رشی کے شراپ سے

(بھگیرتھ کے ساتھ گنگا کا پرستھان)

اَنک ترتیہ — درشیہ دوتیہ

گھر

(گوکل اور شاردا آتے ہیں)

گوکل: کیا کہا؟

شاردا: سچ کہا۔

گوکل: میرا مالک۔

شاردا: ہاں۔

گوکل: ارے وہ کھوسٹ بڈھا۔

شاردا: ہاں۔

گوکل: تمھارے روپ پر موہت ہوگیا ہے۔

شاردا: ہاں۔ ہاں۔

گوکل: بھئی واہ۔ دوسروں کی کڑھائی کٹورے میں منھ ڈالتے ڈالتے اب یہ پالتو کتا میری ربڑی کی تھالی میں منھ ڈالنے لگا۔

شاردا: ایک دن میں شیاما سے مل کر گھر واپس آرہی تھی کہ مجھے دیکھتے ہی سولہ گز کی لمبی سانس نکال کر دھم سے میرے پیروں پر گر پڑا۔ میں نے ٹھوکر مار کر کہا کہ ہٹ جاؤ۔ تو کہنے لگا۔ آہا میں سورگ میں پہنچ گیا، ایک لات اور لگاؤ۔ میں نے کہا۔ راستے میں پرائی استری کو چھیڑنا، یہ دھرم کا اپمان ہے۔ اس پر بولا۔ استری کو شکتی کہتے ہیں اور شکتی کے چرنوں میں نمنا یہ شاستر کا پرمان ہے۔

گوکل: پیاری، بات یہ ہے کہ وہ بڑھا یہ چاہتا ہے کہ اب کے ایسی استری ملے جو پتی کے بدلے پتا کہہ کر پکارے۔

شاردا: ہاں۔

گوکل: ہاں۔ جانتی ہو، پتی کتے پرکار کے ہوتے ہیں۔

شاردا: نہیں۔

گوکل: سنو۔ پتی تین پرکار کے ہوتے ہیں۔ پتی روپی پتی۔ پُتر روپی پتی اور پتا روپی پتی۔

شاردا: ارتھات۔

گوکل: ارتھات یہ کہ پتی کی اوستھا استری سے دو چار برس بڑی یا برابر ہو تو وہ پتی روپی پتی ہے، یدی استری چالیس برس کی اور پتی بیس برس کا ہو تو وہ پتر روپی پتی ہے اور یدی استری سولہ برس کی اور پتی ساٹھ برس کا ہو تو وہ پتا روپی پتی ہے۔

شاردا: تو وہ بڑھا پتا روپی بننا چاہتا ہے۔

گوکل: ہاں۔

شاردا تو اب اس کے سدھارنے کا کیا اُپائے سوچا ہے؟

گوکل: تم ایک پتر کے دوارا میرے گھر میں نہ ہونے کی سوچنا دے کر اسے یہاں بلاؤ۔ اس کے آچکنے کے بعد اس کی استری کے ساتھ میں بھی آدھمکوں گا۔

شاردا: تو کیا ہوگا؟

گوکل: ہوگا کیا۔ آج سے اگلے جنم تک پریم کرنے کا نام ہی نہ لے گا۔

شاردا: اچھا تو میں پتر لکھنے جاتی ہوں۔

(گانا)

انک ترتیہ — درشیہ ترتیہ

ہردوار — تروینی — کاشی اور کپل آشرم کے درشیہ

(بھگیرتھ کے ساتھ گنگا کا پرویش)

ہرداوار 1

بھگیرتھ: ـ

ناچ رہی ہے شونیہ میں ہرش سے اتم تان
جن، جنتو، دھرتی، گگن کرت ہری گن گان
درشن سے اس تیرتھ کے بھوساگر ہو پار
ہری دھام کا مارگ ہے مہماجے ہردوار
(درشیہ بدلتا ہے)

تروینی 2

بھگیرتھ: ـ

گنگا، یمنا، سرسوتی تینوں ایک ہی سنگ
ترے تاپ شیتل کرے اس سنگم کی ترنگ
بھاگ اُدے ہو پراگ میں ترپت ہو سکھ سے پران
جنم جنم کا دُکھ ہرے تروینی کا سنان
(درشیہ بدلتا ہے)

کاشی 3

بھگیرتھ: ۔

اوپر ہے وارانسی، نیچے سر ندی نیر
کیسا اُتم درشیہ ہے شانت، اُچ، گمبھیر
کاشی باسی انت میں پائیں مکتی دھام
کاشی سکھ راشی تمھیں کوٹا کوٹ پرنام
(درشیہ بدلتا ہے)

کپل آشرم 4

بھگیرتھ: اُپکار، ایشور اُپکار۔ میرا جنم سارتھک ہوا۔ تپسیا سارتھک ہوئی۔ ۔
بھاگیہ شالی، تج ے، سنسار میرا ہوگیا
آج دُکھ کی رات کا جگ میں سویرا ہوگیا
مکت ہوکر سورگ میں پہنچے سگر سنتان آج
شراپ آدھین آتماؤں کا ہوا کلیان آج
(برہما اور شیو کا آگمن)

برہما: دھنیہ ہے انشومان کے پوتر، دلیپ کے پُتر، تونے اپنے پتامہ راجا سگر کی پرتگیا پوری کرکے آج اپنے ونش اور نام کو امر کردیا۔ نردتم، کلیان کاری گنگا تجھے بھوساگر سے ترائیں گی۔ تو انھیں سورگ سے بھوتل پر لایا ہے، یہ تجھے بھوتل سے سورگ میں لے جائیں گے۔

شیو: راجیندر، تیرا ترلوک میں منگل ہو۔ جب تک آکاش میں نکشتر، شونیہ میں وایو، بھوتل پر گنگا اور گنگا کی پاپ ناشنی لہروں سے جگت کا کلیان ہوگا، تب تک پرتیک مکھ سے تیرے لیش اور کیرتی کا وَکھان ہوگا۔

رَوی میں جب تک تج ہے، چمکے اک اک ریکھ
کال پتر پر لکھ دیا کرم نے لیش کا لیکھ
دیہہ مٹی، جیون مٹی، مٹیں نہ تیرے کام
بھارت کے اِتہاس میں سدا رہے گا نام

(گنگا مگر پر سوار ہوکر جل سے پرگٹ ہوتی ہیں)

گنگا: بھگیرتھ، تیرے پورو پرشوں کا اُدّھار ہوگیا۔ اب بتا میں تیری اور کون سی منو کامنا پوری کروں؟

بھگیرتھ: دیوی پتت پاونی گنگے، آپ کی دیا سے میری کامناؤں کی سوکھی ندی سنتوش امرت سے بھر کر کناروں سے چھلک اُٹھی ہے۔ اب ایک انتم کامنا کے سوا میری اور کوئی کامنا نہیں ہے۔

گنگا: کیا چاہتا ہے؟

بھگیرتھ: بھگوتی، میں چاہتا ہوں کہ آپ رتھ میں بیٹھ کر میری راجدھانی میں چلنا سویکار کریں اور اپنے درشن سے میرے پورو پرشوں کی طرح میری پرجا کا بھی اُدّھار کریں۔

گنگا: تتھاستو۔ میں تیرے ساتھ تیرے نگر میں پدھار کر تیری انتم اِچھا سپھل کروں گی۔

بھگیرتھ: میں اپنے سوبھاگیہ کو دھنیہ واد دیتا ہوں۔

گنگا: بھگیرتھ، تو نے مجھے پراپت کرنے کے لیے مہاگھور کشٹ سہن کیے ہیں۔ اس کے پُرسکار میں میں تجھے ایک ور دیتی ہوں۔

بھگیرتھ: آپ کی مہاکرپا۔

گنگا: میرا وَر سن۔ میں تجھے امر کیرتی دینے کے لیے اس بھوتل پر اپنے نام کو تیرے نام سے پرسدّھ کراؤں گی۔ اب تک کیول گنگا کہلاتی تھی، آج سے بھاگیرتھی گنگا کہلاؤں گی۔

جگت جب تک ہے میرا نام تیرے کام آئے گا
جہاں مہما مری گائیں گے تیرا نام آئے گا

اَنک ترتیہ — درشیہ چترتھ

گوکل کا گھر

لال داس: آہاہاہا۔ پریم۔ پریم۔ جیسے بنا نمک کے بھوجن، بنا مرچ کی چٹنی، بنا کھٹاس کے کچالو مزا نہیں دیتا، ویسے ہی بنا پریم کے جیون کا سواد نہیں ملتا۔ اچھا ہوا کہ پریتما کا نمسترن پتر ملنے کے تھوڑے ہی سے بعد میری استری پڑوسیوں سے ملنے چلی گئی اور مجھے بنا کوئی بہانہ بنائے یہاں آنے کا اَوسر مل گیا۔ بس اب روز اسی بھانتی اُسے ٹرخا کر یہاں پہنچ جایا کروں گا اور پریتما کے ساتھ پریم لیلا کا سکھ اُٹھایا کروں گا۔

(شاردا کا پرویش)

شاردا: آہاہ۔ پتر ملتے ہی ڈالی کے پکے آم کی طرح ٹپک پڑے۔

لال داس: ہاں پیاری۔ تمھاری پتلی پتلی انگلیوں سے لکھے ہوئے سندر پتر کو آٹھ بار ہونٹوں سے، اٹھارہ بار آنکھوں سے اور اٹھائیس بار کلیجے سے لگایا اورترنت یہاں چلا آیا۔

شاردا: شاباش۔ میرے بوڑھے عاشق۔

لال داس: تمھاری آنکھیں تو بیل سے بڑی ہیں، پھر میں تمھیں بوڑھا کیوں دکھائی دیتا ہوں۔

شاردا: بوڑھے نہیں ہو تو کیا روئی کے کھیت میں چرنے گئے تھے جو سارا بال سفید ہوگیا ہے۔

لال داس: میرے پریم وانٹکا کی کوئل۔ یہ بڑھاپے کی سفیدی نہیں ہے۔ ایک آشیرواد سے میرے کالے بالوں کا رنگ گورا ہوگیا ہے۔

شاردا: اپنی جوانی کی کھرچن۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمھارے نوکر کی بھاریا ہوں۔

لال داس: جانتا ہوں۔

شاردا: تو پھر گھر میں استری رہتے ہوئے پر پرش کی استری کے ساتھ پریم چیشٹا کرنا کیا پاپ نہیں ہے؟

لال داس: بالکل نہیں۔

شاردا: کیوں؟

لال داس: کیونکہ تو میں، تیرا میرا کا وچار کرنا مورکھوں کا کام ہے۔

شاردا: مورکھوں کا کام ہے۔

لال داس: ہاں۔ شاستروں کا اُپدیش ہے کہ سنسار میں کسی کو پرایا نہ سمجھنا چاہیے۔ اس لیے پر پرش کی استری کو میں اپنی ہی استری سمجھتا ہوں۔

گوکل: (اندر سے) شاردا، او شاردا۔ ارے دوار کیوں بند ہے؟

لال داس: یہ دروازے پر تمھارا نام لے کر کون بھونک رہا ہے؟

گوکل: اری شاردا، دروازہ کھول۔ کیا بہری ہوگئی؟

شاردا: ارررر۔ یہ تو اُن کی آواز ہے۔

لال داس: ان کی کن کی؟ کیا تیرے بھائی؟

شاردا: ارے نہیں۔ میرے باپ کا جنوائی۔

لال داس: کون گوکل؟

شاردا: ہاں پریتم، میرا پتی۔

لال داس: ہائے ہائے پریے، ہوگئی میری دُرگتی۔

شاردا: جیون جیوتی، ہر دیشور، پران دلھ۔

لال داس: ارے رہنے دے پران وران۔ یہ بتا کہ کیا کروں؟

شاردا: کیا کروں۔ پریم۔

لال داس: کس کے ساتھ؟

شاردا: اپنے نوکر کی جورو کے ساتھ۔ پر پرش کی استری کے ساتھ۔

لال داس: مگر وہ تیرا پر پرش جو باہر سے آکر کھوپڑی پر جوتا برسانے لگے گا، تب؟

گوکل: ارے شاردا۔ دروازہ کھولتی ہے کہ میں توڑ ڈالوں۔

شاردا: وہ آپہنچا۔

لال داس: مجھے بچاؤ۔ دیکھو میں تمھارے پاؤں پڑتا ہوں۔

شاردا: پریتم کیسے کایر ہو۔ عاشق ہوکر دو چار جوتوں سے ڈرتے ہو۔

لال داس: ہاں، میں تو ڈرتا ہوں۔ تمھارے عاشقوں میں جن کو بہادری کا دعویٰ ہو، ان سے کہو کہ میری جگہ بیٹھ کر جوتے کھالیں۔

شاردا: اچھا تو اِدھر آؤ۔ اس صندوق کے اندر چھپ جاؤ۔

لال داس: ہائے ہائے یہ دُرگتی کیسی۔ ہات ترے بڑھاپے کے پریم کی ایسی تیسی۔

(صندوق میں چھپتا ہے۔ گوکل کا پرویش)

گوکل: کیوں، اتنی دیر تک کیا کررہی تھی؟

شاردا: میاں ایک سفید منھ کا بندر تمھارے کھانے کی خستہ کچوری پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا تھا، اُس کی دُم میں کھٹکھٹا باندھ کر بھگا رہی تھی۔

گوکل: بندر کو بھگا رہی تھی یا اپنے کسی چہیتے سے چٹے بٹے لڑا رہی تھی۔

شاردا: کیا کہا چہیتا۔

گوکل: ہاں۔ ہاں۔ چہیتا۔ عاشق، پریمی، پیارا۔ سمجھی یا کسی اور بھاشا میں سمجھاؤں۔

شاردا: پیارے یہ کیا بڑمار رہے ہو۔ میں تمھارے ہوتے ہوئے کیا دوسرے کو پریم کرسکتی ہوں۔

گوکل: تو پریم نہیں کرسکتی مگر دوسرا تو تجھے پریم کرسکتا ہے۔ پیر جوتے کو نہیں کاٹ سکتا مگر جوتا تو پیر کو کاٹ سکتا ہے۔ (زمین پر لال داس کی پگڑی پڑی دیکھ کر) یہ کیا۔ یہ پگڑی کہاں سے آئی؟

شاردا: وہ ہی سفید منھ کا بندر پہن کر آیا تھا۔

گوکل: تو کیا آج کل کے بندر پگڑی بھی پہنا کرتے ہیں؟

لال داس: (خود سے) ہائے ہائے۔ یدی میں جانتا کہ بھاگنے میں پگڑی گر جائے گی، تو پگڑی کیا میں گھر سے کندھوں پر سر ہی رکھ کر نہ آتا۔

گوکل: بس کچھ نہیں۔ سمجھ گیا۔ میرے جانے کے بعد پیچھے کوئی آیا ہے اور تو نے اسے گھر میں چھپایا ہے۔ بتا کدھر ہے وہ پاجی، اُلو، گدھا، رذالا۔ دوسرے کی جورو ہڑپ کرنے والا۔

(ڈھونڈھتا ہے)

لال داس: (خود سے) ستیاناس۔ مرگیا رے میری ماسی۔

شاردا: اجی سنو تو۔

گوکل: کیا سنوں۔

شاردا: اپنی اردھانگنی پر شنکا کرتے ہو؟

گوکل: بس۔ نہ تو میری اردھانگنی اور نہ میں تیرا اردھانگنا۔ جامیں تجھے دُھتکارتا ہوں، بسارتا ہوں، تیاگتا ہوں، تلانجلی دیتا ہوں، مکت کرتا ہوں۔ اب نہ تو میرے آڑے انا اور نہ میں تیرے آڑے آؤں گا۔ تو مزے اُڑاتی ہے، تو میں بھی مزے اڑاؤں گا۔

شاردا: تو کیا میرے سوا کوئی اور استری ڈھونڈھ نکالی ہے؟

گوکل: ہاں، تو نے بندر پالا ہے تو میں نے بھی ایک بندریا پالی ہے۔

شاردا: وہ کون؟

گوکل: مالک کے گھر کی اندرانی۔ سیٹھ لال داس کی سیٹھانی۔

لال داس: (خود سے) ہت تیرا منھ کالا۔ اس نے تو میرے گھر میں ڈاکا ڈالا۔

شاردا: جاؤ جاؤ، تمھاری تو کھوپڑی اس وقت چکرائی ہے۔

گوکل: ارے چکرائی کے پھیر میں نہ رہنا۔ آج میں اُس سے ملنے نہیں گیا تو وہ سویم مجھ سے ملنے آئی ہے۔

شاردا: ہاں؟

گوکل: ہاں۔ کھڑی رہو۔ میں جاتا ہوں اور اپنی نئی رمنی کو کمر میں ہاتھ ڈال کر بلا لاتا ہوں۔

شاردا: اچھا لا تو سہی۔ دیکھ تو میں بھی جھاڑو سے کیسی دھول جھاڑتی ہوں۔

(دونوں کا پرستھان)

لال داس: (صندوق سے باہر نکل کر) اُف یہ کیا سنا؟ یہ کیا ہوا؟ نوکر کی جورو ہضم کرنی چاہی تو میری ہی جورو ہڑپ ہوگئی۔ چوبے جی چھبے جی بننے گئے تو دوبے جی ہی رہ گئے۔ اب کیا کروں، کدھر جاؤں؟ ماروں یا مرجاؤں۔ ارررر۔ وہ آپہنچا...... اے بڑھاپے کے غصے سے آنے تک دھیرج رکھ۔

(پھر چھپ جاتا ہے۔ گوکل اور تارا کا پرویش)

گوکل: آؤ پیاری۔ ٹھمک ٹھمک کر چلی آؤ۔

تارا: اے میں تم پر نیوچھاور ہوجاؤں میرے کلیجے۔

گوکل: اے میں تم پر مرجاؤں میری کلیجی۔

تارا: پیارے سچ کہنا۔ اس موئے لال داس کو اُلّو بنا کر ہم دونوں کیسے مزے لوٹ رہے ہیں۔

گوکل: نشچے وہ نرا اُلّو ہے۔

تارا: اجی اس کے اُلّو ہونے میں سندیہہ ہی کیا ہے۔ اُلّو ہے جب ہی تو گھر کی استری نوکر کے ادھین کرکے خود ساٹھ برس کی اوستھا میں سولہ برس کی کنیا ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔

گوکل: اچھا اب یہ تو کہو کہ اس کوئل اور اس بڈھے کاکا توے کا کب تک ساتھ رہے گا؟

تارا: کل ایک جوتشی نے مجھ سے کہا ہے کہ کاتک بدی چودس کو ٹھیک مدھیان کے سمے تیرا پتی باد گولے کی بیماری سے نشچت نرک واسی ہوجائے گا۔ یدی ایسا نہ ہوا تو

پھر میں کھانے میں وِش ملا دوں گی اتھوا سونے میں اُس کا گلا دبا دوں گی۔

لال داس: (دھیرے سے) اہاہ۔ کیسی دیالو استری ہے۔ سچ ہے ایسی استریاں اگلے جنم کے پتیہ پرتاپ سے ملا کرتی ہیں۔

گوکل: پریے۔ اوشیہ یہی اُپائے کرو۔ واہ وا، پھر تو سب بندھنوں سے مکت ہوجاؤں گا اور چوری چھپے کے بدلے کھلم کھلا تمھیں اس طرح گلے لگاؤں گا۔

(گلے لگاتا ہے۔ شاردا آتی ہے)

شاردا: یہ کیا؟ پرائی بھاریا اور اس کے ساتھ پریم۔

لال داس: (خود سے) ہاں، اب جوتیوں میں دال بٹے گی۔

شاردا: بول یہ کیا ہے؟

گوکل: ہے کیا؟ تونے پرانا گٹھ بندھن توڑا تو میں نے بھی نئی استری سے ناتا جوڑا۔

شاردا: شرم کر نکھٹو شرم کر۔

گوکل: ارے کاہے کی شرم۔ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔

شاردا: آج تو بے شرم ہے، تو میں بھی بے شرم کی جورو ہوں۔ میں بھی اسی راستے پر چلوں گی۔ تیرے سامنے تیری چھاتی پر مونگ دلوں گی۔ (لال داس سے) پران پیارے باہر نکلو۔

(لال داس کو زبردستی صندوق کھول کر باہر نکالتی ہے)

تارا: کون میرا پتی؟

گوکل: مہابرہمچاری سیٹھ لال داس۔

لال داس: (گوکل کو گلے سے پکڑتا ہے) نیچ، پاجی بدمعاش۔ بتا یہ کون ہے؟

گوکل: (گلا چھڑا کر دھکا دیتا ہے) تمھاری استری۔

لال داس: تب تو کیا کر رہا تھا؟

گوکل: میں وہی کر رہا تھا جو تم کر رہے تھے۔

لال داس: سوامی کی استری نوکر کی ماتا سمان ہوتی ہے۔ نوکر ہو کر ماتا کو پاپ درشٹی سے دیکھتا ہے۔

گوکل: اور نوکر کی استری مالک کی پتری سمان ہوتی ہے۔ پتا ہوکر پتری پر بری نظر ڈالنا۔

لال داس: تجھے یہ ہمت کس نے دلائی؟

گوکل: تم نے۔

لال داس: میں نے؟

گوکل: ہاں تم نے۔ آدمی جو دیکھتا ہے وہی سیکھتا ہے۔ تمھارا جا تھا پر جا۔ جیسا سیٹھ ویسا نوکر۔

لال داس: (تارا سے) بول یہاں کس لیے آئی تھی؟

تارا: اسی لیے جس لیے تم آئے تھے۔

لال داس: کیا تیرے ماتا پتا نے تجھے یہی گن سکھائے تھے؟

تارا: پتا نے نہیں، یہ گن میرے پتی نے سکھائے ہیں۔

لال داس: میں نے؟

تارا: ہاں ہاں۔ تم نے۔ جیسا منشیہ کا سنگ ہوتا ہے ویسا ہی منشیہ کا ڈھنگ ہوتا ہے۔ جیسا گرو ویسا چیلا، جیسا پتی ویسی پتنی۔

لال داس: پاپنی تو نے یہ نہ وچار کیا کہ اس کرتوت سے میرے پتی کی ناک کٹ جائے گی۔

گوکل: تمھارے منھ پر ناک ہے ہی کب جو کٹ جائے گی۔

لال داس: (ناک دکھا کر) ناک نہیں، تو یہ کون سی وستو ہے؟

گوکل: یہ تو بڑھاپے کی روٹی پر اُبلا ہوا بینگن رکھا ہوا ہے۔

لال داس: بدمعاش۔ جلتی آگ پر تیل ٹپکاتا ہے، جورو بھی اڑائی اور اب پھبتیاں بھی اُڑاتا ہے۔

گوکل: شریمان جی سنیے۔ یہ ماتا پتا کے اُپدیش اور شاستروں کے آتم شکشا کا پرتاپ ہے جو بھارت کی استریاں اپنے پتی کا پاپ اور وبا بھی چار دیکھتے ہوئے بھی انت تک اپنے ستیہ اور دھرم پر درڑھ رہتی ہیں۔ یدی کوئی ابھاگنی اپنے پاپی پتی کا

انیائے نہ سہن کر سکے اور کام کرودھ کے وش میں ہوکر دھرم سے گر جائے تو اس کے لیے جتنی وہ دوشی ہے، اس سے ادھک اس کا پاپی دیا بھی چاری پتی اتروائی ہے۔ یاد رکھو۔ دوسروں کے لیے کنواں کھودنے والے کو پہلے خود اس کنوئیں میں اترنا پڑتا ہے جو ماں بہن بیٹی والا ہوکر دوسروں کا گھر بگاڑے گا اس کی بہن، بیٹی، جورو پر دوسرے آدمی بھی ضرور نظر ڈالیں گے۔

لال داس: سچ کہتا ہے۔ آج کی چپت نے میری بند آنکھیں کھول دیں۔ جا یہ باسی مال پوا اور تازہ رس گلا دونوں تو ہی لے جا۔ اب تک تو نوکر تھا، اب سے تجھے گرو مانوں گا۔ آج سے دنیا کی پرتیک استری کو اپنی پتری کے سمان جانوں گا۔

گوکل: کیا سچ مچ ایک ہی اُپدیش میں سدھر گئے؟

لال داس: ارے عزت اور جورو کھو کے بھی نہ سدھرا تو کیا مسان میں سدھروں گا۔

گوکل: سدھر گئے۔ تو پھر یہ گوکل رَچت ناٹک بھی ساپت ہوا۔ لو اپنی جورو۔

لال داس: اب لے کر کیا کروں گا۔ کیا اس گوبر کے ڈھیر کو شہد لگا کر چاٹوں۔

گوکل: اجی شریمان جی۔ تمھاری استری تو میری ماتا کے سمان ہے۔ ہم تینوں نے مل کر تمھیں بنایا تھا۔ تمھیں پھانس کر جنم بھر کو سدھارنے کے لیے یہ دھوکے کا جال بچھایا تھا۔

لال داس: سوگندھ۔

گوکل: تمھارے بڑھاپے کی قسم۔

لال داس: (تارا سے) اچھا تو پریے۔ میں تمھیں اور تم مجھے شما کرو اور پھنسے ہوئے کرتے کی طرح چھاتی سے چپٹ جاؤ۔ (گوکل سے) متر۔ یہ ہر وقت بھتنی کی طرح جھاڑو سر پر لیے کھڑی رہتی ہے۔ مجھے سدھارا تو اسے بھی کہو کہ سدھر جائے۔

تارا: ناتھ۔ بے شک میری بھول تھی، جو تمھاری سیوا کرنے کے بدلے ہر وقت تم سے لڑتی جھگڑتی رہتی تھی۔ آج سے پرتگیا کرتی ہوں کہ استری دھرم کے انوسار اپنے سرو سکھ کا بلیدان کرکے تمھیں ہر پرکار کا سکھ پہنچاؤں گی اور

تمھارے چرن رج کو ماتھے کا تلک بناؤں گی۔

لال داس: (آشچریہ سے) واہ واہ۔ ایسی لڑاکا عورت کے منھ سے ایسی باتیں۔

گوکل: یہ سب ہماری مہربانی ہے۔ جھک کر پرنام کرو۔

لال داس: نوکر جی۔ ارے نہیں، بھولا۔ گرو جی شاشٹانگ ڈنڈوت۔

گوکل: اچھا اب اپنے جورو ہڑپ گرو کا انتم اُپدیش سنو۔ پرش استری کا دیوتا ہے اور استری پرش کے گھر کی لکشمی ہے۔ ان کے آپس کے پھوٹ کا نام نرک اور میل ملاپ کا نام سورگ ہے جس گھر کے دیوتا اور لکشمی میں ایک دوسرے کا پریم اور مان نہ ہوگا، اس گھر کا بھی کلیان نہ ہوگا۔

(گانا)

اَنک ترتیہ — درشیہ پنچم

محل

داسی 1: مہارانی کا سوبھاگیہ اَچل ہو۔

رانی: کیا ہے کمدنی؟

داسی 1: مہارانی جی۔ ہردوار، پریاگ، کاشی اتیادی تیرتھوں کے درشن کا پنیہ پراپت کرکے ایک یاتری اپنی منڈلی کے ساتھ یہاں آیا ہے اور بڑا ہی ہرش دایک ساچار لایا ہے۔

رانی: ہرش دایک ساچار؟

داسی 1: ہاں مہارانی۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے مہاراج بھگیرتھ اپنے پوروپرشوں کو تار کر کپل آشرم سے اپنی راجدھانی کی اور واپس آرہے ہیں اور اس نگر کو پوتر کرنے کے لیے پاپ ناشنی شری گنگا جی کو بھی ساتھ لا رہے ہیں۔

رانی: کمدنی تو نے کیا کہا؟

داسی 1: داسی نے سچ کہا۔

رانی: تو ایشور کے گن گاؤ۔ اُتسو مناؤ۔ دھن بھنڈار کے دوار کھلواؤ۔ دان کے سروت بہاؤ۔

پاپ تاپ کا ناش کرے جن کی جل دھارا
درشن دینے آئیں اُہو سوبھاگیہ ہمارا
روگ، شوک مٹ جائیں، دکھی جیون ہو چنگا
دھنیہ دھنیہ وہ دھام جہاں لہرائیں گنگا

داسی 1: کیا آ گیا ہے؟
رانی: جاؤ۔ اُس شبھ سنواد داتا کو بلا لاؤ۔ (داسی جاتی ہے) نیترو۔ بھگوان کے بھکت آ رہے ہیں۔ بڑھو، اور ان کے چرن رج کا سواگت کر کے کرتارتھ ہو۔

اندھکار ہو دور، تیج سے مکھ سے سارا
سوریہ اُدے سے ہوئے جگت جیسے اجیارا
کرودھ، دوش، مد، موہ مٹے، سکھ ہوے گھنیرو
ہر بھکتن کو سنگ دیت بیکنٹھ بسیرو

(جے پال کا یاتریوں کے ساتھ کندھوں پر گنگا جل لیے ہوئے پرویش)

(گانا)

رانی: بھدر بھکتو۔ داسی تمھارے چرنوں میں پرنام کرتی ہے۔
سب: پرجا ماتا کا کلیان ہو۔
جے پال: راج لکشمی کی جے ہو۔
رانی: (پہچان کر) کون۔ دھرم ویر جے پال۔
جے پال: ہاں وہی جس نے اپنا سمست جیون پاپ آدھین ہو کر بتایا جس کو آپ نے پشو سے منشیہ بنایا۔
رانی: بھائی۔ میلا کپڑا پانی سے اور میلی آتما پچھتاوے کے آنسوؤں سے پوتر ہوتی ہے۔

من کی جس نے تھاہ لی، اُسی نے پایا تیر
اپنے کو جو جیت لے وہی ہے سچّا ویر
بجھ گئی نینن نیر سے پاپ کی بھیشن تاپ
دھنیہ تمھارا پرائشچت، دھنیہ ہے پشچاتاپ

جے پال: راج ماتا۔ کیا آپ کی سیوا میں میرا بھیجا ہوا سندیسہ پہنچا؟

رانی: بھائی۔ اس سندیسے کے لیے جب تک جیو شریر دھاری رہے گا، تب تک میرا روم روم تمھارا اپکاری رہے گا۔

داسی 2: ہری جن۔ یہ کون ہیں؟ اور ان کے کندھوں پر کیا ہے؟

جے پال: یہ اس راجیہ کی پرجا اور شری گنگا جی کے بھکت ہیں۔ میرے ساتھ تیرتھ یاترا سے واپس آئے ہیں اور مہارانی کے لیے شری گنگا جی کا پوتر جل لائے ہیں۔

رانی: کیا جو گنگا نتیہ مانیا، پوتر، پاپ ہارنی، سداکلیانی، روپا ہیں۔ ان کا جل؟

جے پال: ہاں، جو گنگا پرمانند دائنی ہیں انہیں کا جل۔

داسی 2: انھیں کا جل؟

جے پال: ہاں۔

داسی 1: ان کانوروں میں؟

جے پال: ہاں۔

داسی 2: اس کا کیا پرمان ہے؟ کہ ان کانوروں میں کسی اور ندی کا نہیں گنگا ہی کا جل ہے۔

جے پال: بہن، کیا تم دوسری ندیوں کے جلوں اور گنگا جل کو ایک سمجھتی ہو؟

داسی2: تو کیا رنگت، ٹھنڈک، سواد، بھاؤ، سارے لکشن ایک جیسے ہونے پر بھی گنگا جل اور دوسری ندیوں کے جل میں کچھ بھید ہے؟

رانی: اوشیہ بھید ہے۔

سورگ پشپ کی یہ لتا، وہ کاغذ کے پھول
امرت، وہ ماتر جل، یہ کنچن وہ دھول
بھارت کی ندیوں میں ہیں اُتم گنگا نس سندیہہ
یہ دھوتی ہیں آتما اور وہ کیول دیہہ

جے پال: بہن۔ آشچریہ ہے کہ تم ہندو ہوکر وشنو بھگوان کے چرنوں سے نکلی ہوئی شری گنگا کے مہاپرتاپی جل کا مہاتم نہیں جانتیں۔

اس جل کے دو ہی چھینٹوں سے سارے سنکٹ ہٹ جاتے ہیں
جس طرح سے کچا رنگ کٹے، یوں پاپ اور دُکھ کٹ جاتے ہیں
اندھوں کو آنکھیں دیتی ہیں، کوڑھی کو چنگا کرتی ہیں
یہ پنیہ بھلا کس جل میں ہے، جو پنیہ کہ گنگا کرتی ہیں

داسی 2 : اُن کے پنیہ اور پرتاپ سے کون اَن بھگیہ ہے۔ میرا تو یہ کہنا ہے کہ اس جل کے گنگا جل ہونے کا کیا پرمان ہے؟

جے پال: تم پرمان مانگتی ہو؟

داسی 2: ہاں۔

جے پال: گنگا جل کی مہما دیکھنا چاہتی ہو؟

داسی 2: ہاں۔

جے پال: اچھا تو کسی اپاہج، اندھے کوڑھی کو بلاؤ۔ میں تمھیں شری گنگا کو مہما دکھاتا ہوں۔ اس کے روگی شریر پر ان کا پوتر جل چھڑک کر ابھی اسے سوستھ بناؤں گا۔

داسی 2: یدی اس جل میں روگی کو سوستھ بنانے اور مرے ہوئے کو جلانے کی شکتی ہے تو ادھر آؤ۔ اس مرے ہوئے اور مرجھائے ہوئے ورکش کو اس جل کے پرتاپ سے، ہرا بھرا بناؤ۔

جے پال: میری گنگا بھکتی سچی ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ ماتا گنگے شنکا ستیہ کی پریکشا لینا چاہتی ہے۔ اس مرجھائے ہوئے ورکش کا جیون شکتی بن کر کلیان کرو اور جگت کے سامنے اپنی مہما اور اپنے بھکت کی سچائی پرکاش مان کرو۔

ہے جگدمبا، ہے سکھ کاری، ہے بھکتن کی سنکٹ ہاری
تیری مہما سب جگ جانے، تمروگن ترلوک بکھانے
آج نہ ٹوٹے بات ہماری، ستیہ کرو تم بات ہماری

(ورکش پر گنگا جل چھڑکتا ہے اور وہ ہرا ہوجاتا ہے)

داسی 2: آشچریہ۔ یہ اسمبھو پریورتن کیسے ہوگیا؟

رانی: جہاں اُوشواش اور آشنکا ہے وہاں کچھ نہیں ہوتا اور جہاں بھکتی، پرم شرّدھا ہے، وہاں سب کچھ ہو سکتا ہے۔

(گانا)

انک ترتیہ — درشیہ ششم

مارگ

(بھکیرتھ، رانی، پردھان، درباری، نگرواسی، برہمن اتیادی کے ساتھ گنگا مورتی لے کر راجدھانی میں پرویش کرتے ہیں)

— گانا —

انک ترتیہ — درشیہ سپتم

نگر کا ایک بھاگ

(مندر)

(بھگیرتھ، رانی، راجیہ ادھیکاری اورنگرواسی اتیادی کھڑے ہوئے ہیں۔ برہمن دھرم سنسکار کے انوکول مندر میں گنگا مورتی کا استھاپن کرتے ہیں)

پردھان: ۔

مگدھ ہے آنند میں سنسار نج اُدّھار سے
گونج اٹھیں چاروں دشائیں سب کی جے جے کار سے
آپ کا اُپکار ہے جو آج جگ پرسن ہے
دھنیہ ہے بھارت کے سچ کرم یوگی دھنیہ ہے

بھگیرتھ: پریہ بندھو۔

سپھل ہوتا ہے جب نہ سوارتھ من سے کام ہوتا ہے
ہمیشہ شُدھ اِچھاؤں کا شبھ پرینام ہوتا ہے
مرے تیاگ اور بھکتی نے مجھے یہ پھل دلایا ہے
جب اپنے آپ کو کھویا تو جگدمبا کو پایا ہے

پردھان: پربھو آپ کی سیوا میں آپ کے پریہ پرجا کی ایک پرارتھنا ہے۔

بھگیرتھ: بندھو۔ ورنن کرو۔

پردھان: دیا اوتار۔ اسنکھیہ کرپاؤں کے پیار سے دبی ہوئی پرجا پر ایک اور اُپکار کریں۔

شری جگدمبا سے ونے کیجیے کہ اپنا ساکشات درشن دے کر ہم ادھموں کا اُدھار کریں۔

بھگیرتھ: ۔

او ماتا آؤ اپنے بالکوں کو مان دو
دوار پر بھکشو کھڑے ہیں اُن کو درشن دان دو

(گنگا مندر کے دوار پر ساکشات روپ میں پرگٹ ہوتی ہیں)

سب: پتت پاؤنی گنگا ماتا کی جے۔۔ بھاگیرتھی گنگا کی جے۔

—ڈراپ—

—سماپت—